Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

حل سوالات ششم برائے ہفتم

الناعمة

Telegram Channel: New Madarsa

لحل اسئلة

الكتب الخمسة

• جلالین شریف • ہدایہ ثانی • حسامی

• میبذی • دیوانِ متنبی

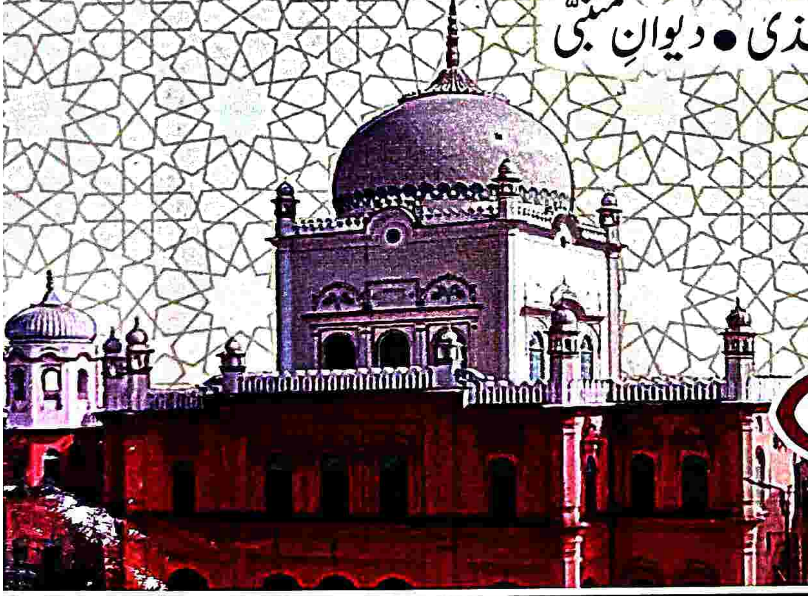

مؤلف

مولوی محمد طاہر فراز

فاضل دار العلوم دیوبند

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

(Part - 1)

اس میں صرف جلالین شریف ہے .

Website:MadarseWale.blogspot.com

حل سوالات ششم برائے ہفتم

النَّاعِمَة

لحلّ اسئلة

الكُتُب الخمسة

مؤلف

مولوی محمّد طاہر فراز

فاضل دار العلوم دیوبند

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴

Website:MadarseWale.blogspot.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : الناعمہ لحلّ أسئلة الكتب الخامسة

مؤلف : مولوی محمد طاہر فراز فاضل دارالعلوم دیوبند

صفحات : 704

سن اشاعت : 2019

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

Website:MadarseWale.blogspot.com

انتساب

(۱) میں اِس کتاب کو ازہرِ ہند مادرِ علمی عالمِ اسلام کی عظیم الشان علمی و دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ تعلیم القرآن بلیا کی طرف منسوب کرتا ہوں۔

(۲) اپنے مشفق والدین کی طرف منسوب کرتا ہوں کہ جن کی بے پایاں شفقتیں اور عنایتیں تکمیلِ علومِ نبوت کی راہوں میں ہمہ وقت ساتھ رہیں۔

(۳) اپنے مشفق اساتذہ کی طرف منسوب کرتا ہوں کہ جن کی مخلصانہ تربیت نے ہمیں راہِ حق پر قائم رکھا۔

مولوی محمد طاہر فراز فاضل دارالعلوم دیوبند

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

پیش لفظ

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے یہ کائنات سجا کر اپنی مخلوق کو اس میں بسایا اور درود وسلام نازل ہو ہم سب کے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر۔

بعد حمد وصلوٰۃ! ناچیز ''النا عمہ لحل أسئلۃ الکتب الخامسہ'' تیار کیا ہے جس میں دار العلوم دیوبند کے ششماہی، سالانہ اور داخلہٗ امتحان کے بہت سے سوال حل کیے گئے ہیں، اُمید ہے کہ احباب حسنِ نظر سے دیکھیں گے، اور یہ کتاب بیک وقت ششماہی امتحان، سالانہ امتحان اور داخلہٗ امتحان کے لیے بھی مفید ہے۔

نوٹ: اگر ساتھیوں کو اِس میں اغلاط نظر آئیں تو وہ ناشر کو مطلع کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

مولوی محمد طاہر فراز فاضل دار العلوم دیوبند

Website:MadarseWale.blogspot.com

پسند فرمودہ

عالمِ باکمال حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب

استاذ مدرسہ جامعہ عربیہ عین الاسلام مبارک پورا عظم گڑھ

نحمدہٗ و نصلّي علی رسوله الكريمِ أمّا بعد!

عزیزم مولوی محمد طاہر فراز فاضل دارالعلوم دیوبند نے ''الناعمہ لحل أسئلۃ الکتب الخامسہ'' کو ترتیب دی ہے، موصوف کی یہ محنت قابلِ ستائش ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کوشش کو قبول فرمائیں اور طلبۂ عزیز کے لیے کارآمد بنائے۔ آمین

(مولانا و مفتی) جمیل احمد غفرلہٗ

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جلالین شریف

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حل امتحان نمبر ۱، جلالین : ۴

(الف) عبارت با اعراب: ﴿الٓمٓ﴾ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ ﴿ذٰلِكَ﴾ أَيْ هٰذَا ﴿الْكِتٰبُ﴾ الَّذِيْ يَقْرَؤُهٗ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَا رَيْبَ﴾ لَا شَكَّ ﴿فِيْهِ﴾ أَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَجُمْلَةُ النَّفْيِ خَبَرٌ مُبْتَدَأُهٗ ذٰلِكَ وَالْإِشَارَةُ بِهٖ لِلتَّعْظِيْمِ ﴿هُدًى﴾ خَبَرٌ ثَانٍ هَادٍ ﴿لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ الصَّائِرِيْنَ إِلَى التَّقْوٰى بِاِمْتِثَالِ الْأَوَامِرِ وَاجْتِنَابِ النَّوَاهِيْ لِاِتِّقَائِهِمْ بِذٰلِكَ النَّارَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیری فوائد لکھئے (ج) بتائیے کہ آیاتِ متشابہات سے متعلق علماء اہلِ سنت کا مسلک کیا ہے؟ کیا ان کی مرادِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم ہے؟ اگر نہیں تو متاخرین ان کے معنیٰ کی اجازت کیوں دیتے ہیں؟

جواب

ترجمہ: الٓمّٓ اللہ ہی اس سے اپنی مراد کو بہتر جانتا ہے، یہ کتاب ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ منجانب اللہ ہے اور جملہ (لَا رَيْبَ فِيْهِ) خبر ہے جس کا مبتدا ذٰلِكَ ہے، اور اسمِ اشارہ بعید کا استعمال بیانِ تعظیم کے لیے ہے، اور هُدًى خبر ثانی ہے اور معنیٰ میں هَادٍ کے ہے، متقیوں کے لیے رہنما ہے۔ (یعنی) اور امر کی تعمیل اور اجتنابِ نواہی کے ذریعے تقویٰ کی رغبت رکھنے والے ہیں، اس (امتثال واجتناب) کے بدولت نارِ جہنم سے بچنے کی وجہ سے ان کو متقی کہا گیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیری فوائد:

(۱) اللہ أعلم بمرادہ بذلك: اس سے مفسر نے حروفِ مقطعات کے چند اقوال میں سے راجح قول کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ متشابہ میں سے ہے جیسا کہ سلف کا یہی

Website:MadarseWale.blogspot.com

مذہب ہے کہ اس کا علم خاص ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

(۲) أي هٰذا: اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہاں پر (ذٰلك) هٰذا کے معنیٰ میں ہے؛ کیونکہ مشارٌ الیہ (الٓمّٓ) یا (قرآنِ کریم) ہے جوکہ قریب ہے اور قریب کے لیے اسم اشارہ قریب (هٰذا) استعمال ہوتا ہے؛ لیکن یہاں پر (ذٰلك) اسمِ اشارہ بعید بیانِ تعظیم کے لیے لائے ہیں؛ کیونکہ قرآنِ کریم عظیم المرتبت کتاب ہے۔

(۳) الذي يقرؤه محمد: اس عبارت سے یہاں پر (الکتٰب) کے عموم کو ختم کرنا مقصود ہے کہ یہاں پر کتاب سے قرآنِ کریم مراد ہے نہ کہ اور دوسری کتاب سماوی۔

(۴) لاشك: یہ ریب کے تین معنوں میں سے ایک معنیٰ کو متعین کرنے کے لیے ہے؛ کیونکہ باقی دو معنیٰ ایک تہمت دوسرا اضطراب و پریشانی ان دونوں معنوں سے قرآنِ کریم پاک ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

أنّهٗ من عند اللّٰہ: یہ فتحہ کے ساتھ ضمیر مجرور سے بدل ہے (أي لاشك فيه أنه الخ) اور ایک سوالِ مقدر کا جواب بھی ہے۔

سوال: الکتاب مفرد ہے اور مفرد میں شک کا کوئی مطلب نہیں ہوتا؛ اس لیے کہ شک وظن اور علم کا تعلق قضیہ سے ہوتا ہے اور مفرد قضیہ نہیں ہوتا ہے۔

جواب: اس طور پر دیا کہ الکتاب مفرد نہیں؛ بلکہ قضیہ ہے اور اس کی تقدیری عبارت ہے (ذٰلك الكتاب أنه من عند اللّٰہ).

(۵) جملة النفي: یعنی (لاریب فیه) خبر ہے اور اس کا مبتدا (ذٰلك) ہے اور خبر ثانی (هدًی) ہے جوکہ (هادٍ) اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے۔

(۶) الصائرین الی التقوىٰ: یہ عبارت ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے۔

سوال: متقی تو خود ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں تو پھر متقی کو ہدایت دینے کے کیا معنیٰ ہیں؟

جواب: متقین سے مراد یہاں پر (راغبین الی التقوىٰ) ہیں یعنی جو تقویٰ کی رغبت رکھتے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(۸) **لاتقائھم**: اس عبارت سے مفسر متقیوں کو متقی کہنے کی وجہ بیان فرمارہے ہیں؛ چوں کہ ظاہراً ان کو ان کے اعمالِ صالحہ کے ذریعہ جہنم سے بچایا جائے گا یعنی وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم سے بچیں گے؛ اس لیے ان کو متقی یعنی بچنے والے کہا گیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) علماءِ اہلِ سنت کا مسلک:

اس سلسلے میں علماءِ اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے کہ متشابہات کی مراد حقیقی اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم۔ رہی بات متأخرین کی کہ وہ اس کے معنیٰ کی تعیین کیوں کرتے ہیں اور اس کی اجازت کیوں دیتے ہیں؟ تو وہ اس لیے؛ تاکہ گمراہ فرقے ان کے غلط معنیٰ نکال کر سادہ لوح عوام کو گمراہ نہ کریں۔

محل امتحان نمبر ۲، جلالین: ۵

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَ إِذَا لَقُوا﴾ أَصْلُهُ لَقِيُوْا حُذِفَتِ الضَّمَّةُ لِلِاسْتِثْقَالِ ثُمَّ الْيَاءُ لِالْتِقَائِهَا سَاكِنَةً مَعَ الْوَاوِ ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا﴾ مِنْهُمْ وَرَجَعُوْا ﴿اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ﴾ رُؤَسَائِهِمْ ﴿قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ﴾ فِي الدِّيْنِ ﴿اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴿۱۴﴾﴾ بِهِمْ بِإِظْهَارِ الْإِيْمَانِ ﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾ يُجَازِيْهِمْ بِاسْتِهْزَائِهِمْ ﴿وَ يَمُدُّهُمْ﴾ يُمْهِلُهُمْ ﴿فِيْ طُغْيَانِهِمْ﴾ تُجَاوُزِهِمُ الْحَدَّ فِي الْكُفْرِ ﴿يَعْمَهُوْنَ﴿۱۵﴾﴾ يَتَرَدَّدُوْنَ تَحَيُّرًا حَالٌ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى﴾ اِسْتَبْدَلُوْهَا بِهِ ﴿فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ﴾ أَيْ مَا رَبِحُوْا فِيْهَا بَلْ خَسِرُوْا لِمَصِيْرِهِمْ إِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ ﴿وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴿۱۶﴾﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) لَقُوْا کی تعلیل کریں (ج) استہزاء اور اشتراء کا لغوی اور مرادی معنیٰ لکھ کر دونوں معنوں میں مناسبت بیان کیجیے (ج) فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ کی تفسیر مَا رَبِحُوْا سے کیوں کی گئی؟

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں (اِذَا لَقُوا) اس کی اصل (لَقِیُوا) تھی ضمہ کو باء پر ثقیل سمجھتے ہوئے حذف کردیا، پھر یاء واو کے ساتھ التقائے ساکنین کی وجہ سے ساقط ہوگئی، تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب تنہائی میں اپنے "شیاطینوں" سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں دین میں ہم تمہارے ساتھ ہیں اظہار ایمان کر کے "ہم تو صرف ان سے مذاق کرتے ہیں اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے" یعنی ان کے ساتھ استہزاء کا معاملہ کر رہا ہے" اور وہ ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دے رہا ہے" ان کے حد سے تجاوز کرنے کی بنیاد پر کفر کی وجہ سے "حال یہ ہے کہ وہ حیرانی میں بھٹک رہے ہیں" (یَعْمَهُوْنَ) طُغْيَانِهِمْ کی ضمیر سے حال ہے: "یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اختیار کرلی" یعنی گمراہی کو ہدایت سے بدل لیا" مگر یہ سودا ان کے لیے نفع بخش نہیں ہے" یعنی ان کو اس سودے میں نفع نہیں ہوا بلکہ خسارا ہوا ان کی دائمی آگ کی طرف پلٹنے کی وجہ سے" اور یہ" اپنے طریقہ کار میں ہر گز صحیح طریقہ پر نہیں ہیں۔

(ب) لقوا کی تعلیل کریں:

لَقُوا اصل میں لَقِیُوا تھا یاء ضمہ پر دشوار سمجھ کر تخفیفاً گرا دیا، اب یاء اور واو میں التقاء ساکنین ہوا، یاء اور واؤ میں سے، یاء ساقط ہوگئی واؤ کی مناسبت سے قاف کے کسرہ کو ضمہ سے بدل دیا، لَقُوا ہوگیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) استہزاء کے لغوی معنیٰ:

استہزاء تمسخر کرنے، مذاق اڑانے کے ہیں اور مرادی معنی یہ کہ جب عوام منافقین تنہائی میں اپنے سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم دل و جان سے آپ ہی کے ساتھ ہیں باقی مسلمانوں کے بے وقوف بنانے کے لیے ان کی سی کہہ دیتے ہیں، اور دونوں معنوں میں مناسبت مشاکلت کے طور پر حقیقتاً استہزاء نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اشتراء کا معنی لغوی:

اشتراء کے لغوی معنی خریدنے کے ہیں، یا تو ثمن کے عوض کسی چیز کے حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔

اور اشتراء کے مرادی معنی استبدال ہے جو کہ شراء کے لیے لازم ہے گویا کہ ملزوم بول کر لازم مراد لیا گیا ہے، اور استبدال سے مراد: اختیار کرنا اور ترجیح دینا: یعنی ہدایت اور صلاحیت کے دونوں راستے ان کے سامنے موجود تھے، مگر انہوں نے اپنی مرضی و اختیار سے گمراہی کو اختیار کرلیا۔

اور استہزاء دونوں معنوں میں مناسبت اس طرح ہے کہ شراء میں جس طرح ثمن کے عوض کسی چیز کو حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح یہ لوگ ہدایت دے کر گمراہی لی۔

(د) فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ کی تفسیر ما ربحوا سے کیوں کی گئی؟

فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ کی تفسیر مَارَبِحُوْا سے کی گئی بطور اسنادِ مجازی کے یعنی ربح کی اسناد تاجروں کے بجائے تجارت کی طرف کردیا گیا ورنہ اصل اسناد تو تاجروں کی طرف ہونی چاہیے: کیوں کہ وہی صاحب تجارت ہے اور ربح و نقص کا مالک وہی ہوگا۔

محل امتحان نمبر ٣، جلالین: ٦

(الف) عبارت بااعراب: ﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا﴾ أُطْعِمُوْا مِنْ تِلْكَ الْجَنَّاتِ ﴿مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ﴾ أَيْ مِثْلُ مَا ﴿رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ أَيْ قَبْلَهُ فِي الْجَنَّةِ لِتَشَابُهِ ثِمَارِهَا بِقَرِيْنَةِ ﴿وَاُتُوْا بِهٖ﴾ أَيْ جِيْئُوْا بِالرِّزْقِ ﴿مُتَشَابِهًا﴾ يَشْبَهُ بَعْضُهُ بَعْضًا لَوْنًا وَيَخْتَلِفُ طُعْمًا ﴿وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ﴾ مِنَ الْحُوْرِ وَغَيْرِهَا ﴿مُّطَهَّرَةٌ﴾ مِنَ الْحَيْضِ وَكُلِّ قَذَرٍ ﴿وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٢٥﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) رُزِقُوْا کے دونوں مفعول ظاہر

Website:MadarseWale.blogspot.com

کریں اور بتائیں کہ لفظ ''مثل'' کیوں مقدر مانا گیا؟ (ج) نیز بتائیں کہ (مُتَشَابِهًا) سے آیا جنت ہی کے پھلوں کا باہم مشابہ ہونا مراد ہے؟ یا انکا دنیاوی پھلوں سے مشابہ ہونا؟ اس سلسلہ میں علامہ سیوطی کا قولِ مختار اور اس کی دلیل لکھیں۔

جواب

ترجمہ: جب ان باغوں میں سے کوئی پھل ان کو بطور غذا دیا جائے گا، تو کہیں گے کہ یہ تو اسی جیسا ہے جو ہم کو اس سے پہلے کھانے کے لیے دیا گیا، یعنی جو اس سے پہلے جنت میں دیا گیا (یہ اس وجہ سے ہوگا) کہ جنت کے پھل ہم شکل ہوں گے (اس قول کا) قرینہ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا ہے اور ملیں گے بھی ان کو ہم شکل پھل کہ رنگ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے مگر ذائقہ میں مختلف ہوں گے، اور ان کے لیے جنت میں بیویاں ہوں گی، یعنی حور وغیرہ، پاک ہوں گی حیض اور ہر گندگی سے اور اس میں ہمیشہ رہیں گی۔

(ب) رُزِقُوْا کے دونوں مفعول:

رُزِقُوْا کا پہلا مفعول وہ ضمیر ''واؤ'' میں موجود ہے، یعنی اصل عبارت یوں ہوگی، رَزَقَ اللهُ لَهُمْ رِزْقًا، پھر مفعول اول کو قائم مقام فاعل بنایا گیا۔
اور مفعول ثانی رِزقًا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو رزق عطا فرمایا۔

لفظ ''مثل'' کو مقدر ماننے کی وجہ:

لفظ مثل کو اس لیے مقدر مانا گیا؛ تاکہ یہ شبہ پیدا نہ ہو کہ آخرت میں وہی پھل کھلایا جائے گا جو دنیا میں کھلایا گیا، اب مطلب یہ ہو گیا کہ آخرت میں وہی ہو بہو پھل کھلایا جائے گا جو دنیا کے پھل جیسا ہو نہ کہ حقیقی مشابہت مراد ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) (مُتَشَابِهًا) سے مراد:

ان کو جنت میں ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ من قبل

Website:MadarseWale.blogspot.com

سے مراد جنت ہی کا پھل ہے جو انھیں اس سے پہلے یہ ملا ہے پھل رنگ اور شکل میں تو باہم مشابہ ہوں گے؛ مگران کی لذت مختلف ہوگی اور یہی علامہ جلال الدین سیوطی کا مختار قول ہے۔

لیکن بعض دوسرے مفسرین نے قبل سے عام مراد لیا ہے جو دنیا کے پھلوں کو بھی شامل ہے یعنی یہ پھل ویسے ہی ہیں جیسے دنیا میں ہمیں ملا کرتے تھے بعض اعتبارات سے یہی معنی راجح معلوم ہوتا ہے۔

اوّلاً: کُلَّمَا کا لفظ عام ہے اس عموم کے لحاظ سے جب پہلی مرتبہ انھیں جنت میں پھل عطا کیا جائے گا اس وقت یہ کہنا ان کا درست نہ ہوگا؛ کیونکہ جنت میں اس سے پہلے انہیں کوئی پھل ملا ہی نہ تھا؛ البتہ اگر اسے دنیا کے پھلوں تک کو عام کردی جائے تو ان کا یہ کہنا بجا ہوگا؛ کیونکہ دنیا میں اس سے ملتا جلتا پھل انھیں دیا جا چکا ہے۔

ثانیاً: انسانی فطرت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ جانی پہچانی چیز کی طرف لپکتی ہے اور نامانوس چیزوں سے اسے وحشت ہوتی ہے تو جنت میں جو پھل انھیں دیئے جائیں گے وہ دنیا کے پھلوں کے ہم شکل اور ہم رنگ ہوں گے، اس سے اہلِ جنت کو ان کی فوراً رغبت ہوگی، اور بے ساختہ مثلاً کہہ اُٹھیں گے کہ اَرے یہ تو وہی آم ہے جو ہمیں دنیا میں ملا کرتا تھا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

علامہ سیوطی کا قولِ مختار:

علّامہ سیوطیؒ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے۔

دلیل: مذکورہ آیت میں من قبلِ سے جنت مراد ہے، اس سے پتہ چلتا ہے جنت میں اہلِ جنت کو اس سے پہلے جو پھل دیا گیا ہے وہی ہم شکل پھل دوبارہ دیا جائے گا۔

محل امتحان نمبر ۴، جلالین: ۸

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ سُجُوْدَ تَحِيَّةٍ بِالْاِنْحِنَاءِ ﴿فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾ هُوَ أَبُوْ الْجِنِّ كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَةِ ﴿اَبٰى﴾ اِمْتَنَعَ مِنَ السُّجُوْدِ ﴿وَاسْتَكْبَرَ﴾ تَكَبَّرَ عَنْهُ وَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ فِيْ عِلْمِ اللهِ ﴿وَ قُلْنَا يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ﴾ تَأْكِيْدٌ لِلضَّمِيْرِ الْمُسْتَتِرِ لِيُعْطَفَ عَلَيْهِ ﴿وَ زَوْجُكَ﴾ حَوَّاءُ بِالْمَدِّ وَكَانَ خَلَقَهَا مِنْ ضِلْعِهِ الْاَيْسَرِ ﴿الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا﴾ أَكْلًا ﴿رَغَدًا﴾ وَاسِعًا لَا حَجَرَ فِيْهِ ﴿حَيْثُ شِئْتُمَا﴾.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور ''فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ'' اور ''وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا'' کی ترکیب بیان کیجیے (ب) خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق قلم بند کیجیے اور بتائیے کہ مصنفؒ ''تاکید للضمیر المستتر'' سے کیا واضح کرنا چاہیے ہیں؟

جواب

ترجمہ: اور یاد کرو اس قوت کو (جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو یعنی سجدہ تعظیمی جو محض جھک جانے سے ہوتا ہے، (پس انہوں نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے) وہ جن کا بابائے اول ہے، جو فرشتوں کے درمیان رہتا تھا (انکار کیا) سجدے سے باز رہا، (اور تکبر کیا اور کہا میں اس سے بہتر ہوں (اور وہ) اللہ کے علم میں (کافروں کی قبیل سے تھا، اور ہم نے کہا اے آدم تم) ضمیر ''أَنْتَ'' اس ضمیر کی تاکید ہے جو اَسْكُنَ میں پوشیدہ ہے، اور یہ تاکید اس لیے ہے کہ زَوْجُكَ کا عطف اس پر کر سکیں (اور تمہاری بیوی) حواء الف ممدوہ کے ساتھ انھیں اللہ تعالیٰ نے آدم کے دائیں پسلی سے پیدا کیا تھا (جنت میں رہو سہو اور اس میں جو چاہو آزادی کے ساتھ کھاؤ) ''رَغَدًا'' کے معنی وسعت کے ساتھ، جس میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں۔

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ کی ترکیب:

''فا'' حرف عاطفہ ''فَسَجَدُوْٓا'' فعل واو ضمیر فاعل ''اِلَّآ''، ضمیر حرف استثنا ''اِبْلِيْسَ'' مستثنیٰ واو ضمیر راجعٌ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ مستثنیٰ منہ، فعل فاعل اور مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا کی ترکیب:

''وَ'' حرف عاطفہ ''کُلَا'' فعل امر الف ضمیر اس کا فاعل ''مِنْھَا'' ''من'' حرف جر ''ھا'' مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق ''کُلَا'' فعل کے ساتھ ''رَغَدًا'' صفت ہے اکلًا مفعول مطلق محذوف موصوف کا، فعل اپنے فاعل متعلق اور محذوف مفعول مطلق اپنے صفت کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی تحقیق:

(۱) اَلْمَلَائِکَۃُ: واحد ملک اور جمع ملائک معنی ہے، اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق جو نور سے پیدا ہوئی ہے۔

(۲) آدَمُ: اَدِمَ یَأدَمَ سے مشتق ہے، اَدَمَ یُؤدِمُ از باب افعال بمعنی دو قوموں کے درمیان صلح کرنا یہاں آدم سے مراد ابوالبشر ہے۔

(۳) حَوَاءُ: حَوَا یحوی حاوٍ اسم فاعل بمعنی اس بڑے صندوق کو کہا جاتا ہے، جس کو سامان سے بھر کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کیا جاتا ہے، یہاں حواء سے مراد ام البشر، یعنی حضرت حواء علیہا السلام ہیں۔

''تاکید للضمیر المستتر'' سے مراد:

اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ اُسْکُنْ میں مخاطب کی ضمیر پوشیدہ ہے اور قاعدہ ہے کہ ضمیر مستتر پر اسم ظاہر کا عطف درست نہیں ہے، اور اگر عطف لانا مقصود ہو تو اس ضمیر مستتر کو ضمیر منفصل کی شکل میں ظاہر کر دیتے ہیں، اور ضمیر منفصل ظاہر کے حکم میں ہے، اب اس پر عطف کرنا صحیح ہے، اس لحاظ سے اَنْتَ پر زَوْجُكَ کا عطف ہو رہا ہے، کسی لفظ کے مکرر لانے کو تاکید کہتے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۵، جلالین: ۸

(الف) عبارت بااعراب: ﴿فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ﴾ اِبْلِيْسُ أَذْهَبَهُمَا وَفِيْ قِرَاءَةٍ فَأَزَالَهُمَا نَحَّاهُمَا ﴿عَنْهَا﴾ بِأَنْ قَالَ لَهُمَا هَلْ اَدُلُّكُمَا عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَقَاسَمَهُمَا بِاللّٰهِ إِنَّهٗ لَهُمَا لَمِنَ النّٰاصِحِيْنَ فَأَكَلَا مِنْهَا ﴿فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں (ب) ابلیس کافر ہے اور کافر جنت میں نہیں جاسکتا ہے تو ابلیس کیسے گیا؟ (ج) عَنْهَا اور مِمَّا كَانَا فِيْهِ میں ضمائر کے مراجع واضح کرتے ہوئے بتائیے کہ اگر دونوں کا مرجع ایک ہی ہے تو ایک ضمیر مذکر اور ایک ضمیر مؤنث کیوں لائی گئی ہے؟ (د) نبی سے گناہ کا صدور کیسے ہوا جبکہ وہ معصوم ہیں؟

جواب

ترجمہ: لیکن شیطان ابلیس نے اس درخت کی وجہ سے دونوں کولغزش دے دی، اور ایک قرأت میں فَأَزَالَهُمَا ہے، یعنی ان دونوں کو جنت سے برطرف کرادیا، اس طریقے سے کہ ابلیس نے ان دونوں سے کہا: کیا میں تم کو شجرۃ الخلد (یعنی ہمیشگی کا درخت) بتادوں اور اللہ کی قسم کھا کر ان سے کہا کہ وہ ان دونوں کا خیر خواہ ہے؛ چنانچہ ان دونوں نے اس درخت سے کچھ کھالیا، سو نکال دیا ان دونوں کو اس عیش سے جس میں وہ تھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) ابلیس جنت میں کیسے گیا؟

اس کے دو جواب ہیں

پہلا جواب: اس وقت وہ کافر نہیں تھا؛ مگر اللہ کے علمِ ازلی کے اعتبار سے کافر تھا۔

دوسرا جواب: کَانَ یہاں صَارَ کے معنیٰ میں ہے یعنی کافر ہوگیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) عَنْهَا اور فِيْهِ کی ضمیر کا مرجع:

دونوں کا مرجع ایک ہی ہے یعنی جنت؛ لیکن لفظاً الگ الگ ہے، عَنْهَا کا مرجع لفظ جنت ہے اور فِيْهِ کا مرجع مِمَّا میں ما ہے جس کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر نے کہا کہ ما سے مراد نعیم ہے جو کہ مذکر ہے، لہٰذا اعتراض وارد نہ ہوگا۔

(د) انبیاء سے گناہ کا صدور کیسے ہوا جبکہ وہ معصوم ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا شجرۂ ممنوعہ سے کھانا یہ خطا اور نسیان کی وجہ سے ہے اور خطا و نسیان سے جو فعل صادر ہو وہ گناہ نہیں کہلاتا اور اس طرح کی اجتہادی غلطی انبیاء کرام سے صادر ہوسکتی ہے؛ لیکن یہ سہو و غلطی ایسے کاموں میں نہیں ہوسکتی جن کا تعلق تبلیغ و تعلیم و تشریع سے ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کے اس عمل کو اللہ نے معصیت سے تعبیر کیا؛ کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین ہوتے ہیں۔

محل امتحان نمبر ۶، جلالین: ۱۰

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ مِنْهُمْ ﴿قَوْلًا غَيْرَ الَّذِیْ قِيْلَ لَهُمْ﴾ فَقَالُوْا حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ وَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى اِسْتَاهِهِمْ ﴿فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ فِيْهِ وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ مُبَالَغَةً فِيْ تَقْبِيْحِ شَانِهِمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے بعد منهم کا اضافہ کیوں کیا گیا؟ نیز بتلائیں کہ انہوں نے تو قول و فعل دونوں کو بدلا تھا؛ لیکن یہاں پر صرف قول کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ (ج) (استاہ) واحد ہے یا جمع اور (بِمَا كَانُوْا) میں ''باء'' اور ''ما'' کس معنیٰ میں مستعمل ہے؟ نیز بتلائیں کہ آیت پاک کے مصداق کون لوگ ہیں اور انہیں کس بات کا حکم دیا گیا تھا؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

ترجمہ: مگر جو بات ان کو بتائی گئی تھی ظالموں نے اس کو دوسری بات سے بدل ڈالا اور حبّة في شعرة کہا یعنی خوشہ دانہ سمیت اور اپنی سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے، آخر کار ہم نے ظلم کرنے والوں پر عذاب نازل کر دیا، اس میں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا ہے، ان کی قباحتِ شان میں مبالغہ کرنے کے لیے۔

(ب) اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے بعد منهم کا اضافہ کیوں کیا گیا؟

اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے بعد منهم کے اضافہ سے مفسر اس بات کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ مبدلین بعض تھے نہ کہ کل۔

انہوں نے قول وفعل دونوں کو بدلا تھا؛ لیکن یہاں پر قول کے ساتھ اس لیے خاص کیا گیا؛ کیونکہ مقصود بالذات امر ہے اور امر قول ہی ہوتا ہے۔

(ج) (استاہ) واحد ہے یا جمع؟

استاہ جمع ہے، اس کا واحد سِتَةٌ ہے بمعنیٰ سرین۔

(بِمَا كَانُوْا) میں ''باء'' اور ''ما'' کس معنیٰ میں مستعمل ہے؟

بِمَا كَانُوْا میں ''باء'' سببیہ ہے اور ''ما'' مصدریہ۔

آیت پاک کے مصداق کون لوگ ہیں اور انہیں کس بات کا حکم دیا گیا تھا؟

آیت کے مصداق بنی اسرائیل ہیں۔

اور انہیں وادئ تیہ سے نکلنے کے بعد بیت المقدس میں داخل ہوتے وقت جھک کر داخل ہونے کا حکم دیا گیا تھا اور (حطة) یعنی مغفرت طلب کرتے ہوئے داخل ہونے کو کہا گیا تھا جیسا کہ آیتِ کریمہ میں ہے:

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۚ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾

محل امتحان نمبر ۷، جلالین: ۱۰

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ﴾ اَلذُّلُّ وَالْهَوَانُ ﴿وَالْمَسْكَنَةُ﴾ أَيْ أَثَرُ الْفَقْرِ مِنَ السُّكُوْنِ وَالْخِزْيِ فَهِيَ لَازِمَةٌ لَهُمْ وَإِنْ كَانُوْا اَغْنِيَاءَ لُزُوْمَ الدِّرْهَمِ الْمَضْرُوْبِ لِسِكَّتِهِ ﴿وَبَآءُوْ﴾ رَجَعُوْا ﴿بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ﴾ أَيْ اَلضَّرْبُ وَالْغَضَبُ ﴿بِأَنَّهُمْ﴾ بِسَبَبِ أَنَّهُمْ ﴿كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۚ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) اور موجودہ دور کے یہود پر آیت کو صادق کیجیے۔

جواب

ترجمہ: اور ان پر ذلت خواری اور محتاجگی یعنی محتاجگی کا قلبی اثر فقر اور ذلت مسلط کر دی گئی جس کی وجہ سے (قلبی) محتاجگی ان کے لیے جزء لاینفک بن گئی ہے اگرچہ وہ دولت مند مذہبی کیوں نہ ہوں جیسا ڈھلے ہوئے سکہ کے لیے ٹھپہ (مہر) لازم ہوتا ہے اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹنا یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ظلما ناحق قتل کرتے تھے اور حد تجاوز کرتے تھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

مذکورہ آیت میں یہودیوں کے فقر و حاجتمندی اور ذلت و خواری کا ذکر ہے یعنی اس کی ذلت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مسلمان اور نصاری کے محکوم اور رعیت رہتے ہیں اگر کسی کے پاس مال وثروت ہوا تو کیا ہوا حکومت سے بالکل محروم کر دیئے گئے ہیں جو موجب عزت تھی اور محتاجگی

Website:MadarseWale.blogspot.com

یہ ہے کہ اول تو یہود میں مال کی قلت اور جن کے پاس مال ہو بھی تو حکام وغیرہ کے خوف سے اپنے آپ کو مفلس اور حاجتمند ظاہر کرتے ہیں شدت حرص اور بخل کی وجہ سے حاجتمندوں سے بدتر نظر آتے ہیں اور اس ذلت ومسکنت اور غضب الٰہی کا باعث ان کا کفر اور انبیاء کا قتل کرنا ہے اسی طرح احکام کی نافرمانی اور حدود شروع سے تجاوز کرنا ہے۔

(ج) موجودہ دور کے یہود پر آیت کو صادق کیجیے:

موجودہ دور کے یہود پر آیت اس طرح صادق آتی ہے کہ آج بھی ان کے پاس مستقل حکومت نہیں ابھی جو محسوس ہو رہا ہے وہ بھی امریکہ کے زیرنگیں ہیں چند سال قبل یہ امریکہ میں تھے لیکن وہاں کے حکمرانوں نے ان کی عیاری دیکھ کر ان کے اپنے ملک سے نکال دیا تھا، اعتراض ہوسکتا ہے کہ یہ سب تو ان کے آباء کو کفر اور ناحق انبیاء کے قتل کی وجہ سے ان کو ملا تھا لیکن یہ تو انبیاء کے قاتل نہیں ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ قاتل نہیں ہیں لیکن آباء کے عمل سے راضی وخوش ضرور ہیں اور (رضی بالکفر کفر ہے)

محل امتحان نمبر ۸، جلالین: ۱۲

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَإِذَا خَلَا﴾ رَجَعَ ﴿بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ قَالُوْا﴾ أَيْ رُؤُسَاؤُهُمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُنَافِقُوْا لِمَنْ نَافَقَ ﴿أَتُحَدِّثُوْنَهُمْ﴾ أَيِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ﴾ أَيْ عَرَّفَكُمْ فِي التَّوْرَاةِ مِنْ نَعْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لِيُحَاجُّوْكُمْ﴾ لِيُخَاصِمُوْكُمْ وَاللَّامُ لِلصَّيْرُوْرَةِ ﴿بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ﴾ فِي الْآخِرَةِ وَيُقِيْمُوْا عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ فِيْ تَرْكِ إِتِّبَاعِهِ مَعَ عِلْمِكُمْ بِصِدْقِهِ ﴿أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ أَنَّهُمْ يُحَاجُّوْنَكُمْ إِذَا حَدَّثْتُمُوْهُمْ فَتَنْتَهُوْا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھتے ہوئے آیت کا مصداق متعین کریں (ج) مفسر علامہ نے (رجع) اور (یقیموا علیکم الحجة الخ) کی عبارت کیوں نکالی ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

اور جب آپس میں تنہائی میں ملتے ہیں تو ان کے سردار جو منافق نہیں ہیں منافقوں سے کہتے ہیں، کیا تم مسلمانوں کو وہ باتیں بتادیتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر منکشف فرمائی ہیں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات جو تم کو تورات میں بتائی ہیں تا کہ تم پر اس کے ذریعہ آخرت میں تمہارے رب کے روبرو حجت قائم کریں یعنی تمہارے ساتھ مخاصمت کریں اور لام صیرورت کے لیے ہے اور اس (محمد) کی ترکِ اتباع پر اس کو سچا نبی جاننے کے باوجود حجت قائم کریں گے کیا تم لوگ نہیں سمجھتے ہو کہ اگر تم ان کو وہ باتیں بتلادو گے تو وہ تم پر حجت قائم کریں گے؟ لہٰذا تم اپنی ان حرکتوں سے باز آجاؤ۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یہود میں دو طرح کے لوگ تھے، ایک وہ جو کھلم کھلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے اور ایک وہ جو کھلم کھلا تو مخالفت نہیں کرتے تھے؛ لیکن اندرونی طور پر مخالفت کرتے تھے؛ چنانچہ یہود کے منافق تورات کی کچھ باتیں بطورِ خوش آمد مسلمانوں سے بیان کردیتے تھے، تو دوسرے یہود جو کھلم کھلا مخالفت کرتے تھے ان منافقوں کی ان حرکت سے خفاء ہوتے تھے اور تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئیاں موجود ہیں ان کو مسلمانوں سے بیان کرنے سے روکتے تھے، اور کہتے تھے تم ایسا نہ کرو؛ ورنہ مسلمان تمہارے رب کے سامنے تمہاری بتائی ہوئی باتوں سے تم پر الزام قائم کریں گے کہ تم نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچ جان کر بھی ایمان نہیں لائے اور تمہیں لاجواب ہونا پڑے گا۔

آیت کا مصداق:

آیتِ کریمہ کے مصداق منافقین ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) مفسر علام نے (رجع) کی عبارت کیوں نکالی؟

مفسر علام نے (رجع) نکال کر ایک اشکال کا جواب دیا ہے۔

اشکال: خلا کا صلہ إلیٰ نہیں آتا ہے پھر یہاں پر خلا کا صلہ إلیٰ کس طرح استعمال ہوا ہے؟

جواب: مفسر علام نے فرمایا کہ یہاں پر خلا، رجع کے معنیٰ میں ہے، اور رجع کا صلہ إلیٰ آتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

یقیموا إلخ کی عبارت کیوں نکالی؟

اس کے ذریعہ ایک اشکال کو دفع کیا ہے۔

اشکال: یہ ہے کہ فِي الآخرۃ، لیحآجّوکم سے متعلق ہے، اور مطلب ہے وہ تورات کی باتیں اس لیے چھپاتے تھے، تاکہ مسلمان ان کے خلاف حجت قائم نہ کرسکیں، اب اس سے یہ اعتراض وارد ہوگا کہ ان کا یہ چھپانا علام الغیوب کے سامنے حجت قائم کرنے سے کیسے مانع ہوسکتا ہے؟

جواب: مفسر علام نے اس اشکال کو دفع کرنے کے لیے اس عبارت کو ذکر کیا ہے۔

(حاشیہ جلالین)

محل امتحان نمبر ۹، جلالین: ۱۳

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ فِي التَّوْرَاةِ وَقُلْنَا ﴿لَا تَعْبُدُوْنَ﴾ بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ ﴿اِلَّا اللّٰهَ﴾ خَبَرٌ بِمَعْنَى النَّهْيِ ﴿وَ﴾ أَحْسِنُوْا ﴿بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى﴾ عَطْفٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ ﴿وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ﴾ قَوْلًا ﴿حَسَنًا﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِضَمِّ الْحَاءِ وَسُكُوْنِ السِّيْنِ مَصْدَرٌ وُصِفَ بِهٖ مُبَالَغَةً.

Website:MadarseWale.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) خبر بمعنی النہی کی تشریح کریں اور اس کو نہی کے معنیٰ میں کیوں لیا جا رہا ہے؟ (د) بِالْوَالِدَیْنِ سے قبل احسنوا کا اضافہ کیوں کیا گیا؟ نیز بتائیں کہ (مصدر وصف الخ) سے کس اشکال کا جواب دیا گیا ہے؟

جواب

ترجمہ: اور یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے تورات میں بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور کہا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرنا (تَعْبُدُوْنَ) میں یاء اور تاء دونوں ہیں اور لَاتَعْبُدُوْنَ خبر بمعنی نہی ہے، اور والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ ذی القربی بمعنی قرابت ہے، اور ذي القربى کا عطف والدین پر ہے، اور یتیموں مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور لوگوں سے بھلی بات کہنا اور ایک قراءت میں (حُسْنًا) حاء کے ضمہ اور سین کے سکون کے ساتھ ہے جو کہ مصدر ہے بطور مبالغہ صفت لایا گیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یہ آپ علیہ السلام کے زمانہ میں موجود یہودیوں کے اسلاف کی بدعنوانیوں کا سلسلہ وار ذکر ہے، یہود کے اسلاف کی بدعنوانیوں کو بیان کرنے کا منشاء یہ ہے کہ موجودہ یہود کج فطرت اس لیے ہیں کہ یہ تخم بد کے شجر خبیث کے برگ و بار ہیں ان میں سے خیر کی توقع رکھنا شیطان سے خیر کی توقع رکھنا ہے۔ آپ ان کے اسلاف کے کرتوتوں کو ذرا یاد کریں کہ جب ہم نے ان سے عہد لیا تھا یعنی ان کو احکامِ عشر پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا؛ مگر انہوں نے تمام احکام کو پسِ پشت ڈال دیا جس کے نتیجے میں ہم نے ان کے اوپر کوہِ طور کو معلق کر دیا جب پہاڑ کو نیچے آتا دیکھتے تو احکام قبول کر لیتے اور جب واپس جاتا دیکھتے تو پھر منکر ہو جاتے چند لوگ مثلاً عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب توریت کے پابند رہے اور توریت کے منسوخ ہونے کے بعد شریعتِ محمدی کو قبول کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہو گئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) خبر بمعنیٰ النہی کی تشریح:

لَاتَعْبُدُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر ہونے کی وجہ سے جملہ خبریہ ہے، اسی وجہ سے اس کا نون اعرابی ساقط نہیں ہوا؛ مگر یہ جملہ انشائیہ کے معنیٰ میں ہے اور لَاتَعْبُدُوْ کے درجے میں ہے اور نہی کو مضارع منفی کی صورت میں بیان کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ صراحتاً نہی سے کنایۃً نہی اولیٰ ہے؛ کیونکہ نہی بصورتِ مضارع منفی سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ گویا حکم کی تعمیل ہو چکی ہے، اب اس کی خبر دی جارہی ہے۔

(د) بِالْوَالِدَیْنِ سے قبل احسنوا کا اضافہ کیوں کیا گیا؟

احسنوا کا اضافہ اس لیے کیا گیا؛ تاکہ یہ اعتراض ختم ہوجائے کہ:

اعتراض: بالوالدین کا عطف جو کہ جارمجرور ہے لَاتَعْبُدُوْنَ پر جو کہ غیر جارمجرور ہے درست نہیں ہے؛ جب احسنوا کو محذوف مان لیا گیا تو اعتراض ختم ہو گیا اور امر کا صیغہ مقدر مان کر اس بات کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ عطف لَاتَعْبُدُوْنَ کے معنیٰ پر ہے نہ کہ لفظ پر۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(مصدر وصف الخ) سے کس اشکال کا جواب دیا گیا ہے؟

اس کے ذریعہ مصدر کا حمل ذات پر درست نہیں والے اشکال کا جواب دیا گیا ہے کہ حُسْنًا مصدر کا حمل یہاں ذات پر کرنا کیسے درست ہے؟ تو جواب دیا کہ یہاں مصدر کو صفت لایا گیا ہے مبالغہ کے طور پر جیسے کہ زَیْدٌ عَدْلٌ میں، لہٰذا اب کوئی اعتراض نہیں۔

محل امتحان نمبر ۱۰، جلالین: ۱۶

(الف) عبارت با اعراب: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ﴾ اَیْ نُزِلْ حُكْمَهَا إِمَّا مَعَ لَفْظِهَا أَوْ لَا وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِضَمِّ النُّوْنِ ﴿اَوْ نُنْسِهَا﴾ نُؤَخِّرُهَا فَلَا نُزِلْ حُكْمَهَا وَنَرْفَعُ تِلَاوَتَهَا أَوْ نُؤَخِّرُهَا فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِلَا هَمْزٍ مِنَ النِّسْيَانِ أَيْ

Website:MadarseWale.blogspot.com

نُنْسِهَا نَمْحُهَا مِنْ قَلْبِكَ ﴿نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا﴾ فِي التَّكْلِيفِ وَالثَّوَابِ ﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ وَمِنْهُ النَّسْخُ وَالتَّبْدِيلُ وَالْإِسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيرِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) بیان کردہ مختلف قرأتوں کو ملحوظ رکھ کر مطلب تحریر کریں (ج) شانِ نزول تحریر کریں (د) نسخ کی اصطلاحی تعریف کریں مانسخ میں (ما) کیسا ہے؟ اور (نأت بخیر) ترکیب میں کیا واقع ہے؟ واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: ہم جس آیت کو منسوخ کردیں یعنی اس کے حکم کو زائل کردیں یا تو مع لفظ کے (یعنی تلاوت اور حکم دونوں کو) یا بغیر لفظ کے (صرف حکم کو) اور ایک قرءت میں نُنْسِخَ. أَنْسخ سے نون کے ضمہ کے ساتھ ہے، یعنی تم کو یا جبرئیل کو اس نسخ کا حکم دیتے ہیں، یا اس کو مؤخر کردیں تو ہم اس کے حکم کو زائل (منسوخ) نہیں کرتے، اور اس کی تلاوت اُٹھالیتے ہیں یا اس کو لوحِ محفوظ میں مؤخر (موقوف) کردیتے ہیں اور ایک قراءت میں بغیر ہمزہ کے ہے نُنْسِهَا نسیان سے مشتق ہے، اور اس کو ہم آپ کے قلب سے مٹادیتے ہیں (یعنی) ہم اس سے بہتر یا اس کے برابر حکم لے آتے ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مَا نَنْسَخْ الخ:

اس آیت میں (مَا) شرطیہ ہے۔ (نسخ) کی تین صورتیں ہیں:

(۱) تلاوت وحکم دونوں منسوخ ہوں (اما مع لفظها) سے یہی بتلانا چاہتے ہیں۔

(۲) تلاوت منسوخ اور حکم باقی۔

(۳) حکم منسوخ ہو اور تلاوت باقی رہے۔

مانسخ: میں دو قرأتیں ہیں: ایک نون کے ضمہ کے ساتھ جس کا مطلب یہ ہے کہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہم تم کو یا جبرئیل کو نسخ کا حکم دیتے ہیں اور ایک قرأت نون کے فتحہ کے ساتھ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خود نسخ کرتے ہیں۔

اوننسھا: اس کی بھی دوصورتیں ہیں:

(۱) نسأءٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ مؤخر کرنا یعنی ہم اس کو مؤخر کرتے ہیں۔

(۲) نِسْیَانٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں بھلانا، یعنی ہم اس کو آپ کے دل و دماغ سے مٹادیتے ہیں اور پھر اس سے بہتر حکم نازل کرتے ہیں یا اس کے برابر۔

نوٹ: مفسر علام نے بلا ہمزہ کیا ہے ان کے سامنے ہمزہ والا نسخہ ہوگا۔

(ج) شانِ نزول:

یہودی تورات کو نا قابلِ تنسیخ مانتے تھے اور جب انہوں نے قرآن کریم کی بعض آیتوں کے نسخ ہونے کو دیکھا تو اعتراض کیا، تو ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(د) نسخ کی اصطلاحی تعریف:

نسخ کے معنیٰ لغتاً مٹانا، باب (ن) اور اصطلاحِ متاخرین میں نَسْخُ حُکْمٍ شَرْعِيٍّ بِدَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ عَنْهُ حَتّٰى لَايَجُوْزُ اِمْتِثَالُهٗ. (الفوز الکبیر) نَاْتِ بِخَيْرٍ جوابِ شرط واقع ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۱۱، جلالین ۱۶:

(الف) عبارت با اعراب: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا﴾ مَاتُؤْمَرُوْنَ بِهٖ سِمَاعَ قُبُوْلٍ ﴿وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ مُؤْلِمٌ هُوَ النَّارُ ﴿مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ مِنَ الْعَرَبِ عَطْفٌ عَلٰى أَهْلِ الْكِتَابِ وَمِنْ لِلْبَيَانِ ﴿اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ﴾ زَائِدَةٌ ﴿خَيْرٍ﴾ وَحْيٍ ﴿مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ حَسَدًا لَكُمْ ﴿وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ

Website:MadarseWale.blogspot.com

مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) شانِ نزول تحریر کریں

(ج) (رَاعِنَا) کی تحقیق لکھیں اور مفسر کے (سماع قبول) اور (حسداً لکم) کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اے ایمان والو! تم نبی کو راعنا نہ کہا کرو؛ بلکہ اس کے بدلے انظرنا کہا کرو اور جس بات کا حکم دیا جائے اس کو غور سے سنا کرو اور کافروں کے لیے تکلیف دہ دردناک عذاب ہے اور وہ آگ ہے یہ لوگ جنہوں نے حسد کی وجہ سے (دعوتِ حق کو قبول کرنے سے) انکار کر دیا اہلِ کتاب ہو یا مشرکینِ عرب اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے کوئی خیر (مثلاً) وحی نازل ہو (وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ) کا عطف اہلِ کتاب پر ہے اور من بیانیہ ہے اور (مِنْ خَيْرٍ) میں (مِنْ) زائد ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت یعنی نبوت کے لیے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) شانِ نزول:

یہود اپنی دشمنی اور بغض و عناد کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی مجلس میں آپ کو مخاطب کرنے کے لیے راعنا کہتے تھے اور چوں کہ یہ لفظ عبرانی زبان میں فحش گالی کا تھا؛ اس لیے وہ اس گالی کو مراد لیتے تھے یا اس کے دوسرے معنیٰ چرواہے کا ہے وہ اس کو مراد لیتے تھے آپ کی تنقیص کے لیے؛ لیکن سادہ لوح مسلمان اس لفظ کی رعایت سے خیال کرنے کے معنیٰ میں سمجھتے تھے اور چوں کہ وہ یہود کی بدنیتی سے واقف نہ تھے؛ اس لیے ان کی دیکھا دیکھی یہ بھی آپ کو مخاطب کرنے کے لیے راعنا کا استعمال کرنے لگے، اس پر اللہ نے آیت نازل فرمائی اور مسلمانوں کو لفظ راعنا کے استعمال سے منع کر دیا اور یہود کی بدنیتی اور

Website:MadarseWale.blogspot.com

خباثت کو برسرعام ظاہر کردیا، اگرچہ مسلمان یہود کے معنیٰ میں اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے تھے؛لیکن پھر بھی یہود کی مناسبت ہو رہی تھی اور ایک اعتبار سے یہود کی تائید ہوتی تھی اس لیے منع فرمادیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج)(رَاعِنَا) کی تحقیق:

راعنا فعل امر واحد حاضر کا صیغہ ہے یہ اگر (مراعاۃ) سے ماخوذ ہو تو معنیٰ ہوگا (رقبنا) یعنی مبالغہ فی الرعایۃ اور مسلمان اس لفظ کو اسی معنیٰ میں استعمال کرتے تھے۔اور (رعونت) سے ماخوذ ہو تو اس کا معنیٰ احمق کے آتے ہیں۔اور اگر (راعی) سے مشتق ہو تو اس کے معنیٰ چرواہے کے آتے ہیں، اور اسی طرح عبرانی زبان میں یہ لفظ فحش گالی کے لیے بھی آتا ہے۔ یہود انہی آخرالذکر معنوں میں استعمال کرکے آپ کی تنقیص کیا کرتے تھے۔یہ لفظ بر بناء مفعول محلاً منصوب ہے۔

مفسر کے (سماع قبول) اور (حسداً لکم) کی وضاحت:

سماع قبول: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب آپ علیہ السلام کچھ بیان فرمائیں تو اس کو حضورِ قلبی کے ساتھ سنو، یہود کی طرح نہیں کہ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا؛ بلکہ جس بات کو سنو، عمل کے جذبہ سے یقین کے ساتھ اور ادب واحترام کرتے ہوئے۔

حسدًا لکم: اس عبارت کو لاکر مفسر نے اِس بات کو بتایا ہے کہ (مَايَوَدُّ الَّذِيْنَ إلخ) میں موجود نفی کی علت محذوف ہے اور وہ (حسدًا لکم) ہے جو کہ مفعول لہٗ ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہود بر بناء حسد ایسا کرتے تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ پر کچھ خیر نازل ہو۔ بہرحال! یہود کا حسد تو اس وجہ سے تھا کہ سمجھتے تھے کہ پیغمبر آخرالزماں ان کی برادری میں مبعوث ہوں گے؛ کیونکہ یہ لوگ ابناءِ انبیاء ہیں، اور مشرکین کو حسد تو وہ اس وجہ سے تھا کہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ عرب کی ریاست وحکومت ہمارے پاس ہے، اگر نبوت ملنی چاہیے تھی تو ہمیں ملنی چاہیے تھی ان کو کیوں مل گئی؟ (حاشیہ جلالین)

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۱۲، جلالین:۱۹

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَمَنْ﴾ اَیْ لَا ﴿یَرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ اِبْرٰھٖمَ﴾ فَیَتْرُکُھَا ﴿اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ﴾ جَهِلَ أَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ لِلّٰهِ يَجِبُ عَلَيْهَا عِبَادَتُهٗ أَوْ اسْتَخَفَّ بِهَا وَامْتَهَنَهَا ﴿وَ لَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ﴾ اِخْتَرْنَاهُ ﴿فِي الدُّنْيَا﴾ بِالرِّسَالَةِ وَالْخُلَّةِ ﴿وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) (سَفِهَ نَفْسَهٗ) کے ذیل میں مفسر کی تفسیری نوٹ کی وضاحت کریں (ج) اور بتایئے کہ (وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا الخ) کا ماقبل سے کیا ربط ہے؟ (د) شان نزول بھی تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: اور کون ہے؟ یعنی کوئی نہیں، جو بے رغبتی کرے ملت ابراہیمی سے کہ اس کو ترک کر دے مگر وہی جس نے اپنے آپ کو بیوقوف بنالیا یعنی جو بے وقوف محض ہو گا وہ ملت ابراہیمی سے بے رغبتی کرے گا، اور اس بات سے ناواقف ہو کہ وہ اللہ کی مخلوق ہے، اور یہ کہ اس پر اللہ کی عبادت واجب ہے، یا یہ معنی ہے کہ اس نے اپنے نفس کی تحقیر کی ہے اور اس کو ذلیل کر رکھا ہے تو اسے دنیا میں بھی رسالت و دوستی کے لیے منتخب کر لیا ہے اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی ان صالحین میں ہو گا جن کے لیے مراتب عالیہ ہیں۔

(ب) (سَفِهَ نَفْسَهٗ) کے ذیل میں مفسر کی تفسیری نوٹ کی وضاحت:

مفسر علام نے (سَفِهَ نَفْسَهٗ) کے تحت (جَهِلَ اَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ) نکالا ہے، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ (سفہ) بذات خود متعدی نہیں ہوتا جبکہ اس کے ساتھ جہل کے معنی کو لازم نہ قرار دیا جائے یعنی جہل کے معنی کو لازم قرار دینے کے بعد وہ تعدی ہوتا ہے اس وقت اس کے اپنے نفس سے ناواقف ہونے کا یہ معنی ہو گا کہ اس نے اپنے نفس میں غور و فکر

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

نہیں کیا کہ جس سے وہ اس بات پر استدلال کرتا کہ اس نفس کا کوئی صانع ہے جس نے نفس کے فعل کو مضبوط بنا دیا ہے، اس کے بعد وہ والد پر ایمان لے آتا۔

اور (أَوِ اسْتَخَفَّ بِهَا) سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ (سَفِه) میں دوسری صورت یعنی بذات خود متعدی ہونا ممکن ہے جیسا کہ (سَفِه) مشددہ کی صورت میں بذات خود متعدی ہوتا ہے اس صورت میں اس کا اپنے نفس کا حقیر بنانے کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اس عبادت کو ترک کر دیا جس سے ہمیشہ کی عزت حاصل ہوتی ہے۔

(ج) وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ کا ماقبل سے رطب کیا ہے؟

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ یہ اللہ کے قول (مَنْ يَرْغَب) کی حجت ہے یعنی جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا و آخرت دونوں جگہ اپنا پسندیدہ بنالیا اور چن لیا ہے تو پھر ملتِ ابراہیمی سے اعراض کا کیا معنیٰ؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) شان نزول:

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عبداللہ ابن سلام جب اسلام لے آئے تو انہوں نے اپنے دو بھتیجے ایک کا نام سلمہ، اور دوسرے کا نام مہاجر تھا ان دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ تم بخوبی واقف ہو کہ اللہ تعالیٰ تورات میں فرمایا ہے کہ میں اولاد اسماعیل میں ایک نبی مبعوث کرنے والا ہوں جس کا نام (احمد) ہوگا جو اس پر ایمان لائے گا وہ ہدایت یافتہ ہوگا، اور جو اس پر ایمان نہیں لائے گا وہ ملعون ہوگا تو ان دونوں میں سے ایک سلمہ اسلام لے آئے اور دوسرے نے انکار کر دیا، جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

محل امتحان نمبر ۱۳، جلالین: ۲۱

(الف) عبارت باعراب: ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ﴾ الْجُهَّالُ ﴿مِنَ النَّاسِ﴾ أَيِ الْيَهُوْدِ وَالْمُشْرِكِيْنَ ﴿مَا وَلّٰهُمْ﴾ أَيُّ صَرَفَ النَّبِيَّ وَالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿عَنْ

Website:MadarseWale.blogspot.com

قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا﴾ عَلٰى اِسْتِقْبَالِهَا فِي الصَّلٰوةِ وَهِيَ بَيْتُ الْمَقْدِسِ وَالْاِتْيَانُ بِالسِّيْنِ الدَّالَّةِ عَلَى الْاِسْتِقْبَالِ مِنَ الْاِخْبَارِ بِالْغَيْبِ ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ﴾ الْجِهَاتُ كُلُّهَا فَيَامُرُ بِالتَّوَجُّهِ إِلٰى أَيِّ جِهَةٍ شَاءَ لَا اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ ﴿يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ دِيْنِ الْإِسْلَامِ أَيْ وَمِنْهُمْ أَنْتُمْ دَلَّ عَلٰى هٰذَا ﴿وَكَذٰلِكَ﴾ كَمَا هَدَيْنَاكُمْ إِلَيْهِ ﴿جَعَلْنٰكُمْ﴾ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﴿أُمَّةً وَّسَطًا﴾ خِيَارًا عُدُوْلًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگاکر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں۔

(ج) بتائیے کہ مفسر علام نے (مَاوَلّٰهُمْ) کے بعد أَيُّ شَيْئٍ اور والاتيان بالسين إلخ اور (يَشَآءُ) کے بعد هدايته نکال کر کیا بتایا ہے؟

جواب

ترجمہ: نادان جاہل لوگ یعنی یہود ومشرکین عنقریب کہیں گے کہ کس چیز نے پھیر دیا ان کو یعنی نبی اور مومنین کو اس قبلہ سے جس پر وہ تھے یعنی نماز میں اب تک جس قبلہ کی طرف رُخ کرتے تھے اور وہ بیت المقدس ہے اور سین استقبالیہ کو لانا اخبار بالغیب کے قبیل سے ہے اور کہہ دیجیے کہ مشرق ومغرب کا مالک اللہ ہی ہے یعنی تمام جہاں اسی کی ملک ہے، لہٰذا اسے حق ہے کہ جس جہت کی جانب چاہے رُخ کرنے کا حکم دے، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں، وہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کو سیدھی یعنی دینِ اسلام کی راہ دکھا دیتا ہے اور ان میں (اے مؤمنو!) تم بھی ہو جن کو راہِ مستقیم دکھائی اور ہم نے اسی طرح جس طرح تم کو راہِ مستقیم دکھائی اے امتِ محمدیہ! تم کو خیر اُمت یعنی معتدل امت بھی بنایا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو تقریباً سولہ یا سترہ مہینے

Website:MadarseWale.blogspot.com

تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے، اس کے بعد کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم نازل ہوگیا تو یہود اور مشرکین اور منافقین اور بعض کمزور مسلمان ان کے بہکانے سے شبہ ڈالنے لگے کہ یہ تو بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جو کہ پہلے نبیوں کا قبلہ تھا، اب انہیں کیا ہوا کہ وہ کعبہ کی طرف رُخ کرنے لگے، کسی نے کہا کہ یہود کی عداوت وحسد میں ایسا کیا کسی نے کہا کہ یہ اپنے دین میں متردد ومتحیر ہیں جس سے ان کا نبی اللہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا، تو اللہ نے ان مذکورہ آیتوں کو نازل فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین کے ان اعتراضوں سے باخبر کردیا اور ان کے اعتراضوں کا جواب بھی دے دیا؛ تاکہ اگر اب وہ سوال کریں تو بلا جھجک جواب دے دیا جائے یعنی اے نبی! آپ کہہ دیجیے کہ ہمارا قبلہ کو بدلنا یہ یہود کی حسد یا کسی اور وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کے حکم کی وجہ سے ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ ہر جہات کا مالک ہے، اپنی مصلحت وحکمت کے تحت ہر قوم ونبی کو جس جانب چاہتا ہے رُخ کرواتا ہے اور آگے فرمایا کہ جس طرح تمہارا قبلہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیم کا قبلہ ہے اور تمام قبلوں سے افضل ہے، اسی طرح ہم نے تم کو تمام امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو تمام پیغمبروں سے افضل کامل اور برگزیدہ بنایا۔

(ج) مفسر علام نے (مَاوَلّٰهُمْ) کے بعد أَيُّ شيئٍ:

أَيُّ شيئٍ نکال کر بتلانا چاہتے ہیں کہ مَاوَلّٰهُمْ میں ما استفہامیہ ہے اور أي شيئ کے معنی میں ہے۔ (حاشیہ جلالین)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

والاتیان بالسین إلخ:

اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ سیقول السّفهآء میں جس چیز کی خبر دی جارہی ہے وہ ابھی نہیں؛ بلکہ زمانۂ آئندہ میں پیش آنے والی ہے، اور اس کے بارے میں ابھی خبر دینا انباءِ غیب میں سے ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(مَنْ یَّشَآءُ) کے بعد ھدایتہ:

منیشآء کے بعد ھدایتہ نکال کر یہ بتادیا کہ یَشَآءُ کا جومفعول ہے وہ ھدایت ہے نہ کہ مَنْ جوکہ ماقبل میں مذکور ہے۔

محل امتحان نمبر ۱۴، جلالین :۲۱

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ﴾ عِلْمَ ظُهُوْرٍ ﴿مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ﴾ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوْفٌ أَيْ وَإِنَّهَا ﴿كَانَتْ﴾ أَيِ التَّوْلِيَةُ ﴿لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ﴾ مِنْهُمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) شانِ نزول تحریر کریں (د) مفسر علام نے (لِنَعْلَمَ) کے بعد (علم ظهور) کیوں نکالا ہے؟ نیز تفسیری فوائد کی روشنی میں (اِنْ كَانَتْ) سے (هَدَى اللّٰهُ) تک ترکیب نحوی کریں۔

جواب

ترجمہ: اور جس سمتِ قبلہ پر تم پہلے تھے اس کو ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا تاکہ ہم علم ظہور کے طور پر ظاہر کردیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون اتباع کرتا ہے اور کون ہے جو اُلٹا پھر جاتا ہے؟ گو تبدیلِ قبلہ کا یہ کام مشکل ہے اِنْ مخفّفة عن المثقّلة ہے اور اس کا اسم محذوف ہے (دراصل) وإنّها تھا؛ مگر ان میں سے جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے (ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے)۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یعنی اصلی قبلہ تو تمہارا کعبہ ہی تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلا آتا

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہے اور چندروز کے لیے جو بیت المقدس کو قبلہ کر دیا گیا تھا وہ تو محض امتحان کے لیے تھا کہ کون تابعداری پر قائم رہتا ہے اور کون دین سے پھر جاتا ہے سو جو اس معاملہ میں دین پر قائم ہے ان کا بڑا رتبہ ہے اور یہ امتحان ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سخت ہوگا؛ اس لیے کہ سخت چیز کا ہی امتحان لیا جاتا ہے؛ چنانچہ آگے فرمایا کہ یہ شاق گزرا لوگوں پر؛ مگر ہاں! جو اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ عام مسلمانوں کو تو اس وجہ سے کہ وہ عموماً عرب اور قریش تھے اور کعبہ کی افضلیت کے معتقد تھے ان کو اپنا خیال رسم وعادت کے خلاف کرنا پڑا اور خواص کے گھبرانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ ملّت ابراہیمی کے خلاف تھا، اور اخص الخواص جن کو ذوقِ سلیم اور تمیز مراتب کی لیاقت تھی وہ کعبہ کے بعد بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کو ترقئ معکوس سمجھتے تھے؛ مگر جن حضرات کو حکمت و اسرار تک رسائی تھی ان کو پریشانی نہیں ہوئی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) شانِ نزول:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں بیت المقدس کی طرف قبلہ بنانے کا حکم تھا، پھر سولہ یا سترہ مہینہ کے بعد کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم نازل ہوا، اس پر اعتراضات ہونے لگے یہود ومشرکین اور بعض مسلمانوں کی طرف سے، اسی وجہ سے کمزور مسلمانوں کی ایک جماعت مرتد بھی ہوگئی، اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور بتادیا کہ یہ امتحان ہی تھا؛ تاکہ جان جائیں علمِ ظہور کے طور پر کہ کون پکا مسلمان ہے اور کون صرف نام کا اپنی جان بچانے کے لیے۔

(د) مفسر علام نے (لِنَعْلَمَ) کے بعد (علم ظهور) کیوں نکالا ہے؟

لِنَعْلَمَ کی تفسیر میں علمِ ظہور نکال کر ایک سوالِ مقدر جواب دیا ہے۔

سوال: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تو قدیم ہے جو متجدد نہیں ہوتا؛ لیکن یہاں مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو علمِ الٰہی کے متجدد ہونے کی خبر دے رہا ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب: جواب دیا کہ اللہ کا علم تو قدیم ہے اس کو علم کی ضرورت نہیں؛ لیکن یہ امتحان لیا گیا تا کہ علمِ ظہور کے طور پر جان جائیں اور تمام مسلمانوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ کون مومن ہے اور کون کافر یعنی تم پر ظاہر ہو جائے کہ ہمارا علم مومنین اور کافرین کے امتیاز کے سلسلے میں ہے۔

تفسیری فوائد کی روشنی میں (اِنْ كَانَتْ) سے (هَدَى اللّٰهُ) تک ترکیب نحوی:

ان مخففہ من المثقلة یعنی یہ اِنّ حروفِ مشبّہ بالفعل ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور وہ ھا ضمیر ہے یعنی اصل عبارت ہے (انّھا) کانت افعالِ ناقصہ، ضمیر اس کا اسم، لکبیرة إلا إلخ مل ملا کر کانت کی خبر، کانت اپنے اسم وخبر سے مل کر (اِنَّ) کی خبر (اِنَّ) اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

محل امتحان نمبر ۱۵، جلالین: ۲۳

(الف) عبارت بااعراب: ﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ﴾ أَيْ تَلَبَّسَ بِالْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ وَأَصْلُهُمَا الْقَصْدُ وَالزِّيَارَةُ ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ أَنْ يَّسْعٰى بَيْنَهُمَا سَبْعًا ﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیر اور شانِ نزول لکھیں (ج) اور بتائیں کہ سعی بین الصفا والمروۃ واجب ہے یا سنت یا فرض؟ احناف ؒ کیا فرماتے ہیں اور شوافعؒ کا کیا مسلک ہے (د) لفظ (یطوف) کی کیا اصل ہے اور (طواف) سے یہاں کیا مراد ہے۔

جواب

ترجمہ: یقیناً صفا ومروہ اللہ کی نشانیاں ہیں سو جس نے بیت اللہ کا حج کیا یا عمرہ کیا یعنی

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

حج وعمرہ کا احرام باندھا اور حج کا اصلی معنی قصد وزیارت کے ہیں تو ان کے لیے صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اس طریقہ پر کہ صفا ومروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرے اور جو شخص اختیاری طور پر کوئی کارِ خیر کرے تو اللہ تعالیٰ بے شک اس کے عمل کا قدردان اور خبردار ہے۔

(ب) تفسیر:

اس سے قبل تذکرہ ہوا تحویلِ قبلہ اور کعبہ کے تمام قبلوں سے افضل ہونے کا، اب اس کے محلِ اداء حج وعمرہ ہونے کو بیان فرماتے ہیں؛ تاکہ ﴿وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکُمۡ﴾ کی تصدیق وتکمیل ہو جائے، صفا اور مروہ یہ دو پہاڑیاں ہیں مکہ میں، اہلِ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہمیشہ حج کرتے رہے اور جب حج کرتے تو ان دو پہاڑیوں کا بھی طواف کرتے تھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

شانِ نزول:

کفر کے زمانہ میں ان دونوں پہاڑیوں پر دو بت (ضعف ونائلہ) نام کے رکھے ہوئے تھے اور لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے اور طواف کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ طواف ان دو بتوں کی تعظیم کے لیے ہے جب لوگ مسلمان ہوئے اور بت پرستی سے تائب ہوئے تو خیال ہوا کہ صفا مروہ کا طواف تو ان بتوں کی تعظیم کے لیے تھا اور جب بتوں کی تعظیم حرام ہوئی تو صفا ومروہ کا طواف بھی ممنوع ہونا چاہیے اور صفا ومروہ کے پاس جانے سے وہ کترا رہے تھے، انکو یہ معلوم نہ تھا کہ صفا ومروہ کا طواف تو اصل میں حج کے لیے تھا کفار نے اپنی جہالت سے اس پر بت رکھ چھوڑے تھے اور انصار مدینہ چوں کہ کفر کے زمانہ میں بھی صفا ومروہ کے طواف کو برا جانتے تھے اسلام کے بعد بھی ان کو اس طواف میں خلجان ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم تو پہلے سے اس کو مذموم جانتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا اس کے طواف میں کوئی خلجان نہیں ہونا چاہیے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) سعی بین الصفا والمروہ اور حنفیہؒ وشوافعؒ کا مسلک:

سعی بین الصفا والمروہ واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سنت ہے۔ (حاشیہ جلالین)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اور امام مالکؒ وشافعیؒ کے نزدیک فرض ہے۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور اس کے ترک پر ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔

(د) لفظ (یطوف) کی کیا اصل ہے اور (طواف) سے یہاں کیا مراد ہے؟

یَطَّوَّفُ اصل میں یتطوّف ہے، اس میں تاء کا طاء میں ادغام ہوا ہے اور یہاں پر طواف سے مراد سعی بین الصفا والمروہ ہے نہ کہ کعبۃ اللہ کے ارد گرد چکر لگانا۔

محل امتحان نمبر ۱۶، جلالین: ۲۳

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ أَيْ غَيْرِهٖ ﴿اَنْدَادًا﴾ أَصْنَامًا ﴿يُّحِبُّوْنَهُمْ﴾ بِالتَّعْظِيْمِ وَالْخُضُوْعِ ﴿كَحُبِّ اللّٰهِ﴾ أَيْ كَحُبِّهِمْ لَهٗ ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ مِنْ حُبِّهِمْ لِلْأَنْدَادِ ﴿وَ لَوْ يَرَى﴾ تَبْصُرُ يَامُحَمَّدُ ﴿الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا﴾ بِاتِّخَاذِ الْأَنْدَادِ ﴿اِذْ يَرَوْنَ﴾ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ يَبْصُرُوْنَ ﴿الْعَذَابَ﴾ لَرَأَيْتَ عَظِيْمًا وَإِذْ بِمَعْنَى إِذَا ﴿اَنَّ﴾ أَيْ لِأَنَّ ﴿الْقُوَّةَ﴾ الْقُدْرَةَ وَالْغَلَبَةَ ﴿لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں (د) یتّخذ کے دونوں مفعول یحبّونھم کی دونوں ضمیروں کے مراجع اور اشدّ کے مفضل اور مفضل علیہ متعین کریں۔

جواب

ترجمہ: اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ یعنی بتوں کو اللہ کا ہمسر ٹھہراتے ہیں تعظیم

Website:MadarseWale.blogspot.com

اور عاجزی کے ذریعہ ان سے ایسی گرویدگی کا معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ اللہ کے ساتھ اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں، ان کے شرکاء کی محبت کے مقابلہ میں، اور اے محمد! اگر آپ ان لوگوں کو دیکھیں جنہوں نے شرک ٹھہرا کر ظلم کیا ہے جبکہ وہ عذاب کو دیکھیں گے (یرون) معروف و مجہول دونوں ہیں تو آپ ایک امر عظیم دیکھیں گے اور إذ بمعنیٰ إذا ہے؛ اس لیے کہ پوری قدرت اور غلبہ اللہ ہی کے لیے ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یعنی آدمیوں جو کہ شعور و عقل میں جمیع مخلوقات سے افضل ہیں، بعضے ایسے بھی ہیں کہ باوجود دلائل ظاہرہ سابقہ کے غیر اللہ کو حق تعالیٰ کا شریک اور اس کے برابر مانتے ہیں اور صرف اقوال و اعمال ہی میں ان کو اللہ کے برابر نہیں مانتے؛ بلکہ محبت قلبی جو کہ صدورِ اعمال کی اصل ہے اس تک شرک و مساوات کی نوبت پہنچا رکھی ہے؛ لیکن مشرکین کو جو اپنے معبودوں سے محبت ہے مؤمنین کو اپنے اللہ سے اس سے بھی بہت زیادہ اور مستحکم محبت ہے؛ کیونکہ مصائب دنیا میں مشرکین کی محبت بسا اوقات زائل ہوجاتی ہے، برخلاف مؤمنین کے، کہ ان کی محبت رنج و راحت، مرض و صحت، دنیا و آخرت ہر حال میں برابر باقی اور پائدار رہنے والی ہے، اور وہ مشرکین ظالم جنہوں نے خدا کے لیے شریک بنایا ہے اگر وہ اس آنے والے وقت کو دیکھ لیں کہ جس وقت ان کو عذابِ الٰہی کا مشاہدہ ہوگا جس وقت کہ زور سارا اللہ ہی کا ہوگا، عذابِ الٰہی سے کوئی بچ نہیں سکتا، تو ہرگز اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر غیر اللہ کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

أي غیرہ: دون سے غیر کا معنیٰ مراد لینا لازم و ملزوم کے اعتبار سے ہے۔

بالتعظیم والخضوع: یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

اشکال: اشکال یہ ہے کہ خالق ومخلوق کے درمیان محبت میں برابری سمجھ میں نہیں آتی۔

جواب: مفسر نے جواب دیا کہ مراد محبت سے تعظیم اور خضوع ہے، حقیقی محبت مراد نہیں ہے؛ کیونکہ ہر انسان اپنے خالق کی محبت پر فطرۃً پیدا کیا گیا ہے۔

(صاوی: ج/۱)

أي کحبّھم له: یعنی مشرکین کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین محبت میں اللہ تعالیٰ اور بتوں کو برابر کرتے ہیں۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ معنیٰ ہوں کہ مؤمنین کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مشرکین کی محبت بتوں کے لیے ایسی ہی ہے جیسا کہ مؤمنین کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

من حبّھم للأنداد: اس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین محبت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو بھی برابری کا درجہ دیتے ہیں اور مومنین اللہ تعالیٰ کی محبت میں منفرد ہیں، اس وجہ سے مومنین کی محبت اللہ تعالیٰ سے مشرکین کے مقابلے میں اشد اور بڑھی ہوئی ہے۔

تبصر: اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یری سے رویتِ بصری مراد ہے نہ کہ قلبی؛ اس لیے کہ رویتِ قلبی کے لیے دو مفعولوں کی ضرورت ہوگی جو موجود نہیں ہیں۔

لرأیت امرًا عظیمًا: یہ ولو تری کے لو کا جواب ہے۔

إذ بمعنٰی إذا: یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال: إذ ظرف ماضی کے لیے آتا ہے اور رویت عذاب مستقبل میں ہوگا اور مستقبل إذا کا محل ہے نہ کہ إذ کا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب: تو مفسر نے جواب دیا کہ یہاں إذ بمعنٰی إذا ہے۔

أي لأن: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ (لو) شرطیہ کا جواب رأیتَ امرًا عظیمًا کی علت ہے؛ اس لیے کہ تمام کی تمام قوت اللہ ہی کی ہے۔ (صاوی: ج/۱)

أی باتخاذ الأنداد: باء سببیہ ہے ظلموا کا مفعول انفسھم محذوف ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

بالبناء للفاعل والمفعول یبصرون: الباء للفاعل کا مطلب یبصرون کو معروف پڑھنا۔ اور البناء للمفعول کا مطلب اس کو مجہول پڑھنا۔

(د) یتّخذ کے دونوں مفعول:

يَتَّخِذُ کا مفعول اوّل مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور ثانی اَنْدَادًا ہے۔

یحبّونهم کی دونوں ضمیروں کے مراجع:

يُحِبُّوْنَهُمْ میں هُمْ ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین اور هُمْ ضمیر کا مفعول اَصنامًا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اشدّ کے مفضل اور مفضل علیہ کی تعیین:

مفضل مومنین ہیں اور مفضل علیہ مشرکین ہیں۔

محل امتحان نمبر ۱۷، جلالین: ۲۵

(الف) عبارت بااعراب: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ﴾ اَلْمُمَاثَلَةُ فِي الْقَتْلٰى وَصْفًا وَ فِعْلًا ﴿فِي الْقَتْلٰى ۖ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾ وَبَيَّنَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الذَّكَرَ يُقْتَلُ بِهَا وَ أَنَّهُ تُعْتَبَرُ الْمُمَاثَلَةُ فِي الدِّيْنِ فَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ وَلَوْ عَبْدًا بِكَافِرٍ وَلَوْ حُرًّا ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ﴾ وَ فِي ذِكْرِ أَخِيْهِ تَعَطُّفٌ دَاعٍ إِلَى الْعَفْوِ وَمَنْ مُبْتَدَأٌ شَرْطِيَّةٌ أَوْ مَوْصُوْلَةٌ وَالْخَبَرُ ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیری فوائد لکھیں اور (من مبتدأ شرطيّةٌ أو موصولة) سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ (ج) شانِ نزول لکھیں (د) مفسر نے فلا يقتل مسلم سے کس امام کا مسلک بیان کیا ہے؟ احناف کا اس سلسلے میں کیا مسلک ہے؟ مدلل لکھیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے بارے میں وصفاً اور فعلاً مماثلت (برابری) فرض کی گئی ہے آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے اور عورت عورت کے عوض (قتل کی جائے) اور سنت نے بیان کیا کہ مردوں کو عورتوں کے عوض قتل کیا جائے گا، اور یہ کہ دین میں مماثلت کا اعتبار کیا جائے گا، لہٰذا اگرچہ غلام ہو، کافر کے عوض اگرچہ آزاد ہو قتل نہیں کیا جائے گا، ہاں! کسی کو اپنے مقتول بھائی کی کچھ معافی دے دی جائے، اور بھائی کے ذکر کرنے میں معافی کی داعی شفقت ہے، اور (من) مبتداء ہے، شرطیہ ہو یا موصولہ اور (فاتباع) خبر ہے تو اچھے طریقہ پر (مطالبہ) کرنا ہے، اور خوبی کے ساتھ پہنچا دینا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیری فوائد:

المماثلة: اس سے ایک شبہ کا ازالہ مقصود ہے، شبہ یہ ہے کہ قصاص کا صلہ في نہیں آتا؛ لیکن یہاں پر آیا ہوا ہے یہ کیسے درست ہے؟

جواب: جواب یہ ہے کہ یہاں پر قصاص مماثلۃ کے معنیٰ کو متضمن ہے؛ اس لیے صلہ لانا درست ہے۔

وصفًا و فعلًا: مماثلت فی الوصف کا مطلب یہ ہے کہ حر و عبد کا تفاوت نہ ہو، اور مماثلت فی الفعل کا مطلب یہ ہے کہ جس طریقہ اور جس آلہ سے مقتول کو قتل کیا گیا ہے قاتل کو بھی اسی طرح قصاصاً قتل کیا جائے۔

في ذكر أخيه: لفظ اَخ سے اشارہ ہے اِس بات کی جانب کہ اگرچہ قاتل نے قتل کرکے بہت بڑا ظلم کیا اور ورثاء کو تکلیف پہنچائی ہے؛ لیکن ہے تو تمہارا بھائی ہی، پس اس پر رحم کرو۔

من مبتدأ شرطية أو موصولة کا مطلب:

مَن مبتدا ہے، خواہ شرطیہ ہو یا موصولہ اور فاتباع خبر ہے، اور چوں کہ جوابِ شرط بھی

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہے؛ اس لیے اس پر فاء داخل ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء نے قاتل سے قصاص معاف کر دیا اور دیت لینے پر رضامند ہو گئے تو قاتل کو یہ حکم ہے کہ وہ دیت بحسن وخوبی ادا کرے، بلا وجہ ٹال مٹول سے کام نہ لے۔ اسی طرح مقتول کے ورثاء کو یہ حکم ہے کہ وہ بالکل قاتل کے پیچھے نہ پڑ جائیں اور ہر وقت اس سے دیت کا مطالبہ کرتے رہیں اور یہ نہ سمجھیں کہ انہوں نے قصاص معاف کر کے احسان کیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) شانِ نزول:

ابن کثیر نے ابن حاتم کی سند سے واقعہ نقل کیا ہے کہ زمانۂ اسلام سے کچھ پہلے دو عرب قبیلوں میں جنگ ہوگئی، طرفین کے بہت سے آدمی قتل ہوئے، جن میں مرد و عورت، آزاد و غلام سب تھے، ابھی ان کے معاملہ کا تصفیہ ہونے نہیں پایا تھا کہ زمانۂ اسلام شروع ہوگیا، اور یہ دونوں قبیلے اسلام میں داخل ہو گئے، اسلام لانے کے بعد اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کی گفتگو ہوئی، تو ایک قبیلہ جو کہ زیادہ قوت وشوکت والا تھا اس نے کہا کہ ہم اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک ہمارے غلام کے بدلے تمہارے آزاد اور عورتوں کے بدلے مرد نہ قتل کیے جائیں، ان کے اِس جاہلانہ اور ظالمانہ مطالبہ کی تردید کے لیے مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

(د) مفسر نے فلا يقتل مسلم سے کس امام کا مسلک بیان کیا ہے؟

مفسر نے اس کے ذریعہ امام شافعیؒ کا مسلک بیان کیا ہے۔

احناف کا اس سلسلے میں کیا مسلک ہے؟

احناف کا اس سلسلے میں قول یہ ہے کہ ذمی کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا اور احناف کی دلیل حدیث ہے: أنّ النبي صلّى الله عليه وسلم قتل مسلما بذمي.

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۱۸، جلالین: ۲۶

(الف) عبارت با اعراب: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ﴾ أَيْ أَسْبَابُهُ ﴿إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ﴾ وَجَوَابُ إِنْ مَحْذُوْفٌ أَيْ فَلْيُوْصِ ﴿لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ بِالْعَدْلِ بِأَنْ لَا يَزِيْدَ عَلَى الثُّلُثِ وَلَا يُفَضِّلَ الْغَنِيَّ ﴿حَقًّا﴾ مَصْدَرٌ مُؤَكِّدٌ لِمَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهُ عَلَى ﴿عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾ اَللّٰهُ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِآيَةِ الْمِيْرَاثِ وَبِحَدِيْثِ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ. رواه الترمذي.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) آیت میں ذکر کردہ مسئلہ کی وضاحت کریں (ج) الوصیّة اور حقًّا ترکیب میں کیا واقع ہیں؟ نیز آیتِ میراث سے کون سی آیت مراد ہے؟ اور کیا حدیثِ پاک کتاب اللہ کے لیے ناسخ بن سکتی ہے؟

جواب

ترجمہ: تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے یعنی موت کی علامات ظاہر ہوں اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے، اور ان کا جواب محذوف ہے اور وہ فلیوص ہے، انصاف کے ساتھ اس طریقہ پر کہ ایک ثلث سے زیادہ کی وصیت نہ کرے اور مالدار کو ترجیح نہ دے یہ حق ہے خوفِ خدا رکھنے والوں پر، (حقا) اپنے سابقہ جملہ کے مضمون کے لیے مصدر مؤکد ہے، اور یہ وصیت کا حکم آیتِ میراث اور حدیث لا وصیّة إلخ سے منسوخ ہے، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مسئلہ کی وضاحت:

ابتداءِ اسلام میں جب تک میراث کے حصے مقرر نہیں ہوئے تھے یہ حکم تھا کہ ترکہ کے ایک حصہ میں مرنے والا اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کے لیے جتنا مناسب سمجھے وصیت کردے باقی جو کچھ رہ جاتا وہ سب اولاد کا حق تھا، اس آیت میں یہی حکم مذکور ہے،

Website:MadarseWale.blogspot.com

وصیت کا مذکورہ حکم آیتِ میراث کے پہلے دیا گیا تھا اور اس وقت یہ وصیت کرنا فرض تھا، اب یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''إن الله قد اعطي كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث''. کی وجہ سے منسوخ ہے؛ البتہ ایسے رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا اب بھی جائز ہے جو وارث نہیں ہیں اور جن کا حصہ متعین ہے ان کے لیے وصیت جائز نہیں ہے، یا راہِ خدا میں خرچ کرسکتا ہے؛ لیکن اس کی حد صرف ایک تہائی ہے، غیر وارث کے لیے وصیت لازم اور فرض نہیں ہے، لہٰذا فرضیت ان کے حق میں بھی منسوخ ہے۔

(ج) الوصیّۃ اور حقّاً کی ترکیب:

الوصية: یہ نائب فاعل ہے کتب کا۔

حقا: مفعول مطلق ہے کتب علیکم جملہ کی تاکید ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

آیتِ میراث سے مراد:

آیتِ میراث سے مراد يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الآية ہے۔

کیا حدیثِ پاک کتاب اللہ کے لیے ناسخ بن سکتی ہے؟

ہاں! حدیثِ مبارکہ کتاب اللہ کے لیے ناسخ بن سکتی ہے جبکہ خبر واحد نہ ہو۔

محل امتحان نمبر ۱۹، جلالین: ۲۷

(الف) عبارت با اعراب: ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ﴾ بِمَعْنَى الْإِفْضَاءِ ﴿اِلٰى نِسَآئِكُمْ﴾ بِالْجِمَاعِ ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ كِنَايَةٌ عَنْ تَعَانُقِهِمَا أَوْ احْتِيَاجِ كُلٍّ مِنْهُمَا إِلٰى صَاحِبِهِ ﴿عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ بِالْجِمَاعِ لَيْلَةَ الصِّيَامِ وَقَعَ ذٰلِكَ لِعُمَرَ وَغَيْرِهِ وَاعْتَذَرُوْا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ﴾.

Website:MadarseWale.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) شان نزول لکھیں (ج) رفث کا معنی بیان کر کے بتائیں کہ بمعنی الافضاء سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟ (د) تفسیر لکھیں۔

جواب

ترجمہ: اور حلال کر دیا گیا تمہارے لیے روزہ کی رات میں تمہاری عورت سے جماع کے طور پر بے حجاب ہونا وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو یہ کنایہ ہے باہمی معانقہ سے یا ایک دوسرے کا حاجتمند ہونے سے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم روزہ کی رات میں جماع کر کے اپنے ہی ساتھ خیانت کر رہے ہو یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو پیش آیا تھا اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت چاہی تو اس نے تمہاری توبہ قبول کر لی اور تم سے درگذر کیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) شانِ نزول:

بخاری وغیرہ میں بروایت براء ابن عازب مذکور ہے کہ ابتداء میں جب رمضان کے روزے فرض کیے گیے تو افطار کے بعد کھانے پینے اور بیویوں سے اختلاط کی صرف اس وقت تک اجازت تھی جب تک سو نہ جائے، سو جانے کے بعد یہ سب چیزیں حرام ہو جاتی تھیں، بعض صحابہ کرام کو اس میں مشکلات پیش آئیں جیسا کہ قیس بن صرامہ انصاری کا واقعہ ہے کہ جب دن بھر مزدوری کر کے گھر پہونچے تو گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ تھا بیوی نے کہا کہ میں کہیں سے کچھ انتظام کر کے لاتی ہوں، جب وہ واپس آئیں تو دن بھر کی تھکان کی وجہ سے قیس بن صرامہ کی آنکھ لگ گئی جب بیدار ہوئے تو کھانا حرام ہو چکا تھا اس حالت میں اگلے روز کا روزہ رکھ لیا دوپہر کے قوت ضعف کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔

اسی طرح بعض صحابہ اپنی بیویوں سے اختلاط میں مبتلا ہو کر پریشان ہو گئے جیسا کہ حضرت عمر فاروق کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رات دیر رات گئے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گھر پہونچے تو اپنی بیوی سے ہم بستری کا ارادہ ظاہر کیا، بیوی نے کہا

Website:MadarseWale.blogspot.com

میں سوچکی ہوں حضرت عمرؓ نے عرض کیا تم سوچکی ہو میں تو نہیں سویا اور یہ کہہ کر ہمبستری کی۔ پھر حضرت عمر نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی معذرت چاہی تو اس پر مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(ج) رفث کا معنی:

رَفَثٌ اس گفتگو کو کہتے ہیں جو مرد و عورت کے درمیان جماع کے وقت ہوتی ہے اور دوسرے وقت ناپسند کی جاتی ہے۔

بمعنی الافضاء سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

بمعنی الافضاء سے ایک اشکال کا جواب دینا مقصود ہے۔

سوال: یہ ہے کہ رفث کا صلہ یا تو (فی) آتا ہے یا (باء)؛ حالانکہ یہاں (الیٰ) استعمال ہوا ہے۔

جواب: یہ ہے کہ رفث چونکہ افضاء کے معنیٰ کو متضمن ہے، لہٰذا صلہ (الیٰ) لانا درست ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) تفسیر:

یعنی رمضان کی رات میں جو نیند کے بعد کھانا پینا، عورت کے پاس جانا حرام تھا اس میں سہولت کر دی گئی، اب تمام رات میں جب چاہو عورت کے ساتھ اختلاط کرو، یہاں پر لباس اور پوشاک سے غرض، غایت اتصال و اختلاط ہے یعنی جس طرح بدن سے کپڑے لگے اور ملے ہوتے ہیں اسی طرح مرد عورت آپس میں ملتے ہیں اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سونے کے بعد عورتوں کے پاس جا کر اللہ پاک کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے تم اپنے آپ کو گنہ گار بناتے ہو جس سے تمہارے نفس مستحق عقاب ہوتے ہیں اور ان کے ثواب میں نقصان پڑتا ہے سو اللہ نے اپنے فضل و عنایت سے تم کو معاف فرمایا اور آئندہ کے لیے اجازت عطا کر دی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۲۰، جلالین: ۲۸

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾ فِي الْإِحْرَامِ ﴿وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ﴾ أَيْ ذَا الْبِرِّ ﴿مَنِ اتَّقٰى﴾ اللّٰهَ بِتَرْكِ مُخَالَفَتِهِ ﴿وَ أْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ فِي الْإِحْرَامِ كَغَيْرِهِ ﴿وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ تَفُوْزُوْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) شانِ نزول تحریر کریں

(ج) اس آیت کو یہاں پر ذکر کرنے کی حکمت لکھیں۔

جواب

ترجمہ: حالتِ احرام میں گھروں کے پیچھے سے آنا کوئی نیکی نہیں ہے؛ بلکہ نیکی یعنی نیک وہ ہے جو اللہ کی مخالفت کو ترک کر کے اللہ سے ڈرے، حالتِ احرام میں بھی غیر حالتِ احرام کے مانند گھروں کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو؛ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) شانِ نزول:

امام بخاریؒ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انصار جب حج کرنے کے لیے احرام باندھ کر گھروں سے نکل جاتے تو پھر اگر کسی غرض سے ان کو دوبارہ گھر میں آنا ہوتا تو وہ عام دروازہ سے نہیں داخل ہوتے؛ بلکہ گھر کے پیچھے دیوار میں نقب لگا کر داخل ہوتے تھے اور وہ اس عمل کو موجبِ ثواب اور کارِ خیر سمجھتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ کوئی نیکی اور کارِ خیر نہیں ہے؛ بلکہ تم اپنے عام دروازہ سے ہی داخل ہوا کرو۔

(ج) اس آیت کو یہاں پر ذکر کرنے کی حکمت:

اِس آیت کو یہاں پر ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انہوں نے اس سے قبل آیت میں

Website:MadarseWale.blogspot.com

أهله کے سلسلہ میں سوال کیا تھا اور اس مسئلہ کے متعلق بھی دریافت کیا تھا اور اس کی صورت یہ تھی هل من البر اتیان البیوت من ظهورها تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اس آیت کو یہاں پر ذکر کیا اور ان کے سوال کو دفع کیا۔

محل امتحان نمبر ۲۱، جلالین: ۲۸

(الف) عبارت بااعراب: ﴿اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ﴾ اَلْمُحَرَّمُ مُقَابِلٌ ﴿بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ﴾ فَكَمَا قَاتَلُوْكُمْ فِيْهِ فَاقْتُلُوْهُمْ فِيْ مِثْلِهِ رَدٌّ لِاسْتِعْظَامِ الْمُسْلِمِيْنَ ذٰلِكَ ﴿وَالْحُرُمٰتُ﴾ جَمْعُ حُرْمَةٍ مَايَجِبُ إِحْتِرَامُهُ ﴿قِصَاصٌ﴾ أَيْ يُقْتَصُّ بِمِثْلِهَا إِذَا انْتَهَكَتْ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ﴾ سُمِّيَ مُقَابَلَتُهُ اِعْتِدَاءً لِشِبْهِهَا بِالْمُقَابِلِ بِهِ فِي الصُّوْرَةِ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ فِي الْاِنْتِصَارِ ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ﴾ بِالْعَوْنِ وَالنَّصْرِ۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) شانِ نزول لکھیں (ج) اشہرِ حرم کل کتنے ہیں اور کیا ہیں؟ (د) سُمِّيَ مقابلته اعتداء سے مفسر کس بات کی تشریح کر رہے ہیں؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: ماہِ محرم عوض ہے ماہِ محرم کا، لہٰذا جس طرح انہوں نے اس میں تم سے قتال کیا تم بھی اس جیسے مہینہ میں قتال کرو اور یہ مسلمانوں کے اس مہینہ کو باعظمت سمجھنے کا رد ہے اور احترام میں برابری ہے حرمات حرمۃ کی جمع ہے، جس کا احترام واجب ہو اور احترام کا لحاظ برابری کے ساتھ ہوگا یعنی اگر بے حرمتی کی جائے تو اس کے مثل بدلہ لیا جائے گا جو شخص تمہارے اوپر ظلم کرے تو تم بھی اس پر اتنا ہی ظلم کر سکتے ہو جتنا اس نے تم پر کیا ہے ظلم کی جزاء کو ظلم کے مقابلہ کے طور پر کہا گیا ہے صورۃً اس زیادتی کے اپنے مقابل

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اور اللہ سے ڈرتے رہو بدلہ لینے میں اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ مدد اور نصرت کے ذریعہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) شانِ نزول:

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ علیہ السلام تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عمرۃ القضاء کے لیے روانہ ہوئے تھے اس وقت آپ کو تنبیہ کی گئی کہ یہ مہینہ ذی قعدہ کا ہے یعنی اشہرِ حرم میں سے ہے اور تمہارا یہ عمرہ سال گزشتہ کا بدلہ ہے کہ تم گزشتہ سال اسی مہینہ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے تھے اور کفارِ مکہ نے تمہیں روک دیا تھا اور تم مکہ میں داخل نہ ہوئے تھے یعنی تم اب شوق سے بدلہ لو؛ کیونکہ اشہرِ حرم کے ادب کرنے میں برابری ہے، اگر کافر ماہِ حرام کی عظمت کریں اور تم سے نہ لڑیں تو تم بھی احترام کرو اور یہ لوگ جنہوں نے سالِ گزشتہ ماہِ حرام کی تعظیم نہ کی اور نہ خانۂ کعبہ کی اور نہ تمہارے احرام کی، اگر اس سال بھی وہ ایسا کریں تو تم لوگ بھی ان سے قتال کرو، کسی حرمت کی پرواہ کیے بغیر اور اگلی پچھلی تمام کسر نکال لو؛ مگر ہاں! یہ سب خدا سے ڈر کر کرو، اس کی خلافِ اجازت بالکل مت کرو۔

(ج) اشہرِ حرم کل کتنے ہیں اور کیا ہیں؟

اشہرِ حرم کل چار ہیں: (۱) محرم الحرام (۲) رجب المرجب (۳) ذی قعدہ (۴) ذی الحجہ۔

(د) سُمِّيَ مقابلته اعتداء سے مفسر کس بات کی تشریح کر رہے ہیں؟

سمی مقابلته إلخ سے ایک شبہ کا جواب دیا ہے۔

شبہ: ظالم سے اگر ظلم کا بدلہ لیا جائے تو اسے ظلم نہیں کہتے؛ بلکہ وہ تو اس کا حق ہے؛ لیکن یہاں پر بدلہ لینے کو اعتداء سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب: چوں کہ صورۃً دونوں ایک ہیں؛ اس لیے جزاءِ اعتداء کو اعتداء سے تعبیر کر دیا گیا ہے یہ (جزاء السیئة سیئة) کے قبیل سے ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۲۲، جلالین: ۲۹

(الف) عبارت با اعراب: ﴿اَلْحَجُّ﴾ وَقْتُهُ ﴿اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ﴾ عَلٰى نَفْسِهٖ ﴿فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾ وَ فِيْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ الْأَوَّلَيْنِ وَالْمُرَادُ فِي الثَّلٰثَةِ النَّهْيُ ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ مَا يُتَّقٰى بِهٖ سُوَالَ النَّاسِ وَغَيْرِهٖ ﴿وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) دوسری آیت کا شانِ نزول بھی تحریر کریں (ج) اشہرِ معلومات کی تعیین کرتے ہوئے ائمہ کا اختلاف بھی بیان کریں (د) وقته. وفي قراءة والمراد في الثلثة الخ ان تفسیری کلمات کی وضاحت کریں (ہ) رفث، فسوق، اور جدال کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: حج کا وقتِ متعین مہینے ہیں تو جس نے ان مہینوں میں حج کا احرام باندھ کر اپنے اوپر حج لازم کرلیا تو نہ اس کے لیے حالتِ احرام میں فحش بات جائز ہے اور نہ ارتکابِ معاصی اور نہ حج میں لڑائی جھگڑا ہے اور ایک قراءت میں اوّل دونوں (رفث و فسوق) میں فتحہ ہے (یعنی مبنی برفتحہ) اور نفی کے تینوں صیغوں سے یہی مراد ہے، اور جو بھی تم کارِ خیر کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے تو وہ تم کو اس کا صلہ دے گا۔ اور تم لوگ زادِراہ ہمراہ لے لیا کرو، بلا شبہ بہترین زادِراہ تقویٰ ہے جس کی وجہ سے لوگوں سے سوال وغیرہ سے بچا جائے اور اے دانشمندو! مجھ ہی سے ڈرو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) آیت کا شانِ نزول:

امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اہلِ یمن حج کے لیے بغیر سازو

Website:MadarseWale.blogspot.com

سامان کے نکل کھڑے ہوتے تھے اور خود کو متوکلین علی اللہ کہتے تھے اس کے بعد مکہ پہنچ کر دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے تھے، اسی طرح چوری وغیرہ بھی کرلیا کرتے تھے؛ اس لیے اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتادیا کہ توکل علی اللہ بہتر چیز ہے؛ لیکن تم اسباب اختیار کرنے کے مکلف ہو تم زادِراہ لے لیا کرو پھر توکل کرو اسباب سے بے نیازی خدا کا وصف خاص ہے، اسی مضمون کو حضور علیہ السلام نے اس طرح بیان فرمایا کہ پہلے تم اونٹ کو باندھ دو پھر توکل کرو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) اشہرِ معلومات:

شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن۔

اختلاف:

شوال اور ذی القعدہ تو بالاتفاق ہیں؛ البتہ ذی الحجہ کے دس دنوں میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

ایک قول امام شافعیؒ کا ہے کہ صرف دس راتیں دسواں دن اس میں داخل نہیں ہے اور شوال سے پہلے احرام جائز نہیں ہے۔

اور دوسرا قول امام اعظمؒ کا ہے کہ ذی الحجہ کے دس دن پورے داخل ہیں اور اسی طرح شوال سے قبل احرام مع الکراہت جائز ہے۔

تیسرا قول امام مالکؒ کا ہے کہ ذی الحجہ کا پورا مہینہ ایامِ حج میں داخل ہے؛ چنانچہ امام شافعیؒ کے نزدیک تصحیح احرام کے لیے نیت ضروری ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تلبیہ یا سوقِ ہدی کافی ہے۔

(د) تفسیری کلمات کی وضاحت:

(وقتہ): اس تفسیر کے ذریعہ اشارہ ہے اس بات کی کہ یہاں پر حج کا مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت وقت الحج ہے، اور اگر مضاف محذوف نہ مانیں تو مصدر کا

Website:MadarseWale.blogspot.com

حمل ذات پر کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں؛ کیونکہ مضاف محذوف نہ ماننے کی صورت میں عبارت ہوگی: الحج اشہر.

وفي قراءة: اس اضافہ کا مقصد قرأت کے اختلاف کو بتلانا ہے۔

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ: میں چار قرأتیں ہوسکتی ہیں؛ مگر صاحب جلالین نے صرف دو کی جانب اشارہ کیا ہے، غالباً مفسر کے سامنے وہ والا نسخہ ہے جس میں تینوں پر رفع ہے؛ اس لیے فرمایا کہ ایک قرأت میں پہلے دو پر فتحہ ہے اور جدال پر رفع ہی ہے۔

چار قرأتیں یہ ہیں:

(۱) تینوں کا نصب (۲) تینوں کا رفع (۳) پہلے دو کا رفع اور تیسرے کا نصب (۴) پہلے دو کا نصب اور تیسرے کا رفع۔

والمراد في الثلاثۃ إلخ: اس اضافہ کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال: لا رفث، لا فسوق، لا جدال یہ تینوں نفی کے صیغے ہیں، ان میں خبر دی گئی ہے کہ حج میں نہ فحش بات کا وجود ہے اور نہ فسق اور لڑائی جھگڑے کا، جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ تینوں چیزیں حج میں پیش آتی ہیں، حالاں کہ خدائی کلام میں کذب نہیں ہوسکتا۔

جواب: نفی سے مراد نہی ہے اور اصل مقصد لاترفثوا، لاتفسقوا، لاتجادلوا ہے یعنی حج میں مذکورہ تینوں کام نہ کرو۔

(ہ) رفث، فسوق، اور جدال کی لغوی صرفی تحقیق:

(رَفَثٌ): باب سمع کا مصدر ہے معنیٰ فحش گوئی کرنا؛ لیکن یہاں پر جماع سے کنایہ کیا گیا ہے۔

(فسوق): باب نصر کا مصدر ہے معنیٰ راہِ حق سے انحراف کرنا، نافرمانی کرنا۔

(جدال): باب مفاعلت سے مصدر ہے (فعال) کے وزن پر معنیٰ ہیں جھگڑا کرنا، کٹ حجتی کرنا، بحث ومباحثہ کرنا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۲۳، جلالین: ۳۲

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ﴾ الصَّالِحَةُ ﴿فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ﴾ فَلَا اِعْتِدَادَ بِهَا وَلَاثَوَابَ عَلَيْهَا وَالتَّقْيِيْدُ بِالْمَوْتِ عَلَيْهِ يُفِيْدُ أَنَّهٗ لَوْرَجَعَ إِلَى الْاِسْلَامِ لَمْ يَبْطُلْ عَمَلُهٗ فَيُثَابُ عَلَيْهِ وَلَايُعِيْدُهٗ كَالْحَجِّ مَثَلًا وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ ﴿وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) ارتداد کے حبطِ اعمال ہونے میں علماء کا کیا اختلاف ہے؟ مفسر علام نے آیت سے استدلال کیا ہے تو احناف نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟ واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھرے گا اور وہ کفر ہی کی حالت میں مرے گا تو اس کے اعمالِ صالحہ دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے نہ تو ان اعمال کا شمار ہوگا اور نہ ان پر اجر ملے گا اور کفر ہی پر مرنے کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ اگر یہ شخص اسلام کی طرف واپس آ گیا تو اس کا عمل ضائع نہیں ہوگا، لہٰذا اس پر ثواب عطاء کیا جائے گا اور وہ اس عمل کا اعادہ نہ کرے گا جیسا کہ حج مثلاً یہی امام شافعیؒ کا بھی مسلک ہے اور ایسے سب لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ یہ لوگ جہنم میں ہی رہیں گے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یعنی دینِ اسلام سے پھر جانا اور مرنے تک اسی پر قائم رہنا ایسی سخت بلا اور مصیبت ہے کہ عمر بھر کے نیک اعمال ان کے ضائع ہو جاتے ہیں کہ وہ سب کچھ کرنے کے باوجود کسی بھلائی کے مستحق نہیں رہتے، دنیا میں نہ ان کی جان و مال محفوظ رہتی اور نہ نکاح ہی قائم

Website:MadarseWale.blogspot.com

رہتا ہے نہ ان کو میراث ملتی ہے اور اسی طرح نہ آخرت میں ثواب اور نہ کبھی جہنم میں سے نجات نصیب ہوگی، بس اتنا ہے کہ اگر پھر اسلام قبول کرلیا تو اس اسلام کے بعد کیے گئے اعمالِ حسنہ کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور جہنم سے کبھی نہ کبھی چھٹکارہ نصیب ہو جائے گا۔

(ج) ارتداد کے حبطِ اعمال ہونے میں علماء کا کیا اختلاف ہے؟

ارتداد کا حبطِ اعمال ہونے میں کچھ شرطوں کے ساتھ سب کے نزدیک اتفاق ہے یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک بھی ارتداد حبطِ اعمال کا سبب ہے؛ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ جو مرتد ہوا ہے اگر وہ مرنے سے پہلے واپس اسلام میں داخل ہو گیا تو پھر ارتداد حبطِ اعمال کا سبب نہیں؛ بلکہ اس کے اعمال جو قبل از ارتداد ہیں اس پر ثواب دیا جائے گا اور اگر حجِ فرض ادا کیا تھا تو اب اسے اس حج کے علاوہ حج کے اعادہ کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ارتداد از سرِ نو حبطِ اعمال کا سبب ہے بغیر کسی قید کے کہ اگر وہ ایمان لے بھی آئے تب بھی ارتداد سے قبل کیے گئے اعمال سب فاسد و باطل ہوں گے، اس کا کوئی شمار نہ ہوگا، ہاں! دوبارہ اسلام لانے کے بعد اگر اعمالِ صالحہ کرے گا تو اس پر اجر ملے گا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مفسر علام نے آیت سے استدلال کیا ہے تو احناف نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟

مفسر علام نے امام شافعیؒ کی تائید میں آیت سے اس طور پر استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیت میں موت کی قید لگائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ قید نہ پائی جائے یعنی وہ حالتِ ارتداد میں نہ مرے؛ بلکہ دوبارہ ایمان لے آئے تو اس کے اعمال باطل نہ ہوں گے۔

اس کا احناف کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ آیت نے تو حبطِ اعمال اور خلود فی النار کا فائدہ دیا ہے کہ ارتداد سے حبطِ اعمال ہوگا اور موت سے خلود فی النار ہوگا تو موت کی قید یہ خلود فی النار کے لیے ہے کہ اگر وہ کفر کی حالت میں مرتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیش داخلِ

Website:MadarseWale.blogspot.com

نار ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو خلود فی النار نہ ہوگا، رہے اعمال، تو وہ ارتداد ہی کی وجہ سے فاسد ہوجائیں گے۔ (حاشیہ جلالین)

نتیجۂ اختلاف یہ ہوگا کہ ایک شخص حالتِ اسلام میں نماز پڑھتا ہے پھر مرتد ہوجاتا ہے پھر اسی نماز کے وقت کے اندر اندر وہ دوبارہ اسلام قبول کرتا ہے تو اب امام شافعیؒ کے نزدیک وہ نماز نہیں لوٹائے گا؛ لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو نماز لوٹانی ہوگی۔

محل امتحان نمبر ۲۴، جلالین: ۳۵

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ﴾ أَيْ لِيُرْضِعْنَ ﴿أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ صِفَةٌ مُؤَكِّدَةٌ ذٰلِكَ ﴿لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ وَلَا زِيَادَةَ عَلَيْهِ ﴿وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ﴾ أَيِ الْأَبِ ﴿رِزْقُهُنَّ﴾ اِطْعَامُ الْوَالِدَاتِ ﴿وَ كِسْوَتُهُنَّ﴾ عَلَى الْاِرْضَاعِ إِذَا كُنَّ مُطَلَّقَاتٌ ﴿بِالْمَعْرُوْفِ﴾ بِقَدْرِ طَاقَتِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیر لکھیں (ج) فوائد تفسیریہ بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ مفسر نے (ولا زیادۃ علیہ) سے کس امام کا مسلک بیان کیا ہے اور احناف کا مسلک اس سلسلے میں کیا ہے؟ مدلل لکھیں۔

جواب

ترجمہ: جو باپ چاہتے ہوں کہ ان کے بچے پوری مدت رضاعت دودھ پئیں نہ کہ اس سے زیادہ تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں کاملین حولین کی صفت مؤکدہ ہے، (اس صورت میں) بچے کے باپ کو معروف طریقے سے گنجائش کے مطابق بچے کی ماں کو دودھ پلانے کے عوض کھانا کپڑا دینا ہوگا، جبکہ وہ مطلقات ہوں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیر:

اس سے قبل نکاح اور طلاق کے احکام ذکر ہوئے، اب یہاں سے اللہ تعالیٰ نومولود بچے

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے دودھ پلانے کے احکام اور والدہ کا والد سے اس پر اُجرت لینے کا ذکر فرما رہے ہیں، ماں کو حکم ہے کہ وہ بچہ کو دو برس تک دودھ پلائے اور یہ مدت ان کے لیے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلانا چاہے؛ ورنہ اس میں کمی کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ آیت کے اخیر میں ہے اور دو سال کی مدت میں منکوحہ اور مطلقہ سب داخل ہیں یعنی سب دو سال تک دودھ پلا سکتی ہیں، ہاں! اتنا فرق ہوگا کہ کھانا کپڑا دودھ پلانے کے بدلے منکوحہ کو نہیں ملے گا؛ بلکہ اس کو تو نکاح کے بدلے ملے گا، ہاں! مطلقہ کو دودھ پلانے کے عوض میں کھانا کپڑا ملے گا اور یہ کھانا کپڑا دستور کے موافق شوہر کے حسبِ حال ہوگا نہ یہ کہ بیوی کے حال کے موافق، بایں طور کہ وہ امیر ہے تو اعلیٰ کوالٹی اور غریب ہے تو ادنیٰ کوالٹی؛ بلکہ شوہر امیر ہے تو اعلیٰ اور اگر غریب ہے تو اوسط۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) فوائدِ تفسیریہ:

لیرضعن: اس سے مفسر علام نے اشارہ فرمایا ہے کہ آیت میں خبر بمعنیٰ امر ہے اور یہ امر استحباب بھی ہے اور واجب بھی بایں طور کہ اگر تین شرطیں جمع ہوں تو مستحب اور اگر ایک بھی مفقود ہوئی تو واجب (۱) باپ اُجرت دے کر دودھ پلانے پر قادر ہو (۲) ماں کے علاوہ دایا وغیرہ موجود ہو (۳) بچہ دوسرے کے دودھ کو پیتا بھی ہو۔ (حاشیہ جلالین)

صفة مؤكدة: بتانا چاہتے ہیں کہ کاملین یہ حولین کی صفت ہے جو اس کے معنیٰ کی تاکید کر رہا ہے۔

ذٰلك: اس کو نکال کر بتایا ہے کہ آگے (لمن) میں (لام) بیان کے لیے ہے۔

الأب: اس سے اشارہ ہے کہ (مولود له) وہ باپ ہوتا ہے حقیقتاً اسی کے لیے بچے کو جنا جاتا ہے اور اسی کی جانب وہ منسوب ہوتا ہے۔ (حاشیہ جلالین) یہی وجہ ہے کہ نسب میں باپ کا اعتبار ہوتا ہے اور بچے کے نام کے ساتھ باپ کا نام جوڑا جاتا ہے۔

إذا كن مطلقات: اس بات کو بتانا ہے کہ نفقہ اور کسوہ کا بطورِ اُجرت لینا صرف مطلقہ عورت کے لیے جائز ہے اور اگر منکوحہ ہے تو ان کے لیے نفقہ اور کسوہ بطورِ اُجرت نہیں؛ بلکہ بطورِ حقِ شرع واجب ہوتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ولا زیادۃ علیہ) سے کس امام کا مسلک بیان کیا ہے؟

اس سے مفسر علام نے امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور جمہورؒ کا مسلک بیان کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ مدتِ رضاعت پورے تیس ماہ یعنی ڈھائی سال ہے۔

شوافعؒ وغیرہ کی دلیل: (فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ) کہ اس میں تمامِ مدتِ رضاعت کو بتایا گیا ہے اور اس سے پہلے دو سال کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ تمام مدتِ رضاعت دو سال ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد (وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا) اس میں حمل اور فصال دونوں کی مدت پورے تیس ماہ بتلائی گئی یعنی تیس سال، اس سے معلوم ہوا کہ حمل کی بھی ڈھائی سال اور رضاعت کی بھی ڈھائی سال مدت ہے؛ لیکن مدتِ حمل کے سلسلے میں حضرت عائشہؓ کی حدیث متعارض ہے؛ اس لیے مدتِ حمل صرف دو سال ہے؛ لیکن چونکہ مدتِ رضاعت کے کوئی متعارض نہیں ہے؛ اس لیے اس کی مدت پورے ڈھائی سال باقی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جوابِ شافعیؒ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے آیتِ مذکورہ سے جو استدلال کیا ہے وہ درست نہیں ہے؛ کیونکہ اس سے مدتِ رضاعت کو بتلانا مقصود نہیں ہے؛ بلکہ اس آیت میں رضاعت کی وجہ سے استحقاقِ اجرت کی مدت کو بیان کیا گیا ہے۔

محلِ امتحان نمبر ۲۵، جلالین: ۳۶

(الف) عبارت با اعراب: ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ تَمَاسُّوْهُنَّ أَيْ تُجَامِعُوْهُنَّ ﴿اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ مَهْرًا وَمَا مَصْدَرِيَّةٌ ظَرْفِيَّةٌ أَيْ لَاتَبِعَةَ عَلَيْكُمْ فِي الطَّلَاقِ زَمَنَ

Website:MadarseWale.blogspot.com

عَدَمِ الْمَسِيْسِ وَالْفَرْضِ بِإِثْمٍ وَلَامَهْرٍ فَطَلِّقُوْهُنَّ ﴿وَ مَتِّعُوْهُنَّ﴾ أَيْ أَعْطُوْهُنَّ مَايَتَمَتَّعْنَ بِهٖ ﴿عَلَى الْمُوْسِعِ﴾ الْغَنِيِّ مِنْكُمْ ﴿قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ﴾ الضَّيِّقِ الرِّزْقِ ﴿قَدَرُهٗ﴾ يُفِيْدُ أَنَّهٗ لَانَظَرَ إِلٰى قَدْرِ الزَّوْجَةِ ﴿مَتَاعًا﴾ تَمْتِيْعًا ﴿بِالْمَعْرُوْفِ﴾ شَرْعًا صِفَةُ مَتَاعًا ﴿حَقًّا﴾ صِفَةٌ ثَانِيَةٌ أَوْمَصْدَرٌ مُؤَكِّدٌ ﴿عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ الْمُطِيْعِيْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیر لکھیں (ج) متعہ کیا ہے؟ اور اس کی مقدار لکھ کر بتائیں کہ کس عورت کے لیے واجب ہے اور مرد و عورت میں سے کس کی حیثیت کا اعتبار ہے؟

جواب

ترجمہ: اور جب تک تم عورتوں سے نہ لگو اور ایک قراءت میں تماسوھن ہے أي تجامعوھن یعنی قبل اس کے کہ تم جماع کرو ان سے اور ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو، اگر تم ان کو طلاق دے دو تو تم پر کوئی حرج نہیں ما مصدریہ ظرفیہ ہے یعنی ہاتھ نہ لگانے اور مہر مقرر نہ کرنے کے زمانے میں طلاق دینے میں تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور نہ مہر واجب ہے، اگر ان کو طلاق دو تو ان کو کچھ فائدہ پہنچاؤ یعنی ان کو کچھ دو جن سے وہ فائدہ حاصل کریں اور تم میں سے خوش حال لوگوں پر ان قدرت کے مطابق اور ناداروں اور تنگدستوں پر ان کی وسعت کے مطابق فائدہ پہنچانا ہے، یہ اس بات کا فائدہ دے رہا ہے کہ عورت کی حیثیت کا اعتبار نہیں ہوگا بالمعروف متاعا کی صفت اولیٰ ہے یہ حق ہے خوش اخلاق لوگوں پر یعنی اطاعت گزاروں پر حقا. متاعا کی صفت ثانیہ ہے، یا مصدر مؤکد ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیر:

کوئی حرج نہیں ہے اگر تم نے عورت کو جماع سے قبل طلاق دے دی یعنی جائز ہے

Website:MadarseWale.blogspot.com

کوئی گناہ نہیں اسی طرح سے اگر قبل تعیینِ مہر طلاق دی، اس سے معلوم ہوا کہ بغیر تعیینِ مہر کے نکاح درست ہے، اگر بغیر تعیین مہر کے نکاح کیا پھر جماع کیا تو مہر مثل واجب ہوگا اور اگر جماع نہیں کیا تو احناف کے نزدیک متعہ جس میں مالدار پر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب پر اس کی حیثیت کے مطابق شرعی طریقہ پر یعنی خوشی خوشی دے نہ کہ منہ بنا کر یہ اچھے لوگوں پر حق ہے۔

(ج) متعہ کیا ہے اور کس عورت کے لیے واجب ہے اور مرد عورت میں سے کس کی حیثیت کا اعتبار ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

متعہ ایک جوڑا جس کی قیمت پانچ درہم سے کم اور نصف مہر سے زائد نہ ہو، متعہ احناف کے نزدیک مطلقۂ غیر موطوۂ جس کا مہر متعین نہ ہو اس کے لیے واجب ہوتا ہے شوافع کے برخلاف۔

مرد عورت میں سے مرد کی حالت کا اعتبار ہے جیسا کہ قرآن میں مذکور مذکر کے صیغہ سے پتہ چلتا ہے۔

متعہ کی مقدار شوافع کے نزدیک حاکم کی رائے اور اجتہاد پر موقوف ہے اور احناف کے نزدیک ادنیٰ مقدار پانچ درہم سے کم نہ ہو اور اعلیٰ مقدار اعلیٰ درجہ کے مہر کے نصف سے زائد نہ ہو اس میں ایک اوڑھنی، ایک ازار اور ایک کرتا دیا جائے گا۔ (حاشیہ جلالین)

محل امتحان نمبر ۲۶، جلالین: ۳۸

(الف) عبارت با اعراب: ﴿فَلَمَّا فَصَلَ﴾ خَرَجَ ﴿طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ﴾ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ وَكَانَ الْحَرُّ شَدِيْدًا وَطَلَبُوْا مِنْهُ الْمَاءَ ﴿قَالَ إِنَّ اللهَ مُبْتَلِيْكُمْ﴾ مُخْتَبِرُكُمْ ﴿بِنَهَرٍ﴾ لِيَظْهَرَ الْمُطِيْعُ مِنْكُمْ وَالْعَاصِي وَهُوَ بَيْنَ الْأُرْدُنِ وَفِلَسْطِيْنَ ﴿فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ﴾ أَيْ مِنْ مَاءِهٖ ﴿فَلَيْسَ مِنِّيْ﴾ أَيْ مِنْ أَتْبَاعِيْ

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿وَ مَنۡ لَّمۡ یَطۡعَمۡهُ﴾ یَذُقْهُ ﴿فَاِنَّهٗ مِنِّیۡۤ اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَةًۢ﴾ فَاکْتَفٰی بِهَا وَلَمْ یَزِدْ عَلَیْهَا فَإِنَّهُ مِنِّي.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ اور مطلب تحریر کریں (ب) طالوت کے کچھ حالات ذکر کریں (ج) اور ان کے زمانہ میں جو نبی تھے ان کا نام بتائیں۔

جواب

ترجمہ: (پھر جب طالوت لشکر کو لے کر) بیت المقدس سے (نکلے) اور وہ شدید گرمی کا زمانہ تھا، اور فوج نے ان سے پانی کا مطالبہ کیا (تو کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تم کو ایک ندی کی آزمائش میں ڈالنے والے ہیں) تاکہ فرمانبردار اور نافرمان کھل کر سامنے آجائیں، یہ ندی اردن اور فلسطین کے درمیان ہے (جو اس سے) یعنی اس کے پانی کو (پی لے گا وہ مجھ سے) یعنی میرے گروہ میں سے نہیں ہے اور جو اسے نہ چکھے، اس کا تعلق مجھ سے ہے مگر یہ کہ کوئی اپنے ہاتھ سے ایک گھونٹ پی لے) اور اسی پر اکتفاء کرے، اس سے زیادہ نہ لے، تو اس کا تعلق مجھ سے رہے گا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مذکورہ آیت کا مطلب:

حضرت طالوت نے جالوت سے جہاد کرنے کے لیے جو لشکر ترتیب دیا، اس کی تعداد ستر ہزار تھی، گرمی کی وجہ سے یہ پیاس میں مبتلا ہوا، حضرت طالوت سے انھوں نے پانی کا مطالبہ کیا، فرمایا کہ آگے چلو ایک ندی آنے والی ہے، وہ تمہارے لیے امتحان ہے، پانی بافراط ملے گا، مگر پینے کی اجازت نہیں ہوگی، جو پی لے گا وہ میری جماعت سے کٹ جائے گا، اور جو نہیں پیے گا یا ایک چلو ہی پیئے گا وہ میری جماعت میں ہوگا، جب یہ فوج ندی پر اتری تو پیاس سے بے تاب ہو کر سب اسی پر ٹوٹ پڑے، صرف چند لوگوں نے جن کی تعداد تین سو تیرہ تھی پانی کو نہیں پیا، یا پیا تو ایک چلو پیا، جن لوگوں نے نافرمانی کی وہ توست اور بزدل ہو کر وہی پڑے رہ گئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ب) طالوت کے کچھ حالات:

حضرت طالوت کا تعلق قبیلہ بن یمن سے تھا جو بیت لحم کے قریب ایک وادی زی فام میں آباد تھا نہایت وجیہ اور قد آور تھے غریب خاندان کے فرد تھے، اس زمانے میں مصر اور فلسطین کے درمیان بحر روم پر آباد عمالقہ میں سے جالوت نامی جابر و ظالم حکمران تھا، جس نے آبادیوں پر قبضہ کر کے لوگوں کو غلام بنالیا تھا سرداروں اور معزز افراد کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا، جبکہ باقی مغلوب افراد پر خراج مقرر کر دیا، بنی اسرائیل کے سردار جمع ہو کر حضرت سموئیل جو اس وقت کے نبی تھے، ان کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ ان کے لیے بادشاہ کا تقرر کیا جائے، حضرت سموئیل علیہ السلام بنی اسرائیل کی سباب صفت طبیعت سے واقف تھے، آپ نے انہیں منع کیا لیکن جب لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا، بنی اسرائیل نے اعتراض کیا کہ حضرت طالوت نادار اور غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں کبھی ان کے پاس جاہ وحشم نہیں رہا، ایسے شخص کو سرداری منصب نہیں دیا جا سکتا، حضرت سموئیل نے کہا حضرت طالوت کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے، اور انھیں علم وحکمت سے نوازا ہے، اور خداوند تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، وہ لوگ بولے کہ اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیسے مل سکتا ہے، جبکہ ہم اس کی نسبت حکومت کے زیادہ حقدار ہیں اور اسے مالی فراخی بھی عطا نہیں ہوئی، (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس نے یعنی سموئیل علیہ السلام کہا اللہ نے اسے تم پر یقیناً فوقیت دی ہے اور اسے علمی اور جسمانی لحاظ سے فراخی عطا کی ہے، اللہ جسے چاہے بادشاہی دے، اور اللہ کشائش دینے والا اور بہت جاننے والا ہے) (سورہ بقرہ) (اور کہا ان کو ان کے نبی نے نشان اس سلطنت کا یہ ہے کہ آوے تم کو صندوق جس میں ہے دل جمعی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزیں جو چھوڑ گئے، موسیٰ اور ہارون کی اولاد، اٹھا لاویں اس کو فرشتے اس میں نشانی پوری ہے، تم کو اگر یقین رکھتے ہو) (سورہ بقرہ) تابوت سکینہ جیسے بنی اسرائیل عہد کا صندوق کہتے ہیں اس میں تورات اصل نسخہ محفوظ ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود لکھوایا تھا

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

اس کے علاوہ اس میں پتھر کی وہ تختیاں بھی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کو طور سینہ میں عطا کی تھی، تبرکات میں حضرت موسی علیہ السلام کا عصا حضرت ہارون علیہ السلام کا پیرہن اور آسمانی غذا من سلوی محفوظ تھی فلسطین کی اشدودی قوم اور عمالقہ نے بنی اسرائیل کو پھر ایک بار تراج کرنے کی تیاری کی حضرت طالوت نے اس حملے کو نا کام بنانے کے لیے اپنی فوجیں لے کر آگے بڑھے بنی اسرائیل طالوت کو بادشاہ تسلیم کر کے جہاد کے لیے تیار ہو گئے، اور ستر یا اسی ہزار افراد کا لشکر لے کر جنگ کے لیے روانہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت کو حکم دیا کہ اپنے ہمراہیوں کے ایمان کی پختگی اور اولوالعزم کی آزمائش کریں حضرت طالوت نے فوج کو ہدایت کی کہ راستے میں موجود دریا پار کرتے ہوئے کوئی شخص چلو بھر پانی نہیں پیے شدید تشنگی کے عالم میں بہت کم لوگوں نے اطاعت گذاری کی اور حکم کے مطابق چند گھونٹ پانی پیا، زیادہ تر لوگ نافرمانی کے مرتکب ہوئے، جن لوگوں نے پانی خوب پیا تھا، ان لوگوں کے ہونٹ سیاہ ہو گئے، پیاس اور زیادہ بڑھ گئی جس کی وجہ سے ان کی حالت غیر ہو گئی، مختصر فوج دریا کے پار جمع ہوئی جنگی تیاری اور حربی سامان دیکھا تو بنی اسرائیل نے تھکاوٹ کا عذر پیش کر کے جہاد سے انکار کر دیا، حضرت طالوت نے لشکر کی ہمت باندھی، اور انہیں آلات حرب اور ساز و سامان کی تعداد بجائے اللہ تعالیٰ کی قدرت وقوت اور حاکمیت پر یقین رکھنے کی تلقین کی جالوت دشمن فوج کا سپہ سالار نہایت قد آور مضبوط ڈیل ڈول کا آدمی تھا جالوت جاہ وجلال کے ساتھ فوج میں سے نکل کر میدان میں آیا اور مبارزت طلب کی، اس کے قد وقامت اور جاہ وحشمت سے بنی اسرائیل متاثر ہو گئے، مقابلہ کے لیے کوئی میدان میں نہ اترا، یہ حالات دیکھ کر حضرت طالوت کی فوج میں شامل حضرت داؤد علیہ السلام جو ابھی کم عمر نوجوان تھے مقابلے کے لیے آگے بڑھے اور جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا، دشمن حوصلے پست ہو گئے، اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فتح سے نوازا، حضرت طالوت کے دور میں بنی اسرائیل نے متعدد فتوحات حاصل کی اور ایک عظیم اسرائیلی سلطنت کی بنیاد رکھی، حضرت طالوت ایک عرصے تک فرمان روا اور پیشوا کی

Website:MadarseWale.blogspot.com

حیثیت سے بنی اسرائیل کی معاشرتی، تہذیبی، تمدنی، اور مذہبی اصلاح کرتے رہے، اور تعلیمات موسوی کی تبلیغ، ترویج اور شریعت موسوی کے نفاذ کے لیے کوشاں رہے۔

(ج) ان کے زمانہ میں جو نبی تھے ان کا نام:

حضرت طالوت کے زمانے کے نبی کا نام سموئیل علیہ السلام تھا۔

محل امتحان نمبر ۲۷، جلالین: ۴۲

(الف) عبارت با اعراب: ﴿أَيَوَدُّ أَيُحِبُّ ﴿أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ﴾ بُسْتَانٌ ﴿مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ أَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ لَهُ فِيْهَا﴾ ثَمَرٌ ﴿مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ وَقَدْ ﴿وَ أَصَابَهُ الْكِبَرُ﴾ فَضَعُفَ عَنِ الْكَسْبِ ﴿وَ لَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ﴾ أَوْلَادٌ صِغَارٌ لَا يَقْتَدِرُوْنَ عَلَيْهِ ﴿فَأَصَابَهَآ إِعْصَارٌ﴾ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ ﴿فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ﴾ فَفَقَدَهَا أَحْوَجُ مَا كَانَ إِلَيْهَا وَبَقِيَ هُوَ وَ أَوْلَادُهُ عَجَزَةٌ مُتَحَيِّرِيْنَ لَا حِيْلَةَ لَهُمْ وَهٰذَا تَمْثِيْلٌ لِنَفَقَةِ الْمُرَائِيْ وَالْمَانِّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ هُوَ لِرَجُلٍ عَمِلَ الطَّاعَاتِ ثُمَّ بَعَثَ لَهُ الشَّيْطَانُ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِيْ حَتّٰى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ.

(الف) عبارت با اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) هٰذا تمثیل الخ کی وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو، کھجوروں اور انگوروں کا، جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں اس کے لیے اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے میوے ہوں اور اس کا بڑھاپا آچکا ہو جس کی وجہ سے وہ کمانے میں کمزور پڑ گیا ہو اور اس کے کمزور کمسن بچے ہوں جو کمانے پر قادر نہ ہوں، اس باغ پر ایک بگولہ آئے یعنی شدید آندھی کہ جس

Website:MadarseWale.blogspot.com

میں آگ ہو جس کی وجہ سے وہ باغ جل جائے سواس نے باغ کو اس وقت کھویا ہو کہ جب وہ سخت محتاج ہو اور وہ اس کے بچے عاجز اور متحیر رہ گئے ہوں کہ ان کے لیے (گزر بسر کرنے کی) اور کوئی صورت نہ ہو، یہ ریا کار احسان جتلانے والے کی تمثیل ہے اس کے ضائع ہونے اور اس کے نفع نہ پہنچانے میں ایسے وقت میں جبکہ (وہ ریا کار) آخرت میں اس کا شدید محتاج ہو اور استفہام نفی کے معنیٰ میں ہے اور ابن عباس ؓ سے منقول ہے کہ یہ اس شخص کی مثال ہے کہ اس نے نیک اعمال کیے پھر اس پر شیطان مسلط کر دیا گیا تو اس نے معصیت کے عمل شروع کر دیئے یہاں تک کہ اس نے اپنے اعمال کو غرق کر دیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب

اللہ تعالیٰ نے اس سے ماقبل کی آیت میں خرچ کرنے کے فضائل کو بیان فرمایا اخلاص کے ساتھ اور یہاں بدنیتی کے ساتھ خرچ کرنے کے مضرات کو مثال سے بیان فرمارہے ہیں کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری عمر بھر کی کمائی ایک ایسے وقت میں ضائع ہو جائے جبکہ تمہیں اس کی سخت حاجت ہو اور اسی طرح تمہارے کم سن بچوں کو بھی سخت ضرورت ہو اور پھر تم از سر نو محنت بھی نہیں کر سکتے ہو، اسی طرح اللہ کے راستے میں بدنیتی کے ساتھ خرچ کرنے کا معاملہ ہے کہ آخرت میں اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا جبکہ تمہیں اس کی سخت ضرورت ہوگی اور نہ وہاں تم از سرِ نو محنت یعنی نیک اعمال کر سکتے ہو اور تمہاری مثال اس بوڑھے کی سی ہوگی جو کبر سنی کی وجہ سے کمانے سے عاجز ہو گیا ہو اور اس نے جوانی میں ایک باغ لگا رکھا ہو اور وہ اس سے بڑھاپے میں فائدہ اُٹھائے اور پھر وہ باغ آگ کے طوفانی گولہ سے جل کر راکھ ہو جائے تو اب وہ ہاتھ ملنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا نہ از سرِ نو باغ لگا سکتا ہے اور نہ ہی صغر سنی کی وجہ سے اس کی اولاد یہ کام انجام دے سکتی ہے۔

(ج) ھٰذا التمثیل کی وضاحت:

اس آیت میں ان لوگوں کی مثال بیان کی گئی ہے جو لوگ خرچ تو کرتے ہیں؛ لیکن وہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

دکھاوے کے لیے یا احسان کرنے کے بعد احسان جتلاتے ہیں یا ان کو تکلیف دیتے ہیں، ان کے لیے آخرت میں کوئی ثواب نہیں گویا کہ وہ نیک عمل تو باغ کی طرح کیا؛ لیکن جب اس کو آخرت میں ضرورت پڑی تو بڑھاپے میں برباد ہو جانے کی طرح آخرت میں اس کے اعمال برباد ہو گئے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو نیک اعمال تو کرتے ہیں؛ لیکن آخر عمر میں شیطانی جال میں پھنس کر اعمال کو برباد کر لیتے ہیں، دونوں تفسیروں میں اصلاً کوئی تعارض اور فرق نہیں ہے۔

محل امتحان نمبر ۲۸، جلالین: ۴۲

(الف) عبارت با اعراب: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا﴾ زَكُّوا ﴿مِنْ طَيِّبٰتِ﴾ جِيَادِ ﴿مَا كَسَبْتُمْ﴾ مِنَ الْمَالِ ﴿وَ مِنْ﴾ طَيِّبٰتِ ﴿مَآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ مِنَ الْحُبُوْبِ وَالثِّمَارِ ﴿وَ لَا تَيَمَّمُوا﴾ تَقْصِدُوْا ﴿الْخَبِيْثَ﴾ الرَّدِيَّ ﴿مِنْهُ﴾ أَيْ مِنَ الْمَذْكُوْرِ ﴿تُنْفِقُوْنَ﴾ فِي الزَّكَاةِ حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ تَيَمَّمُوْا ﴿وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ﴾ أَيِ الْخَبِيْثَ لَوْ أَعْطَيْتُمُوْهُ فِيْ حُقُوْقِكُمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مفسر علام نے انفاق کی تفسیر زکاۃ سے اور ما اخرجنا کی تفسیر من الحبوب سے کیوں کی ہے؟ (ج) زمین کی پیداوار میں کیا واجب ہوتا ہے؟ حنفیہ اور شوافع کا مذہب بیان کریں۔

جواب

ترجمہ: اے ایمان والو! جو مال تم نے کمایا ہے اس میں سے عمدہ چیزیں خرچ کرو زکوۃ دو، اور اس سے بھی عمدہ چیزیں جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں مثلاً غلہ اور پھل اور مذکورہ چیزوں میں سے خراب چیز کا قصد بھی نہ کرو کہ تم اس میں سے زکوۃ میں خرچ کرو گے یُنْفِقُوْنَ تَیَمَّمُوْا کی ضمیر سے حال واقع ہے؛ حالاں کہ تم خود بھی اس خراب چیز کو لینے والے نہیں ہو، اگر وہ چیز تمہارے حقوق میں دی جائے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

(ب) انفاق کی تفسیر زکاۃ سے کیوں کی؟

انفقوا کی تفسیر میں زکوا لاکر بتایا ہے کہ یہاں پر انفاق سے زکوۃ مراد ہے نہ کہ صدقۂ نافلہ؛ کیونکہ زمین کی پیداوار میں سے زکوۃ دینا واجب ہے نہ کہ نفل صدقہ۔

ما اخرجنا کی تفسیر من الحبوب سے کیوں کی؟

اِس عبارت کے ذریعہ مفسر علام نے امام شافعیؒ کے مسلک کو بیان کرنے کا ارادہ کیا؛ کیوں کہ ان کے نزدیک زمین کی پیداوار میں زکوۃ (عشر) واجب ہونے کے لیے اس کا قوت ہونا ضروری ہے، یعنی انسان اس سے غذا حاصل کرتا ہو تو زکوۃ ہے اگر ایسا نہیں تو پھر اس میں ان کے نزدیک زکوۃ واجب نہیں۔

(ج) زمین کی پیداوار میں کیا واجب ہوتا ہے حنفیہ اور شوافع کا مذہب؟

زمین کی پیداوار کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کا مسلک: ان کے نزدیک زمین کی پیداوار میں زکوۃ اس وقت تک واجب نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بحالتِ اختیاری انسان کی غذا کے قابل نہ ہوجائے اور اگر بحالتِ مجبوری غذا کے قابل ہو تو زکوۃ واجب نہیں اور شرط یہ ہے کہ وہ پانچ وسق کی مقدار کو پہنچ گئی ہو، اگر پیداوار پانچ وسق سے کم ہو تو زکوۃ واجب نہیں، اسی طرح اگر اس کھیتی کو آلہ کے ذریعہ سینچا جائے تو نصف عشر واجب ہوگا، اور اگر آلہ سے نہ سینچا جائے تو کامل عشر واجب ہوگا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

احناف کا مسلک: ہمارے نزدیک زمین کی پیداوار میں زکوۃ واجب ہے کہ وہ بحالتِ اختیاری غذا کے قابل ہو یا بحالتِ مجبوری، اسی طرح ہمارے نزدیک پانچ وسق کی مقدار بھی متعین نہیں ہے، پس ہر پیداوار کی قلیل و کثیر میں عشر واجب ہے، بشرطیکہ ماکولاتِ انسان میں سے ہو، گھاس پھونس نہ ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۲۹، جلالین: ۴۳

(الف) عبارت بااعراب: ﴿لِلْفُقَرَآءِ﴾ خَبَرُ مُبْتَدَإٍ مَحْذُوْفٍ أَيِ الصَّدَقَاتُ ﴿الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ أَيْ حَبَسُوْا أَنْفُسَهُمْ عَلَى الْجِهَادِ وَنَزَلَتْ فِيْ أَهْلِ الصُّفَّةِ وَهُمْ أَرْبَعُ مِائَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ أُرْصِدُوْا لِتَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ وَالْخُرُوْجِ مَعَ السَّرَايَا ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھنے کے بعد شانِ نزول کی وضاحت کریں (ج) مِنَ التَّعَفُّفِ میں مِنْ کونسا ہے؟ اور سرایا کی تعریف قلمبند کریں۔

جواب

ترجمہ: صدقات کے اصل مستحق وہ فقراء ہیں للفقراء مبتدا محذوف کی خبر ہے اور وہ الصدقات ہے جو اللہ کی راہ میں گھر گئے ہیں یعنی جنہوں نے خود کو جہاد میں محبوس کر لیا ہے اور آیت کریمہ اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ مہاجرین میں سے چار سو تھے جو قرآن کی تعلیم اور سرایا کے ساتھ نکلنے کے لیے مستعد رہتے تھے وہ سفر نہیں کر سکتے تھے ان کے حلیے سے ناواقف انہیں غنی سمجھتا تھا ان کے (سوال سے) بچنے کی وجہ سے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یعنی ایسے لوگوں کو دینا اور ان پر خرچ کرنا بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے کھانے کمانے سے رک گئے ہیں اور کسی پر حاجت ظاہر نہیں کرتے، اس طرح جو کوئی قرآن کریم حفظ کرے یا علم دین میں مشغول ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان کی مدد کرے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

شانِ نزول:

یہ آیت کریمہ ان اصحاب صفہ کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے اپنے گھر بار چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی تھی جس کی تعداد چار سو تھی جنہوں نے مکہ مکرمہ سے آپ کے ساتھ ہجرت کی تھی اپنے اموال اور وطن کو خیر آباد کیا تھا، مدینے میں نہ ان کا گھر تھا اور نہ ہی مال و دولت اور وہ شادی شدہ بھی نہ تھے وہ اپنا وقت رات میں قرآن کریم کی تعلیم و تعلم سنت و عبادت میں صرف کرتے تھے، اور دن میں جہاد کرتے تھے، اور کچھ نہ ہونے کے باوجود کسی سے سوال نہیں کرتے تھے جس کی بنیاد پر ناواقف لوگ انہیں غنی خیال کرتے تھے چناں چہ قرآن مقدس نے ان کی علامت بتلائی کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو بالکل سوال نہیں کرتے لہٰذا تم ان پر مال صرف کرو۔

(ج) مِنَ التَّعَفُّفِ میں مِنْ کونسا ہے؟

اس میں من تعلیلیہ ہے نہ کہ تبعیضیہ اور مراد یہ ہے کہ ناواقف لوگ انہیں ان کی تعفف کی وجہ سے غنی خیال کرتے تھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سرایا کی تعریف:

عام اصطلاح کے مطابق جس جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود حاضر ہوں اس کو غزوہ اور جس میں آپ حاضر نہ ہوں اس کو سرایا کہتے ہیں، اور بعض علماء کے نزدیک دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

محل امتحان نمبر ۳۰، جلالین: ۴۳

(الف) عبارت با اعراب: ﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا﴾ أَيْ يَأْخُذُوْنَهُ وَهُوَ الزِّيَادَةُ فِيْ الْمُعَامَلَةِ بِالنُّقُوْدِ وَالْمَطْعُوْمَاتِ فِيْ الْقَدْرِ وَالْاَجَلِ ﴿لَا يَقُوْمُوْنَ﴾ مِنْ قُبُوْرِهِمْ ﴿اِلَّا﴾ قِيَامًا ﴿كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ﴾ يُصَرِّعُهُ ﴿الشَّيْطٰنُ مِنَ

Website:MadarseWale.blogspot.com

الْمَسِّ﴾ اَلْجُنُوْنُ بِهِمْ مُتَعَلِّقٌ بِيَقُوْمُوْنَ ﴿ذٰلِكَ﴾ اَلَّذِيْ نَزَلَ بِهِمْ ﴿بِاَنَّهُمْ قَالُوْآ اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ فِي الْجَوَازِ وَهٰذَا مِنْ عَكْسِ التَّشْبِيْهِ مُبَالَغَةً فَقَالَ تَعَالٰى رَدًّا عَلَيْهِمْ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور فوائد تفسیریہ کو سامنے رکھ کر مطلب لکھیں (ب) ربوا کے لغوی واصطلاحی معنی واضح کیجیے، زمانۂ رسالت میں کونسا سود رائج تھا، جس پر اصالۃً حکم تحریم وارد ہوا، علتِ ربوا کے بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف لکھ کر بتائیے کہ عبارت میں کس کے مسلک کی طرف اشارہ ہے اور کیسے؟

جواب

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں یعنی سود لیتے ہیں اور نقود اور مطعومات کے معاملہ میں مقدار یا مدت کا اضافہ ہے (وہ) اپنی قبروں سے (ایسے ہی اٹھیں گے، جس طرح وہ آدمی اٹھتا ہے، جس کو شیطان نے جنون میں مبتلا کر دیا ہو) مِنَ الْمَسِّ، يَقُوْمُوْنَ سے متعلق ہے (یہ حالت) جو ان پر پڑی ہے (اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے کہا کہ بیع تو ربوا کے مثل ہے) یعنی جائز ہونے میں دونوں یکساں ہیں یہ تشبیہ معکوس ہے اس سے مبالغہ مقصود ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرتے ہوئے فرمایا (اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

فوائد تفسیریہ کو سامنے رکھتے ہوئے آیت کا مطلب:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا: يَاْكُلُوْنَ سے یہی مراد نہیں ہے، کہ وہ اسے کھاتے ہیں؛ بلکہ مطلقاً لینا مراد ہے۔

فِي الْمُعَامَلَةِ بِالنُّقُوْدِ وَالْمَطْعُوْمَاتِ: نقود سے مراد اصلاً تو سونا اور چاندی ہے، اور اسی کے حکم میں وہ چیزیں بھی ہیں جن کو لوگوں نے بالاتفاق، یا حکومت نے ثمن بنا دیا ہو۔

فِي الْقَدْرِ وَالْاَجَلِ: یہ مفسر کے قول فِي الْمُعَامَلَةِ سے بدل ہے، پہلا رِبٰوا الْفَضْلِ

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہے اور یہ محض اتحاد جنس کی صورت میں ہوگا یعنی سونے کے بدلے میں سونا، اگر مقدار گھٹا بڑھا کر معاملہ کیا جائے، تو سود ہے اور دوسرا رِبٰوا النَّسِیْئَةَ ہے یہ متحد الجنس اور مختلف الجنس دونوں میں ہوتا ہے مثلاً سونے کی بیع سونے یا چاندی کے ساتھ اس طور پر کہ ادھار کر دیا جائے تو یہ بھی ربوا کی ایک شکل ہے، اسے رِبٰوا النَّسَاءِ یارِبٰوا النَّسِیْئَةَ کہتے ہیں۔

یُصَرِّعُهٗ: جسے شیطان اپنی گرفت میں لے کر کبھی آدمی کو دیوانہ بنا دیتا ہے اسی طرح سودخوار دیوانوں کے مانند اٹھے گا۔

مِنَ الْمَسِّ: یہ ظرف لَا یَقُوْمُوْنَ سے متعلق ہے، اور یہ تعلیل کے لیے ہے مس کے معنیٰ جنون ہیں معنی یہ ہوا کہ لَا یَقُوْمُوْنَ مِنْ اَجَلِ الْجُنُوْنِ اِلَّا کَقِیَامِ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَان۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مِنْ عَکْسِ التَّشْبِیْهِ مُبَالَغَةً: یہ تشبیہ معکوس ہے، ہونا یہ چاہیے کہ سود کو بیع کے ساتھ تشبیہ دیتے؛ لیکن اس کے برعکس بیع کو سود کے مشابہ قرار دیا، یہ انھوں نے بطور مبالغہ کے کہا ہے، گویا وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ اصل حلت تو سود کی ہے، اس میں حرمت کا کوئی سوال نہیں ہے، پھر کہا کہ بیع بھی اسی سود ہی کی طرح حلال ہے، یہ تشبیہ، تشبیہ کا سب سے اعلی درجہ ہے۔

(ب) ربوا کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

ربا کے معنی لغت میں مطلق زیادتی کے ہیں، کہا جاتا ہے: رَبَی الشَّئُ یَرْبُوْا اِذَا زَادَ.

اور اصلاحِ فقہاء میں ربا: هُوَ فَضْلُ مَالٍ بِلَا عِوَضٍ فِیْ مُبَادِلَةِ الْمَالِ بِالْمَال یعنی اس خاص زیادتی کا نام ہے، جو دو مالوں کے تبادلے میں بغیر کسی عوض کے لی جائے۔

زمانۂ رسالت میں کونسا سود رائج تھا؟

زمانہ رسالت میں ربٰو اقرض کا رواج تھا، وہ یہ ہے کہ دین میں تاخیر کر کے مال کے اندر زیادتی کی جائے جب دین میں تاخیر ہوتی جاوے، زیادتی بھی ہوتی جاوے چوں کہ اس میں ضرر عظیم ہے اس لیے وہ حرام ہے اور اس پر قرآن کریم میں اصالۃً حکم تحریم وارد ہوا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

علت ربوا کے بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف:

امام نووی فرماتے ہیں جو چیزیں حدیث میں وارد ہوئی ہیں ان چھ چیزوں میں ربوا منحصر نہیں ہے، بلکہ اشیاء ستہ میں جو حرمت ربوا کا حکم ہے، وہ معلول ہے یعنی اس میں علت جاری کر کے دوسری چیزوں کو بھی اس حکم میں شامل کیا جائے گا، اور یہی جمہور علماء کی رائے ہے، لیکن علت میں علماء کے درمیان اختلاف ہے احناف کے نزدیک سونے چاندی میں علت وزن مع الجنس اور باقی چیزوں میں کیل مع الجنس ہے۔

اور شوافع کے نزدیک سونا چاندی میں ثمنیت مع اتحاد الجنس اور باقی چیزوں میں مطعوم ہونا مع اتحاد الجنس۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

عبارت میں کس کے مسلک کی طرف اشارہ ہے اور کیسے؟

عبارت میں اسی مسلک یعنی امام شافعی کی رائے کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ اس طرح ہے کہ عبارت میں مذکور ہے کہ وَهُوَ الزِّيَادَةُ فِي الْمُعَامَلَةِ بِالنُّقُوْدِ وَالْمَطْعُوْمَاتِ فِي الْقَدْرِ وَالْأَجَلِ یہی عبارت مسلک شوافع پر دال ہے۔

محل امتحان نمبر ۳۱، جلالین: ۴۶

(الف) عبارت بااعراب: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ وَجَعَلَهُ كُلَّهُ مُحْكَمًا فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى: اُحْكِمَتْ اٰيَاتُهُ. بِمَعْنٰى أَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ عَيْبٌ وَ مُتَشَابِهًا فِيْ قَوْلِهِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا. بِمَعْنٰى أَنَّهُ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي الْحُسْنِ وَالصِّدْقِ. ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) محکم ومتشابہ کی اصطلاحی تعریف

Website:MadarseWale.blogspot.com

کرنے کے بعد متشابہ کی اقسام مع مثال بیان کریں، اس کے بعد هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ کا مطلب تحریر کریں (ج) مفسر علام نے وجعله كلّه محكمًا إلخ سے کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے؟ (د) آئندہ کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: وہی خدا ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی کہ اس میں محکم آیتیں ہیں اور وہی کتاب کا اصل مدار ہیں اور دیگر متشابہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول (أُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ) میں پورے قرآن کو محکم قرار دیا گیا ہے یہ اس معنیٰ کر ہے کہ اس میں کوئی عیب نہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول (كِتَابًا مُّتَشَابِهًا) میں پورے قرآن کو متشابہ قرار دیا گیا ہے اس معنیٰ کر کہ اس کا بعض بعض کے حسن وصدق میں مشابہ ہے سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے فتنہ کی تلاش میں متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کی غلط تاویل وتفسیر کرنے میں لگ جاتے ہیں، جبکہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے علاوہ اس کی حقیقی مراد کوئی نہیں جانتا۔

(ب) محکم ومتشابہ کی اصطلاحی تعریف:

محکم: وہ ہے جو مفسر سے زیادہ قوی ہو اس طور پر کہ اس کے خلاف کا احتمال ہی نہ ہو یعنی وہ تاویل وتخصیص کا احتمال ہی نہ رکھے۔ اس کی مثال اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ یہ آیت محکم ہے، اِس طور پر کہ اس میں تاویل وتخصیص کا احتمال نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں لفظ کل کا ذکر ہے، جس سے تخصیص کا احتمال ختم ہوگیا اور تاویل، نسخ وتبدیل کا بھی احتمال نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت کا ذکر ہے جو ازلی ہے۔ (اصول الشاشی)

متشابہ: وہ ہے جو مجمل سے زیادہ پوشیدہ ہو یعنی دنیا میں اس کی مراد جاننے کا احتمال بھی ختم ہوگیا ہو (مجمل میں کم از کم متکلم کی جانب سے بیان کا احتمال ہوتا ہے) امت کی جانب نسبت کرتے ہوئے، مثال کے طور پر (حروفِ مقطعات جو سورتوں کے شروع میں ہیں)۔ (اصول الشاشی)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

متشابہ کی اقسام مع مثال بیان:

متشابہ کی دو قسمیں ہیں:

اوّل: جس کا سرے سے معنیٰ ہی معلوم نہ ہوں، مثلاً: الٓمّٓ، حٰمٓ، یٰسٓ، طٰہٰ وغیرہ۔

دوم: جس کا معنیٰ تو معلوم ہو؛ لیکن مرادِ الٰہی معلوم نہ ہو، مثلاً ساق، ید، وجہ وغیرہ۔

(اصول الشاشی)

هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ کا مطلب:

یعنی احکامِ دین و دنیا میں آیاتِ محکمات ہی معتمد ہیں وہی اصل ہیں جن سے مسائل وغیرہ متفرع کیے جاتے ہیں اور رہے آیاتِ متشابہات تو اس کے معنیٰ کے جاننے کا انسان کو مکلف نہیں بنایا گیا ہے؛ بلکہ اس کے علم کو اللہ کے حوالے کرنے کا حکم ہے۔

(صاوی: ج ۱/)

(ج) وجعلہ کلّہ محکمًا إلخ سے کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے؟

اس عبارت سے مفسر علام نے قرآن کریم کی دو مختلف مقامات کی دو آیتوں سے پیدا ہونے والے تعارض کو دُور کیا ہے۔

تعارض: قرآنِ کریم میں ایک جگہ پورے قرآن کو محکم بتایا ہے اور دوسری جگہ پورے قرآن کو متشابہ بتلایا ہے پھر یہاں پر بعض کو محکم اور بعض کو متشابہ گردانا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پورا قرآن محکم بھی ہو اور متشابہ بھی ہو پھر کچھ محکم اور کچھ متشابہ ہو؟

جواب: یہ اعتراض سطحی نظر کی وجہ سے پیدا ہوا ہے؛ ورنہ عمیق نظر رکھنے والے اس میں تعارض نہیں پاتے ہیں، بہر حال! یہاں جو ذکر ہوا ہے کہ بعض محکم اور بعض متشابہ ہیں یہی راجح ہے اور رہے دیگر مقامات پر کل کا محکم یا متشابہ گردانا تو وہ اس معنیٰ کر نہیں جس معنیٰ کر یہاں ذکر ہوا ہے؛ بلکہ وہاں جہاں کل کو محکم گردانا گیا ہے اس کے معنیٰ عیب کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہیں کہ پورے قرآن میں کوئی عیب نہیں ہے اور جہاں پورے قرآن کو متشابہ گردانا گیا ہے وہاں اس کے معنیٰ مشابہت کے ہیں یعنی پورا قرآن ایک دوسرے کے صدق میں مشابہ ہیں اور جہاں بعض کو متشابہ اور بعض کو محکم قرار دیا ہے وہاں دوسرے معنیٰ ہیں یعنی ہر جگہ کی جہت مختلف ہے اور یہ بات آسان منطق سے پڑھتے چلے آرہے ہیں کہ تعارض کے لیے دس شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے جس میں سے ایک اتحادِ جہت ہے جو یہاں مفقود ہے۔

(صاوی: ج ۱/)

(د) کلمات کی لغوی صرفی تحقیق:

زَیْغٌ : یعنی حق سے بے رغبتی (باب ضرب) سے مصدر ہے، بصلہ عن۔

ابتغاء : باب افتعال کا مصدر بمعنیٰ طلب و جستجو کرنا۔

الفتنة : (ج) فتن بمعنیٰ فتنہ، فساد، شرارت، مراد جاہل عوام کو گمراہ کرنے کے لیے غلط مطلب نکال کر انہیں بتانا۔

تاویل : بمعنیٰ تفسیر، یعنی ان آیتوں کی تاویل میں پڑتے ہیں جن میں پڑنے سے روکا گیا ہے۔

محل امتحان نمبر ۳۲، جلالین: ۴۸

(الف) عبارت با اعراب: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ وَيَقْتُلُوْنَ﴾ وَفِي قِرَاءَةٍ يُقَاتِلُوْنَ ﴿النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ وَ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ﴾ بِالْعَدْلِ ﴿مِنَ النَّاسِ﴾ وَهُمُ الْيَهُوْدُ رُوِيَ أَنَّهُمْ قَتَلُوْا ثَلَاثَةً وَأَرْبَعِيْنَ نَبِيًّا فَنَهَاهُمْ مِائَةٌ وَسَبْعُوْنَ مِنْ عُبَّادِهِمْ فَقَتَلُوْهُمْ مَنْ يَوْمِهِمْ ﴿فَبَشِّرْهُمْ﴾ أَعْلِمْهُمْ ﴿بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ مُؤْلِمٍ وَذِكْرُ الْبَشَارَةِ تَهَكُّمٌ بِهِمْ وَدَخَلَتِ الْفَاءُ فِيْ خَبَرِ إِنَّ لِشِبْهِ اِسْمِهَا الْمَوْصُوْلِ بِالشَّرْطِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیں کہ مفسر علام

Website:MadarseWale.blogspot.com

نے بَشِّرْهُمْ کی تفسیر اعلمھم سے کیوں کی؟ نیز ''وَدُخِلَتِ الْفَاءُ الخ'' سے کس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں؟ اعتراض و جواب کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیت کا انکار کرتے ہیں، اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں، ایک قراءۃ میں یُقَاتِلُوْنَ ہے یعنی انبیاء سے لڑتے ہیں، (اور ان لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں، جو عدل کا حکم کرتے ہیں) اور یہ یہود ہیں مروی ہے کہ انھوں نے ۴۳ر تینتالیس انبیاء کو قتل کیا، انہیں اس جرم سے ۱۷۰ر ایک سو ستر عابدوں نے منع کیا، تو انہیں بھی اسی دن قتل کر دیا (انہیں دردناک عذاب کی بشارت سنا دو) یعنی اطلاع کر دو، اور بشارت کا ذکر ان کے ساتھ تہکم ہے، اور اِنَّ کی خبر میں فاء اس لیے داخل ہوئی کہ اس کا اسم جو کہ موصول ہے، شرط کے مشابہ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) آیت کا مطلب:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ: یعنی ان کی سرکشی اور بغاوت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ صرف نبیوں کو ہی ناحق قتل نہیں کیا بلکہ ان کو بھی قتل کر ڈالا جو حق و انصاف کی بات کرتے تھے، یعنی وہ مؤمنین مخلصین اور داعیان حق جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے تھے۔

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ: یہ طنزیہ انداز بیان ہے مطلب یہ ہے کہ اپنے جن کرتوتوں پر وہ آج بہت خوش ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں، انھیں بتا دو کہ تمہارے ان اعمال کا انجام یہ ہے اور عذاب کی بشارت، درحقیقت ان پر ایک طرح کا طنز ہے ورنہ بشارت خوش خبری کو کہتے ہیں، پس عذاب کی بشارت نہیں ہو سکتی، چوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کرنے والوں نے اس قتل کرنے کو اپنا ایک کارنامہ سمجھا، اور ظاہر ہے کہ کسی بڑے کام پر انعام و اکرام کی بشارت ملتی ہے، تو ان کے اس گمان کی بنیاد پر

Website:MadarseWale.blogspot.com

بشارت کا لفظ لایا گیا؛ مگر اس کے ساتھ عَذَابٍ اَلِیْمٍ کو چسپاں کر کے بتا دیا گیا، کہ تمہارے لیے کس قسم کی بشارت ہے۔

بَشِّرْهُمْ کی تفسیر اعلمھم سے کرنے کی وجہ:

بَشِّرْهُمْ اس میں دراصل استعارہ تبعیہ ہے اخبار بالعذاب کو بشارت سے تشبیہ دی ہے، مشبہ بہ کو مبشہ کے لیے مستعار لیا ہے، درحقیقت یہاں عذاب کی خبر رہنا مقصد ہے اس لیے یُبَشِّرْهُمْ کی تفسیر اَعْلِمْهُمْ سے کی گئی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

وَدُخِلَتِ الْفَاءُ ان الخ: مفسر علام نے یہاں ایک اعتراض کا جواب دیا ہے۔

اعتراض: اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللهِ الخ: سے من الناس تک مجموعی اعتبار سے اِنَّ کا اسم ہے، اور فَبَشِّرْهُمْ اس کی خبر ہے، نہ کہ مبتدا شرط اور نہ خبر جزا ہے، پھر خبر میں فاء جزائیہ کیوں داخل کیا گیا؟

جواب: اس کا جواب مفسر نے یہ دیا کہ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ میں شرط کی مشابہت پائی جاتی ہے اس لیے اس کی خبر جزاء کے مشابہ ہے، کیوں کہ کفر بِاٰيٰتِ اللهِ اور قتل انبیاء وصلحاء عذاب الیم کی بشارت کا سبب ہے، اور معلوم ہے کہ شرط، جزاء کے لیے سبب ہے، تو یہاں اِنَّ کا اسم اس کی خبر کے لیے سبب ہے تو گویا کہ لفظاً شرط وجزاء نہیں ہے لیکن مشابہت تو ضرور ہے اس لیے فاء جزائیہ خبر میں آیا، قاعدہ یہ ہے کہ مبتداء اسم موصول ہو، یا اسم موصول کا مضاف ہو، اور موصول کا صلہ فعل ہو، تو اس میں شرط کی مشابہت پائی جاتی ہے، اور خبر پر فاء جزائیہ کا داخل کرنا جائز ہوتا ہے۔

محل امتحان نمبر ۳۳، جلالین: ۵۲

(الف) عبارت با اعراب: ﴿فَلَمَّآ اَحَسَّ﴾ عَلِمَ ﴿عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ﴾ وَأَرَادُوْا

Website:MadarseWale.blogspot.com

قَتْلَهُ ﴿قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ﴾ أَعْوَانِيْ ذَاهِبًا ﴿اِلَى اللّٰهِ﴾ لِأَنْصُرَ دِيْنَهُ ﴿قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾ اَعْوَانُ دِيْنِهِ ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ﴾ يَا عِيْسٰى ﴿بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) حواریین کون تھے، کتنے تھے اور وجہ تسمیہ بھی قلم بند کریں۔

جواب

ترجمہ: چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی طرف سے انکار محسوس کیا اور انہوں نے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا تو آپؑ نے فرمایا اللہ کے لیے میرا کون مددگار رہوگا؟ حال یہ کہ میں اللہ کی طرف جارہا ہوں؛ تاکہ میں اس کے دین کی مدد کروں، تو حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار یعنی اس کے دین کے مددگار، ہم اللہ کی تصدیق کرتے ہیں اور اے عیسیٰ! تم گواہ رہنا کہ ہم فرماں بردار ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

حضرت مریم وعیسیٰ علیہما السلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یوسف ان کو مصر لے گئے اور وہیں وہ جوان ہوئے اور پھر ملک شام گئے وہاں حضرت یحییٰ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے اور لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے تھے، آخرکار بادشاہ نے ان کو قتل کرادیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یروشلم وغیرہ کے شہر میں تبلیغ کرتے رہے اور یہود کو ان کے ساتھ عداوت بڑھتی رہی؛ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بامرِ الٰہی دینِ موسویؑ کے احکام میں تبدیلی کی جس کی تفصیل اناجیلِ اربعہ میں مل سکتی ہے۔ یَوْمَ السَّبْتِ کے سلسلہ میں بڑی پابندیاں تھیں ان کو ہٹایا، غرضے کہ یہود ان سے مشتعل ہوئے اور ان کے درپے ہوگئے جس کی وجہ سے ان کو اپنے اعوان و انصار حواریین سے مدد لینی پڑی، یہاں ابن مریمؑ کو بطورِ جزءِ علم استعمال کرکے حضرت مریم علیہا السلام کے بزرگی کی طرف اشارہ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) حوارین کون تھے اور کتنے تھے:

حوارین: یہ مخلص ترین لوگ تھے جو جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست حق پر ایمان لائے۔ ان کی تعداد بارہ تھی انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

وجہ تسمیہ:

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ لوگ سفید تھے اسی وجہ سے ان کا نام حوارین ذکر کیا گیا ہے اس صورت میں (حوارین) حور سے مشتق ہوگا جس کے معنیٰ سفیدی کے ہیں اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ لوگ دھوبی تھے اور دھوبی، رنگریز ماہی گیر تمام کو عربی میں (حواری) کہا جاتا ہے اسی لیے ان کو حواری کہا گیا۔

محل امتحان نمبر ۳۴، جلالین: ۵۳

(الف) عبارت بااعراب: ﴿فَمَنْ حَآجَّكَ﴾ جَادَلَكَ مِنَ النَّصَارٰى ﴿فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ بِأَمْرِهٖ ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ﴾ فَنَجْمَعُهُمْ ﴿ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ بِأَنْ نَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَاذِبَ فِي شَأْنِ عِيْسٰى وَقَدْ دَعَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدَ نَجْرَانَ لِذٰلِكَ لَمَّا حَاجُّوْهُ بِهٖ فَقَالُوْا حَتّٰى نَنْظُرَ فِي أَمْرِنَا ثُمَّ نَأْتِيْكَ فَقَالَ ذُوْ رَأْيِهِمْ لَقَدْ عَرَفْتُمْ نُبُوَّتَهٗ وَأَنَّهٗ مَا بَاهَلَ قَوْمٌ نَبِيًّا إِلَّا هَلَكُوْا فَوَادَعُوا الرَّجُلَ وَانْصَرَفُوْا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیری فوائد لکھیں۔
(ج) شانِ نزول تحریر کریں (د) مباہلہ کے لغوی صرفی معنیٰ تحریر کرتے ہوئے بتائیں کہ کیا مباہلہ اب بھی مشروع ہے؟ اور کس وقت؟

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

ترجمہ: پھر جو کوئی نصاری میں سے آپ سے اس (باب) یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کے معاملہ میں حجت کرنے بعد اس کے کہ آپ کے پاس عیسی کے معاملہ میں علم پہنچ چکا ہو تو ان سے کہو (اچھا) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تمہارے بیٹوں کو بھی اور اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی اور خود ہم اور تم سب (آئیں) ان سب کو جمع کریں پھر عاجزی سے دعاء کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں اور اس طرح کہیں (اللّٰھم العن الخ) اے اللہ عیسیٰ کے معاملہ میں جھوٹے پر لعنت فرما، جب انہوں نے اس معاملہ میں آپ علیہ السلام سے جھگڑا کیا تو نبی علیہ السلام نے وفد نجران کو مباہلہ کی دعوت دی تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے معاملہ میں غور کرلیں پھر ہم آپ کے پاس آئیں گے تو ان کے صاحب الرائے نے ان سے کہا، تم ان کی نبوت کو پہچان چکے ہو اور واقعہ یہ ہے کہ کسی قوم نے اپنے نبی سے مباہلہ نہیں کیا مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوگئی لہٰذا تم اس شخص سے صلح کرلو اور واپس چلو (تو انہوں نے صلح کرلی اور واپس ہو گئے)۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیری فوائد:

مِنَ النَّصَارٰی: یعنی اس سے مراد نصاری نجران ہیں یا ان کے علاوہ بھی دوسرے ہو سکتے ہیں۔

بِأَمْرِہٖ: یعنی آپ کے پاس عیسی کے متعلق یہ علم پہنچ چکا ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں ان کے بیٹے نہیں ہیں۔

لِذٰلِك: یعنی مباہلہ کی دعوت دی جو کہ عاجزی و دعاء کرنا ہے۔

ذوِرائھم: یعنی وہ لوگ اپنے بڑے اور صاحب الرائے کے پاس لوٹے تو انہوں نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ نبی سے مباہلہ کرنا ہلاکت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

وَلَقَدْ عَرَفْتُمْ نُبُوَّتَہٗ: مراد آپ علیہ السلام کی نبوت ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

فوادعوا الرجل: میں رجل سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؛ چناں چہ انھوں نے آپ علیہ السلام سے مال پر صلح کی۔ (صاوی: ج۱/ ۱)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) شانِ نزول:

۹ھ میں نصاری نجران کے چودہ اکابر کا ایک وفد آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھوں نے آپ سے الوہیت مسیح کے سلسلہ میں گفتگو جاری کی اس سلسلہ میں اسلامی عقیدہ بالکل صاف اور ظاہر تھا لیکن پھر بھی مسیح نمائندے اپنی بات پر اڑے رہے، آخر کار آپ علیہ السلام نے وہی کیا جو ایک سچا اور مخلص دیندار ایسے موقع پر کرتا ہے آپ نے فرمان الٰہی کے تحت نصاری کو مباہلہ کی دعوت دی کہ زبانی گفتگو تو بہت ہو چکی اب آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں اور خاص اقرباء کو لے کر اپنے پروردگار سے یہ عاجزی اور تضرع کریں کہ جو فریق ناحق پر ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت نازل ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حقیقی اور حکمی اولاد فاطمہ وحسن حسین اور حضرت علی کو ساتھ لے کر تشریف لے آئے لیکن راوی کا بیان ہے کہ مسیحیوں کی ہمت عین وقت پر جواب دے گئی اور بجائے اس آزمائش میں پڑنے کے عافیت اس میں سمجھی کہ جزیہ دے کر ذمی رعایا بن کر اسلامی حکومت میں رہنا گوارہ کر لے۔

(د) مباہلہ کے لغوی صرفی معنیٰ:

مباہلہ کے لغوی معنیٰ: عاجزی کرنا، گڑگڑانا۔

اصطلاحی تعریف: دو فریق کا کسی میدان میں جا کر ایک دوسرے پر ایک لعنت بھیجنا اس طرح کہ اگر ہمارا مقابلہ ناحق پر ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

کیا مباہلہ اب بھی مشروع ہے اور کس وقت؟

قرآن نے یہ نہیں بتلایا کہ مباہلہ کی صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی اختیار کی جاسکتی ہے؛ لیکن بعض سلف کے طریق عمل اور بعض فقہاء کرام اور بعض

Website:MadarseWale.blogspot.com

حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے مگر ان چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی ہو، اور اس وقت جبکہ معاندین کی سرکشی حد سے تجاوز کر جائے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۳۵، جلالین: ۵۵

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ﴾ اذْكُرْ ﴿إِذْ﴾ حِيْنَ ﴿أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ﴾ بِفَتْحِ اللَّامِ لِلْابْتِدَاءِ وَتَوْكِيْدِ مَعْنَى الْقَسَمِ الَّذِيْ فِيْ أَخْذِ الْمِيْثَاقِ وَكَسْرِهَا مُتَعَلِّقٌ بِأَخَذَ وَمَامَوْصُوْلَةٌ عَلَى الْوَجْهَيْنِ أَيْ لِلَّذِيْ ﴿اٰتَيْتُكُمْ﴾ إِيَّاهُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ اٰتَيْنٰكُمْ ﴿مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ﴾ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ جَوَابُ الْقَسَمِ إِنْ أَدْرَكْتُمُوْهُ وَأُمَمُهُمْ تَبَعٌ لَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿قَالَ﴾ تَعَالٰى لَهُمْ ﴿ءَاَقْرَرْتُمْ﴾ بِذٰلِكَ ﴿وَ اَخَذْتُمْ﴾ قَبِلْتُمْ ﴿عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ﴾ عَهْدِيْ ﴿قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝۸۱﴾ عَلَيْكُمْ وَعَلَيْهِمْ ﴿فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝۸۲﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیر لکھیں (ج) رسولٌ سے کون سے رسول مراد ہیں؟ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں تو ان نبیوں کے زمانے میں تو مبعوث نہیں ہوئے تھے، تو اس عہد کا کیا فائدہ ہوا؟

جواب

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب انبیاء سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت (کی قسم) سے دوں لما لام کے فتحہ کے ساتھ لام ابتداء ہے اور اس معنیٰ قسم کی تاکید کے لیے ہے جو اخذ المیثاق سے مفہوم ہے اور کسرۂ لام کے ساتھ اخذ کے متعلق ہے اور ما دونوں صورتوں میں موصولہ ہے أي الذي اور ایک قرأت

Website:MadarseWale.blogspot.com

میں اٰتینکم ہے پھر تمہارے پاس اس کتاب وحکمت کی تصدیق کرنے والے آئے جو تمہارے پاس ہے اور وہ رسول محمدؐ ہیں تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا (لتؤمنن) جوابِ قسم ہے یعنی تم اگر اس کو پاؤ، اس حکم میں انبیاء کی امتیں ان کے تابع ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو؟ اور اس پر میرا عہد کرتے ہو؟ وہ بولے ہم اقرار کرتے ہیں فرمایا تم اس بات پر گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے اور ان کے اوپر گواہوں میں سے ہوں تو اب جو بھی اس عہد کے بعد روگردانی کرے گا تو وہ نافرمانوں میں شمار ہوگا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیر:

یعنی عالمِ ارواح میں تمام انبیاء سے اِس بات کا عہد لیا گیا تھا کہ تم کو جو کتاب و حکمت دی جارہی ہے جب اس کی تصدیق کرنے والا نبی تمہارے پاس آئے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا؛ چنانچہ نبیوں نے اس عہد کا اقرار کیا، اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت انبیاء کے زمانہ میں ہوتی تو ان سب کے نبی آپ ہی ہوتے اور وہ تمام انبیاء آپ کی امت میں شامل ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی شان محض نبیُ الامت کی نہیں؛ بلکہ نبی الانبیاء کی بھی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آپ کی نبوت عامہ اور شاملہ ہے اور آپ کی شریعت میں سابقہ تمام شریعتیں مدغم ہیں۔ آخرِ آیت میں اہلِ کتاب کو تنبیہ کرنا ہے کہ تم اللہ کے عہد کو توڑ رہے ہو، محمدؐ کا انکار اور ان کی مخالفت کرکے اس میثاق کی خلاف ورزی کر رہے ہو جو تمہارے انبیاء سے لیا گیا تھا اور تم اس عہد میں انبیاء کے تابع تھے، لہٰذا اب تم ایمان کے حدود سے نکل چکے ہو یعنی اللہ کی اطاعت سے خارج ہوگئے ہو۔

(ج) رسولٌ سے کون سے رسول مراد ہیں؟

حضرت ابن عباس، حضرت علی اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول

Website:MadarseWale.blogspot.com

سے مراد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے علاحدہ علاحدہ عہد لیا۔ (صاوی)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اس عہد کا فائدہ:

اِس عہد کا فائدہ ہے اولِ انبیاء کو آخرِ انبیاء سے جوڑنا اور ان نبیوں کا آپس میں ایک دوسرے کی نصرت و مدد اور تائید کرنا اور اِس بات کو بیان کرنا کہ انبیاء میں حسد کی بیماری نہیں ہوتی ہے۔ (صاوی)

محل امتحان نمبر ۳۶، جلالین: ۵۷

(الف) عبارت بااعراب: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۝ وَ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ﴾ اِسْتِفْهَامُ تَعْجِيْبٍ وَ تَوْبِيْخٍ ﴿وَ اَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ وَ مَنْ يَّعْتَصِمْ﴾ يَتَمَسَّكْ ﴿بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ بِأَنْ يُّطَاعَ فَلَا يُعْصٰى وَيُشْكَرَ فَلَا يُكْفَرَ وَيُذْكَرَ فَلَا يُنْسٰى فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَقْوٰى عَلٰى هٰذَا فَنُسِخَ بِقَوْلِهٖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَااسْتَطَعْتُمْ ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) مفسر علام نے استفہام تعجب کے بجائے تعجیب کیوں فرمایا ہے؟ اور (حَقَّ تُقٰتِهٖ) کی ترکیب لکھ کر مطلب واضح کریں (د) جب موت غیر اختیاری چیز ہے تو اس سے نہی کیوں کی جارہی ہے؟

جواب

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر اہلِ کتاب کے کسی فریق کی بات مانو گے تو وہ تم کو

Website:MadarseWale.blogspot.com

تمہارے ایمان لانے کے باوجود کافر بنا کر چھوڑیں گے اور تم کس طرح کفر کر سکتے ہو استفہام تعجب اور توبیخ کے لیے ہے؛ حالاں کہ تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا رسول موجود ہے اور جو اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے تو وہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت کیا جاتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے بایں طور کہ اس کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اور اس کو یاد رکھا جائے بھلایا نہ جائے تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی کس کو قدرت ہے؟ تو اس حکم کو اللہ نے اپنے قول (فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) سے منسوخ کر دیا اور تم جان نہ دینا بجز اس حال کے کہ تم مسلمان موحد ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

ماقبل میں لوگوں کو ڈانٹا گیا تھا کہ تم لوگوں کو جان بوجھ کر کیوں گمراہ کرتے ہو، پھر مسلمانوں کو نصیحت کی گئی تھی کہ تم ان کی باتوں میں نہ پڑو؛ ورنہ آہستہ آہستہ تم سے نورِ ایمانی جاتا رہے گا اور تم دوبارہ کفر کے گڑھے میں جا پڑو گے اور وہ لوگ کیسے کفر کر سکتے ہیں جن کے درمیان خدا کا رسول اور اس کا نبی موجود ہو اور لوگوں کو اللہ کی کتاب قرآن پڑھ کر سناتا ہو جو شخص اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے گا وہ سیدھی راہ پائے گا اور کامیاب ہو جائے گا اور چاہیے کہ ہر مسلمان کے دل میں خدا کا پورا پورا ڈر ہو وہ ہر وقت خدا سے ڈرتے ہوں اور نیک اعمال کرتے ہوں، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ان کو موت آ جائے اور وہ کسی دوسرے اعمال میں مبتلا ہوں، یہ آیتیں مدینہ کے دو خاندان اوس اور خزرج کے سلسلے میں نازل ہوئیں کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے؛ لیکن مسلمان ہونے کے بعد ایک دوسرے کے خون کے محافظ ہو گئے؛ لیکن یہ اتحاد و یکجہتی یہود کو نہیں بھاتی تھی وہ اندر اندر سے جلتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح وہ آپس میں پھر دشمن

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہو جائیں؛ چنانچہ ایک اندھے یہودی شماس بن قیس نے کسی فتنہ پرور انسان کو لگادیا کہ جہاں دونوں قبیلہ کے لوگ بیٹھے ہوں وہاں کسی طرح دونوں کے درمیان ہوئی مشہور جنگ، جنگِ بغاث کا تذکرہ چھیڑ دے، جس میں دونوں قبیلہ کے کثیر لوگ مارے گئے تھے؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس سے دونوں قبیلوں کے درمیان پرانی باتوں کو لے کر جھگڑا ہونے لگا اور قریب تھا کہ تلواریں میان سے نکل آتیں؛ لیکن سرکارِ دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو روکا اور اطمینان دلایا پھر وہ ٹھنڈے ہوئے۔

(ج) مفسر علام نے استفام تعجب کے بجائے تعجیب کیوں فرمایا ہے؟

تعجیب بروزن تفعیل آگے توبیخ کی رعایت کرتے ہوئے ذکر کردیا ہے اور یہ مبالغہ کے لیے بھی ہوسکتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(حَقَّ تُقٰتِهٖ) کی ترکیب اور مطلب:

یہ مصدر محذوف کی صفت ہے اور اصل عبارت ہے: تقوی حق تقاته.

اور اس کا مطلب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے: حق تقته هو ان يطاع فلا يُعصٰى ويُذكر يُنسٰى ويُشكر فلا يُكفر.

اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دراصل (حق تقته) کی ہی تفسیر (اتقوا الله ما استطعتم) ہے یعنی اپنی قدرت کے بقدر اللہ سے ڈرو۔

(د) جب موت غیر اختیاری چیز ہے تو اس سے نہی کیوں کی جارہی ہے؟

اس آیت میں موت سے نہیں مراد نہیں ہے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تمہاری موت حالتِ اسلام کے علاوہ دیگر حالت میں نہیں ہونی چاہیے یعنی موت تک تم اسلام پر برقرار رہو اور اس سے مت پھرو کہ تمہاری موت کسی اور دین پر آجائے اور تم ہمیشہ ہمیش کے لیے شقی وبدبخت ہوجاؤ، اس صورت میں یہاں پر نہی کرنا درست ہے۔ (صاوی: ج ۱/)

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۷ ، ۳، جلالین: ۵۸

(الف) عبارت با اعراب: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً﴾ أَصْفِيَاءَ تَطَّلِعُوْنَهُمْ عَلٰى سِرِّكُمْ ﴿مِّنْ دُوْنِكُمْ﴾ أَيْ غَيْرِكُمْ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى ﴿لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا﴾ نُصِبَ بِنَزْعِ الْخَافِضِ أَيْ لَا يَقْصُرُوْنَ لَكُمْ جُهْدَهُمْ فِي الْفَسَادِ ﴿وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ﴾ أَيْ عَنَتَكُمْ وَهُوَ شِدَّةُ الضَّرَرِ ﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ﴾ اَلْعَدَاوَةُ لَكُمْ ﴿مِنْ اَفْوَاهِهِمْ﴾ بِالْوَقِيْعَةِ فِيْكُمْ وَإِطِّلَاعِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى سِرِّكُمْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کر کے تفسیری کلمات کے فوائد لکھیے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: (اے ایمان والو! اپنے علاوہ دوسروں کو) یعنی یہود ونصاری اور منافقین کو (اپنا رازدار نہ بناؤ) کہ انہیں اپنے رازوں سے باخبر کر دو (وہ تمہارے حق میں بگاڑ پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے) خَبَالًا منصوب بنزع الخافض ہے، یعنی حرف جر کو حذف کر کے نصب دے دیا گیا ہے، عبارت یہ ہوگی لَا يَأْلُوْنَكُمْ فِي الْخَبَالِ یعنی أَيْ لَا يَقْصُرُوْنَ لَكُمْ فِي الْفَسَادِ (وہ تمہارے شدید نقصان کی تمنا رکھتے ہیں) تمہارے حق میں ان کی دشمنی ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی ہے) کہ تمہارے بدگوئی کرتے ہیں، اور تمہارے رازوں کو مشرکین تک پہونچاتے ہیں)۔

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:

(۱) بِطَانَةً: اس کا جمع ہے بطائن اس شخص کو کہتے ہیں جو رازوں سے واقف ہو، اور رازدار وہی ہو سکتا ہے جو مخلص اور گہرا اور بے تکلف دوست ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(۲) أصْفِیَاءَ: اس کا واحد صَفِیٌّ بمعنی بے تکلف دوست یعنی یہود، نصاری منافقین نیز دوسرے کفار کو اپنا دلی دوست بنانا جو رازوں سے واقف ہو۔

(۳) تَطَّلِعُوْنَهُمْ: یہ فعل مضارع معروف جمع حاضر کا صیغہ از باب افتعال بمعنی کسی چیز کے بارے میں دوسروں کو یا غیروں کو خبر دینا۔ اطلاع کر دینا۔

(۴) لَا یَأْلُوْنَكُمْ: یہ فعل مضارع معروف جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے کم ضمیر خطاب مفعولی ہے از باب (ن) کسی چیز کے بارے میں کمی نہ کرنا۔

(۵) مَا عَنِتُّمْ: میں مَا مصدریہ ہے، عَنِتُّمْ یہ فعل ماضی معروف جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے از باب (ن) بمعنی انتہائی درجہ کی نقصان کی تمنا رکھنا۔

(۶) بَدَتِ: یہ فعل ماضی معروف واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے از باب (ن) بمعنی ظاہر ہونا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

تفسیری فوائد:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الخ: اے ایمان والو! تم اپنے مذہبوں کے علاوہ دوسرے مذاہب والوں کو اپنا رازدار اور قلبی دوست نہ بناؤ، خواہ وہ یہود و نصاری ہوں یا مشرکین ہوں۔

أصْفِیَاءَ تَطَّلِعُوْنَهُمْ عَلٰی سِرِّكُمْ: بِطَانَةً اس شخص کو کہتے ہیں جو رازوں سے واقف ہو، اور رازدار وہی ہو سکتا ہے جو مخلص اور گہرا اور بے تکلف دوست ہو، جس کو عربی میں صفی کہتے ہیں اس کی جمع اصفیاء ہے یعنی یہود اور منافقین نیز دوسرے کفار کو اپنا دلی دوست جو رازوں سے واقف ہو، مت بناؤ، یہ نقصان پہونچانے کے مواقع سے چوکیں گے نہیں۔

نُصِبَ بِنَزْعِ الْخَافِضِ: خبالا اصل میں مجرور تھا، اصل عبارت یوں ہوگی لَا یَأْلُوْنَكُمْ فِی الْخَبَالِ. خبال اس بیماری کو کہتے ہیں جو انسان کے سکون کو درہم برہم کر دے، یہاں مراد فساد اور خرابی ہے، حرف جر کو حذف کر کے خبالاً کو تمیز بنا دیا، اس بنا پر وہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

منصوب ہے، یہ ترکیب کلام میں بہت عام ہے، اسے اصطلاح میں منصوب بنزع الخافض کہا جاتا ہے۔

عَنِتُّمْ: مَا عَنِتُّمْ میں ما مصدریہ ہے، اسی لیے اس کی تفسیر عَنَتُکُمْ سے کی ہے۔

بِالْوَقِيعَةِ: وَقِيعَةٌ کہتے ہیں بدگوئی، زبان سے ایذارسانی اور غیبت اور چغلی وغیرہ کو۔

محل امتحان نمبر ۳۸، جلالین: ۵۹

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ﴾ اذْكُرْ يَا مُحَمَّدُ ﴿إِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ﴾ مِنَ الْمَدِينَةِ ﴿تُبَوِّئُ﴾ تُنْزِلُ ﴿الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ﴾ مَرَاكِزَ يَقِفُوْنَ فِيهَا ﴿لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ﴾ لِأَقْوَالِكُمْ ﴿عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾﴾ بِأَحْوَالِكُمْ وَهُوَ يَوْمُ أُحُدٍ خَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْفٍ أَوْ إِلَّا خَمْسِينَ رَجُلًا وَالْمُشْرِكُوْنَ ثَلَاثَةُ آلَافٍ وَنَزَلَ بِالشِّعْبِ يَوْمَ السَّبْتِ سَابِعَ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَلَاثٍ مِنَ الْهِجْرَةِ وَجَعَلَ ظَهْرَهُ وَعَسْكَرَهُ إِلَى أُحُدٍ وَسَوّٰى صُفُوْفَهُمْ وَأَجْلَسَ جَيْشًا مِنَ الرُّمَاةِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ بِسَفْحِ الْجَبَلِ وَقَالَ انْضَحُوْا عَنَّا بِالنَّبْلِ لَا يَأْتُوْنَا مِنْ وَّرَائِنَا وَلَا تَبْرَحُوْا غُلِبْنَا أَوْ نُصِرْنَا ﴿إِذْ﴾ بَدَلٌ مِنْ إِذْ قَبْلَهُ ﴿هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾﴾.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) غزوۂ اُحد کا واقعہ اور پس منظر اجمالاً تحریر کریں (ج) هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ سے کون لوگ مراد ہیں اور ان کا کیا واقعہ تھا؟ (د) غزوۂ اُحد میں ہزیمت کے کیا اسباب تھے اور اس سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب

ترجمہ: اور اے محمد! وہ وقت یاد کرو جب آپ مدینہ سے اپنے اہل کے پاس سے نکلے تھے، مسلمانوں کو قتال کے مناسب مراکز پر کھڑے کر رہے تھے اور اللہ ان کے اقوال

Website:MadarseWale.blogspot.com

کو بڑے سننے والے اور ان کے احوال کو بڑے جاننے والے ہیں اور یہ اُحد کا دن تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہزار یا پچاس کم ہزار افراد کے ساتھ نکلے تھے، اور مشرکوں کی تعداد تین ہزار تھی ۳ھ ماہِ شوال کی ساتویں تاریخ بروز شنبہ گھاٹی میں نزول فرمایا اور اُحد پہاڑ کی جانب اپنی اور لشکر کی پشت رکھی، اور آپ نے لشکر کی صفوں کو درست فرمایا اور تیراندازوں کا ایک دستہ جس پر عبداللہ بن جبیرؓ کو سالار نامزد فرمایا تھا پہاڑی کی ایک گھاٹی پر متعین فرمایا اور فرمایا کہ تیراندازی کے ذریعہ (دشمن کو) منتشر کر کے تم ہمارا دفاع کرتے رہنا، تاکہ دشمن ہماری پشت کی جانب سے نہ آسکے اور اپنی جگہ ہرگز نہ چھوڑنا خواہ مغلوب ہوں یا غالب، جب تم میں سے دو جماعتیں إِذْ سابقہ إِذْ سے بدل ہے یہ خیال کر بیٹھی تھی کہ ہمت ہار دیں دراں حالاں کہ اللہ دونوں کا مددگار تھا اور چاہیے کہ مومنین اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) غزوۂ اُحد کا واقعہ اور پس منظر اجمالاً:

چوں کہ غزوۂ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے جا چکے تھے اور اس سے ان کو شدید صدمہ پہنچا تھا؛ اس لیے ان کے اندر بدلے کی آگ بھڑک رہی تھی، اس وجہ سے ان کا سب سے بڑا سردار ابوسفیان مدینہ پر حملہ کرنے کی پوری کوشش کر رہا تھا؛ چنانچہ اسی مقصد سے اس نے تقریباً تین ہزار کا لشکر تیار کر لیا، اور پوری قوت و طاقت کے ساتھ جبلِ اُحد کے قریب مقامِ عنین پر پڑاؤ ڈالا، ادھر مدینہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ مدینہ میں رہ کر ہی مقابلہ کیا جائے، اسی طرح کی رائے منافق عبداللہ بن اُبی کی بھی تھی؛ مگر صحابہؓ میں سے کچھ جو شہادت کے شوق میں بے تاب تھے، اور بدر کی جنگ میں شرکت سے محروم رہ گئے تھے، انہوں نے اصرار کیا کہ باہر نکل کر میدان میں لڑا جائے، ان کے اصرار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکل کر دفاع کرنے کا فیصلہ کیا اور جنگی ساز و سامان پہن بھی لیا، تو صحابہؓ کو احساس ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجبوراً اپنی رائے کے برخلاف مدینہ سے باہر نکل کر

Website:MadarseWale.blogspot.com

لڑنے پر تیار ہوئے ہیں۔ بعض صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ مدینہ میں رہ کر دفاع کرنا چاہتے ہیں تو ایسا کیجیے؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نبی جب حربی لباس پہن لیتا ہے تو اس کے لیے لائق نہیں کہ وہ اللہ کے فیصلہ کے بغیر واپس ہو یا لباس اُتارے۔

چنانچہ ۳ھ شوال کی ساتویں تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ اُحد پہنچے اور بیچ راستے ہی میں عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس ہو چکا تھا، کہ آپ نے ہماری رائے کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کیا؛ اس لیے ہم واپس جاتے ہیں۔ بہرحال! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پر پہنچے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سو مسلمان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیراندازوں کو عبداللہ بن جبیرؓ کی ماتحتی میں ایک جگہ مقرر کر دیا، تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ تم ہرگز اپنی جگہ سے مت ہٹنا خواہ غالب رہیں یا مغلوب، شروع میں تو مسلمانوں کو فتح ہوئی، جسے دیکھ کر وہ تیرانداز اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مالِ غنیمت میں لگ گئے، جسے دیکھ کر کفار نے پلٹ کر وار کیا اور مسلمانوں کو پسپا کیا، تقریباً ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے، جن میں حضرت حمزہؓ بھی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) هَمَّتْ طَآئِفَتَانِ سے کون لوگ مراد ہیں؟

اس سے مراد بنوسلمہ اور بنوحارثہ ہیں۔

ان کا واقعہ یہ ہے کہ وہ ہمت ہار گئے تھے اور میدان سے واپس جانے کا ارادہ کر چکے تھے، جب منافقین یہ کہتے ہوئے واپس ہو گئے کہ ہم کیوں اپنی جانوں اور اولادوں کو قتل کرائیں اور عبداللہ بن اُبی نے ابوجابر سلمی سے کہا کہ اگر ہم اس کو قتال سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے یعنی یہ قتال نہیں ہلاکت اور اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جماعتوں کو اس وقت ثابت قدمی عطا فرمائی اور یہ لوگ واپس نہیں ہوئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(د) غزوۂ اُحد میں ہزیمت کے کیا اسباب تھے اور اس سے کیا سبق ملتا ہے؟

ظاہری شکست کی وجہ صحابہؓ کی اجتہادی غلطی ہے اور اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے عالی کی ادنیٰ مخالفت بھی مصائب کا باعث بن سکتی ہے۔

محل امتحان نمبر ۳۹، جلالین: ۶۱

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ قَاتَلَ وَالْفَاعِلُ ضَمِيْرُهُ ﴿مَعَهٗ﴾ خَبَرٌ مُبْتَدَؤُهٗ ﴿رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ﴾ جُمُوْعٌ كَثِيْرَةٌ ﴿فَمَا وَهَنُوْا﴾ جَبُنُوْا ﴿لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ مِنَ الْجِرَاحِ وَقَتْلِ اَنْبِيَاءِهِمْ وَأَصْحَابِهِمْ ﴿وَ مَا ضَعُفُوْا﴾ عَنِ الْجِهَادِ ﴿وَ مَا اسْتَكَانُوْا﴾ خَضَعُوْا لِعَدُوِّهِمْ كَمَا فَعَلْتُمْ حِيْنَ قِيْلَ قُتِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾ عَلَى الْبَلَاءِ أَيْ يُثِيْبُهُمْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں (د) ربیّون کون سا کلمہ ہے؟ مفسر نے جموع کے ساتھ کس معنیٰ کر تفسیر کی ہے استکانوا کا مادہ کیا ہے؟ نیز صبر کے لغوی اور مرادی معنیٰ تحریر کریں۔

جواب

پہلا ترجمہ: اور کتنے ہی نبی قتل کیے جا چکے ہیں اور ایک قراءت میں قاتل ہے اور فاعل اس کی ضمیر ہے کہ ان کے ساتھ میں بہت سے اللہ والے تھے معہ خبر ہے اور ربّیون کثیر اس کا مبتدا ہے بڑی جماعت۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

دوسرا ترجمہ: اور بہت سے نبیوں کے ہم رکاب ہو کر بہت سے اللہ والے جہاد کر چکے ہیں۔ جو کچھ انہیں زخم اور ان کے انبیاء واصحاب کا قتل اللہ کی راہ میں پیش آیا اس سے انہوں نے نہ ہمت ہاری اور نہ وہ جہاد میں کمزور پڑے اور نہ وہ اپنے دشمن سے دبے

Website:MadarseWale.blogspot.com

جیسا کہ جب مشہور ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے اور اللہ تعالیٰ مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے یعنی ان کو اجر دیتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

خداوندِ کریم مذکورہ آیت میں اہلِ احد کو ان مصیبتوں پر تسلی دے رہے ہیں جو ان کو پہنچی تھی اور ان کے لیے اس آیت میں توبیخ ہے جو ان کافروں سے شکست کھا چکے تھے اور قتال پر اُبھارنا ہے یعنی فتح اور شکست بدلنے والی چیز ہے اور مسلمانوں کو شہادت کا مقام بلند عطا فرمانا تھا، مومن و منافق کا پرکھنا، مسلمانوں کو ذنوب سے پاک کرنا اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا منظور تھا کہ جب وہ اپنا عارضی غلبہ اور وقتی کامیابی پر مسرور مغرور ہو کر کفر وطغیان میں پیش از پیش غلو کریں گے خدا کے قہر و غضب کا زیادہ مستحق ہوں گے اس واسطے مسلمانوں کو یہ عارضی ہزیمت ہوئی نہیں تو اللہ کافروں سے راضی نہیں ہے۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

کم: اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ کَأَيِّنْ. کَمْ خبریہ کے معنیٰ میں ہے، اور تکثیر کے لیے ہے،
كَأَيِّنْ اصل میں أَيٌّ تھا، کاف تشبیہ داخل کیا اور نون، نونِ تنوین ہے، خلافِ قیاس اس کو باقی رکھا۔

وفي قراءة قاتل: اس سے دوسری قراءت کی طرف اشارہ ہے اس صورت میں قاتل میں ضمیر مستتر فاعل ہوگا۔ اور پہلی قراءۃ یعنی قُتِلَ کی صورت میں ضمیر مستتر نائب فاعل جو کہ لوٹے گا کَأَيِّنْ مبتداء کی طرف۔ (صاوی: ج ۱/)

خبر مبتداء: یعنی معه خبر مقدم اور رِبِّيُّونَ مبتداء مؤخر اور جملہ حال ہے۔

من الجراح إلخ: یہ لما اصابھم کے ما کا بیان ہے۔

(د) ربّیون کون سا کلمہ ہے؟ مفسر نے جموع کے ساتھ کس معنیٰ کر تفسیر کی ہے؟ استکانوا کا مادہ کیا ہے؟

ربّیون: یہ رَبِّی کی جمع ہے یا تو خلافِ قیاس رب سے ہے، معنیٰ ہوں گے عالم ربانی یا

Website:MadarseWale.blogspot.com

رِبَّۃٌ بالکسر سے ہے اس صورت میں جماعت کے معنیٰ میں ہوں گا۔
مفسر علام نے جموع کے ساتھ اس کی تفسیر اسی دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے کی ہے۔

استکانوا کا مادہ کیا ہے؟

استکانوا: کا مادہ یا توسکونٌ یا کونٌ ہے۔ (حاشیہ جلالین)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

صبر کے لغوی اور مرادی معنیٰ:

لغوی معنیٰ: تنگی اور ناخوشگواری کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھنا الصبر الامساک في ضيق۔

مرادی معنیٰ: نفس کو عقل پر غالب آنے دیا جائے اور قدم دائرۂ شریعت سے نہ نکالا جائے الصبر حبس النفس علی مایَقْتَضِیْهِ العقل والشرع.

محل امتحان نمبر ۴۰، جلالین: ۶۲

(الف) عبارت با اعراب: ﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى﴾ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ ﴿طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ﴾ وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَمِيْدُوْنَ تَحْتَ الْجَحَفِ وَتَسْقُطُ السُّيُوْفُ مِنْهُمْ ﴿وَطَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ﴾ أَيْ حَمَلَتْهُمْ عَلَى الْهَمِّ فَلَا رَغْبَةَ لَهُمْ إِلَّا نَجَاتَهَا دُوْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ فَلَمْ يَنَامُوْا وَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ ﴿يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ﴾ أَيْ كَظَنِّ ﴿الْجَاهِلِيَّةِ﴾ حَيْثُ اِعْتَقَدُوْا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ أَوْ لَا يُنْصَرُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مذکورہ آیت کا مطلب تحریر کیجیے (ج) مذکورہ آیت کس غزوہ سے متعلق ہے؟ (د) (امنة. نعاسا. يظنون. اور غير الحق) ترکیب میں کیا واقع ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

ترجمہ: پھر اس نے اس غم کے بعد تم پر راحت کی نیند نازل کی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھا گئی یغشی یاء اور تاء کے ساتھ ہے اور وہ مومنین تھے کہ وہ اپنی ڈھالوں کے نیچے جھونکے مار رہے تھے اور تلواریں ان کی ہاتھوں سے گر پڑی تھیں اور ایک جماعت وہ تھی کہ ان کو اپنی جانوں کی پڑی تھی یعنی وہ غم میں مبتلاء تھے انہیں تو صرف اپنی جان بچانے کی فکر تھی نہ اصحاب نبی کی چناں چہ ان کو نیند نہیں آئی اور وہ منافقین تھے وہ اللہ کے ساتھ ناحق جہالت بھری گمانیاں کر رہے تھے بایں طور کہ انہوں نے یقین کر لیا تھا کہ نبی قتل کر دیئے گئے یا ان کی مدد نہ کی جائے گی۔

(ب) مذکورہ آیت کا مطلب:

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں حالت جنگ کے دوران شرکاء جنگ پر اور ان کو طاری ہونے کا ذکر فرمایا ہے اور اس کو موجب اطمینان وسکون قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم نے اس اونگھ کو ماقبل میں ملے زخمیوں کے لیے مرہم بنا کر تم پر نازل کیا تا کہ تمہارے زخم رنج والم سب کافور ہو جائے اور تم اللہ کے راستہ میں بے فکری کے ساتھ جنگ کرو، چنان چہ اس غزوہ میں دو گروہ تھے ان میں سے ایک گروہ ت ایسا تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے اطمینان وسکون عطا کیا تھا جن کے پاداش میں وہ اونگھنے لگے تھے حضرت ابوطلحہ سے امام بخاری نے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس قدر اونگھ طاری ہوئی کہ ہمارے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ کر گر گئیں، اور دوسرا گروہ تھا جن کو نہ اونگھ آئی اور نہ اطمینان وسکون بلکہ وہ نفسا نفسی کے عالم میں تھے اور وہ صرف اپنی جان بچانے کے فکر میں لگے تھے نہ ان کو آپ علیہ السلام کی پرواہ تھی اور نہ صحابہ کرام کی اور آپ علیہ السلام تو اس دن تمام چیزوں سے بالاتر تھے اس لیے نیند کے معاملہ میں بھی آپ منفرد ہی رہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) ربط:

ماقبل سے آیت کا ربط اس طور پر ہے کہ ماقبل کی آیتوں میں غم کا تذکرہ تھا اور ان آیتوں

Website:MadarseWale.blogspot.com

میں اس غم کے ازالہ کا تذکرہ ہے؛ کیونکہ نیند کے جھونکے سے انسان تازہ دم ہو جاتا ہے۔

یہ آیت کس غزوہ سے متعلق ہے؟

مذکورہ آیت غزوہ احد سے متعلق ہے، حضرت ابوطلحہ سے روایت ہے ان کے الفاظ یہ ہیں (كُنْتَ فِيمَنْ تَغَاشَّهُ النُّعَاسُ يَوْمَ أُحُدٍ الخ)۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) أمنة، نعاسا:

أَمِنَةً، مفعول بہ ہے اور نُعَاسًا، بدل ہے اور اصل عبارت ہے (أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ نُعَاسًا ذَا أَمَنَةٍ) یا أَمَنَةً حال مقدم یا مفعول لہ ہے یا ضمیر مخاطبین سے حال واقع ہے یعنی ذُوْا أَمَنَةٍ أَيْ أَنْزَلَ اللهُ عَلَيْهِمُ الْأَمْنَ وَأَزَالَ الْخَوْفَ حَتّٰى نَعَسُوْا وَعَلَيْهِمُ النَّوْمُ۔ (حاشیہ جلالین)

يَظُنُّوْنَ: ضمیر أَهَمَّتْهُمْ سے حال واقع ہے نہ کہ طائفۃ سے۔

غیر الحق: صفت ہے اور موصوف محذوف ہے (ظنا) اسی طرف مفسر علام نے تقدیری عبارت نکال کر اشارہ کیا ہے اور یہ صفت موصوف مل کر ماقبل یظنون کا مفعول ہے اور الحق صفت ہے مصدر محذوف کی جو مضاف الیہ ہے (غیر) کا اور وہ (الظن) ہے جس کی طرف مفسر علام نے اشارہ کی ہے اور ظن الجاھلیۃ صفت ثانی منصوب بنزع الخافض ہے۔

محل امتحان نمبر ۱۴۱، جلالین: ۶۵

(الف) عبارت با اعراب: ﴿الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ دُعَاءَهُ بِالْخُرُوْجِ لِلْقِتَالِ لَمَّا أَرَادَ أَبُوْسُفْيَانَ وَ أَصْحَابُهُ الْعَوْدَ وَتَوَاعَدُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوْقَ بَدْرٍ الْعَامَ الْمُقْبِلَ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ ﴿مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ﴾ بِأُحُدٍ ﴿لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ﴾ بِطَاعَتِهِ ﴿وَ اتَّقَوْا﴾ مُخَالَفَتَهُ ﴿أَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾﴾۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) آیتِ کریمہ کی ترکیب کریں

(ج) متعلقہ واقعہ پر روشنی ڈالیں۔

جواب

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے (دوبارہ) قتال کے لیے نکلنے کے حکم پر لبیک کہہ دیا باوجودے کہ وہ اُحد میں زخم خوردہ ہو چکے تھے (اور یہ اس وقت ہوا) کہ جب ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے پلٹ کر آنے کا ارادہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یومِ اُحد کے بعد آئندہ سال بازارِ بدر کے موقع پر مقابلہ آرائی کا چیلنج کیا ان میں سے جنہوں نے اس کی اطاعت کے ذریعہ نیکی اختیار کی اور اس کی مخالفت سے اجتناب کیا ان کے لیے اجر عظیم ہے۔

(ب) آیتِ کریمہ کی ترکیب:

اَلَّذِیْ اپنے صلہ سے مل کر مبتداء اور لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ اِلخ خبر مقدم اور اَجْرٌ عَظِیْمٌ مبتداء مؤخر مبتداء مؤخر خبر مقدم سے مل کر مبتداء ہے اَلَّذِیْنَ اوّل کا اور مبتدا اپنے خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) متعلقہ واقعہ پر روشنی:

ماقبل میں غزوۂ اُحد کا ذکر تھا یہاں اسی سے متعلق دوسرے غزوہ کا ذکر ہے جو حمراء الاسد کے نام سے مشہور ہے حمراء الاسد مدینہ منورہ سے آٹھ میل دُور ایک مقام کا نام ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ جنگِ اُحد سے پلٹ کر جب مشرکین کئی منزل دُور چلے گئے تو انہیں ہوش آیا اور آپس میں کہنے لگے کہ بہت برا ہوا ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کو توڑنے کا بیش قیمت موقع گنواں دیا، پھر انہوں نے مشورہ کیا کہ فوراً پلٹ کر مدینہ پر حملہ کر دیا جائے؛ لیکن ان پر اللہ نے ایسا رعب ڈال دیا کہ ان کی ہمت نہ ہو سکی اور سیدھے مکہ مکرمہ چلے گئے اور ایک شخص جس کا نام نعیم بن مسعود تھا، جو مدینہ کی طرف آرہا تھا

Website:MadarseWale.blogspot.com

اورایک روایت میں ہے کہ عبد قیس کا قافلہ ابوسفیان کے پاس سے گزرا تو انہوں نے ان کے ہاتھ مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ ابوسفیان نے دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر جرار تیار کر رکھا ہے؛ چنانچہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو یہ خبر پہنچائی تو آپ نے اور صحابہ نے کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی ابوسفیان کی باتوں کا علم ہو گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک نکلے اور اس میں صرف وہی لوگ شریک ہونے کے مجاز تھے جنہوں نے کل جنگ اُحد میں شرکت کی تھی۔

محل امتحان نمبر ۴۲، جلالین: ۶۶

(الف) عبارت با اعراب: ﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالْيَاءِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُوْلِ ﴿وَ﴾ نَكْتُبُ ﴿قَتْلَهُمُ﴾ بِالنَّصْبِ وَالرَّفْعِ ﴿الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾﴾ وَيُقَالُ لَهُمْ إِذَا أُلْقُوْا فِيْهَا ﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ﴾ أَيْ بِذِيْ ظُلْمٍ ﴿لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) شانِ نزول لکھیں (ج) سنکتب سے بغیر حق تک دونوں قراءتوں کی روشنی میں نحوی ترکیب لکھیں (د) مفسر علام نے ظلام کے بعد ذي ظلم کہہ کر کس اشکال کو دور کیا ہے؟ اشکال وجواب دونوں کی وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: یقیناً اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا اللہ محتاج ہے (نعوذ باللہ) اور ہم مالدار ہیں، ہم ان کے قول کو ان کے اعمال نامہ میں لکھ رہے ہیں اور نَكْتُبُ ایک قرأت میں یاء کے ساتھ مجہول کا صیغہ ہے، اور ان کے انبیاء کے ناحق قتل کرنے کو بھی لکھ رہے ہیں قتلهم کے نصب اور رفع کے ساتھ اور ہم کہیں گے آتش سوزاں کا

Website:MadarseWale.blogspot.com

عذاب چکھو، اور جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا یہ عذاب تمہارے ان کرتوتوں کی وجہ سے ہے جو تم نے کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) شانِ نزول:

جب اللہ تعالیٰ نے راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا: مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا تو یہودیوں نے کہا اے محمد! تمہارا رب فقیر ہو چکا ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا شانِ نزول:

ابن عباسؓ کے حوالے سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بیت المدارس میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک یہودی عالم جس کے پاس لوگ جمع ہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے فنحاص (اس کا نام) اللہ سے ڈر اور اسلام لے آ تو فنحاص نے کہا کہ واللہ اے ابوبکر! ہم اللہ کے محتاج نہیں؛ بلکہ خود اللہ ہمارا محتاج ہے، اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا، اس پر حضرت ابوبکرؓ کو غصہ آ گیا اور اس کو ایک طمانچہ رسید کر دیا اور فرمایا واللہ! اگر باہم معاہدہ نہ ہوتا تو اسے دشمن خدا میں تیری گردن اُڑا دیتا، پھر کیا تھا فنحاص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وجہ دریافت کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وجہ بتلا دی، تو فنحاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بات سے مکر گیا، جس پر اللہ نے حضرت صدیق کی اس آیت کے ذریعہ تصدیق فرمائی۔

نحوی ترکیب:

سَنَکْتُبُ مَاقَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ.

سَنَکْتُبُ (فعل) مَاقَالُوْا اور قَتْلَهُمُ (معطوف معطوف علیہ مل کر مفعول بہ) اور

Website:MadarseWale.blogspot.com

بغیر حق سنکتب کے متعلق اور اگر یکتب مجہول کے صیغے کے ساتھ پڑھا جائے تو اس صورت میں ماقالو اور قتلهم مرفوع ہوگا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) بذي ظلم:

اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ظلام مبالغہ کا صیغہ اسم فاعل کے معنیٰ میں ہے نہ کہ اپنے حقیقی معنیٰ میں یہ اس اشکال کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ تھوڑا بہت ظلم کرنے والے ہیں مبالغہ کے صیغہ سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔

محل امتحان نمبر ۴۳، جلالین: ۷۰

(الف) عبارت با اعراب: ﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِيۡٓ أَوۡلَادِكُمۡ﴾ بِمَا يُذۡكَرُ ﴿لِلذَّكَرِ﴾ مِنۡهُمۡ ﴿مِثۡلُ حَظِّ الۡأُنۡثَيَيۡنِ﴾ إِذَا اجۡتَمَعَتَا مَعَهُ فَلَهُ ﴿فَإِنۡ كُنَّ نِسَآءً﴾ فَقَطۡ ﴿فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ اَلۡمَيِّتُ وَكَذَا الۡاِثۡنَتَانِ لِأَنَّهُ لِلۡأُخۡتَيۡنِ بِقَوۡلِهِ ﴿فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾ فَهُمَا أَوۡلٰى وَلِأَنَّ الۡبِنۡتَ تَسۡتَحِقُّ الثُّلُثُ مَعَ الذَّكَرِ فَمَعَ الۡأُنۡثٰى أَوۡلٰى.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) بما یذکر منهم . اذا اجتمعتا معه فقط ان کلمات کے اضافہ کرنے کی وجہ بیان کریں (ج) آیتِ کریمہ اور عبارت کی تشریح کریں۔

جواب

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں، تمہاری اولاد کے حق میں وصیت فرماتے ہیں، جس کا ذکر ابھی آرہا ہے، ان میں سے (مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے) جب ایک مرد کے ساتھ دو عورتیں ہوں (پس اگر) اولاد صرف (عورتیں ہوں دو سے زائد تو ان کے لیے) میت کے (ترکہ کا دو تہائی ہے) اور اگر دو ہوں تب بھی یہی حکم ہے، کیوں کہ اگر صرف دو بہنیں ہوتی ہیں تو انھیں دو تہائی ملتا ہے، فرمایا: فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا

Website:MadarseWale.blogspot.com

تَرَکَ تو اگر دو بیٹیاں ہوں تو بدرجہ اولی دو تہائی پائیں گی، اور اس لیے بھی کہ ایک بیٹی، جب ایک بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے، تو ایک تہائی ہے، تو اگر وہی ایک بیٹی دوسری ایک بیٹی کے ساتھ ہو تو بدرجہ اولی وہ ایک تہائی پائے گی۔

(ب) بما یذکر منھم کے اضافہ کرنے کی وجہ:

بِمَا یَذْکُرُ مِنْھُمْ: مفسر علیہ الرحمہ نے اس مقصد سے اضافہ کی ہے کہ آیت قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کی حالات کے بارے میں حکم فرمارہے ہیں جو اجمالی طور پر ہے اور لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ سے لے کر اخیر تک بطور تفصیل اور اسی طرف اشارہ کرنے کے لیے مفسر علیہ الرحمہ نے اَوْلَادِکُمْ بِمَا یَذْکُرُ مِنْھُمْ کا اضافہ کیا۔

اذا اجتمعتا معہ کے اضافہ کرنے کی وجہ:

باپ کے مرنے کے بعد اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں، تو نصف ترکہ بیٹے کا ہوگا، اور باقی نصف مین دونوں بیٹیاں برابر ہوں گی، یعنی چار حصوں پر تقسیم ہوگا، دو حصہ بیٹے کا اور ایک ایک حصہ بیٹیوں کا، اور اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو تو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، دو حصہ بیٹے کا اور ایک بیٹی کا، اور صرف ایک بیٹا ہو تو سارا مال اس کا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) آیتِ کریمہ اور عبارت کی تشریح:

سورۂ نساء کے دوسرے رکوع میں حق تعالیٰ نے تقسیم و تعیین وراثت کا بقدر ضرورت بیان فرمایا ہے، چناں چہ اصولی طور پر فرمایا کہ میراث کی اولاد میں مرد اور عورت دونوں ہوں، تو مرد کو دو عورتوں کے بقدر حصہ ملے گا، مثلا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو، تو ترکہ تین حصوں پر تقسیم ہوگا، دو حصہ بیٹے کا اور ایک حصہ بیٹی کا، اور اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو نصف بیٹے کا ہوگا، اور دوسرے نصف میں وہ دونوں شریک ہوں گی، اور اگر صرف بیٹا ہی ہو، تو سارا ترکہ اس کا ہے، اور اگر اولاد میں صرف بیٹیاں ہیں، دو ہوں یا دو سے زائد، تو وہ ترکہ کا دو ثلث پائیں گی، اور اگر ایک ہی بیٹی ہو اور لڑکا نہ ہو، تو وہ ترکہ کا نصف پائے گا، اور اگر مرنے والے کی اولاد بھی ہے، اور والدین بھی ہیں،

Website:MadarseWale.blogspot.com

تو ماں باپ دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر اس کی اولاد نہ ہوں اور وارث محض ماں باپ ہوں، یا ان کے ساتھ شوہر یا بیوی بھی ہو، تو ماں کو کل کا یا زوج کو دینے کے بعد جو بچے اس کا تہائی ملے گا، اور باقی باپ کا ہوگا، اور اگر میت کے بھائی یا بہن بھی موجود ہوں، تو ماں کا حصہ گھٹ کر چھٹا ہو جائے گا، اور باقی باپ کا، لیکن بھائی کچھ نہ پائیں گے۔

یہ سارا ترکہ اس وقت تقسیم ہوگا جب میت کی وصیت پوری کر دی جائے، اور اس پر جو دین رہا ہے، اسے ادا کر دیا جائے، تم کو پتہ نہیں کہ باپ بیٹیوں میں کون میت کے لیے مفید تر ہوگا، اس لیے تقسیم ترکہ کو مرنے والے کے اعتبار پر محمول نہیں کیا بلکہ براہ راست حق تعالیٰ نے جو کہ علیم وحکیم ہیں ہر ایک کا مناسب حصہ مقرر فرما دیا۔

محل امتحان نمبر ۴۴، جلالین: ۷۲

(الف) عبارت با اعراب: ﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ﴾ أَيِ الَّتِي كَتَبَ عَلَى نَفْسِهٖ قُبُوْلَهَا بِفَضْلِهٖ ﴿لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ﴾ اَلْمَعْصِيَةَ ﴿بِجَهَالَةٍ﴾ حَالٌ أَيْ جَاهِلِيْنَ إِذْ عَصَوْا رَبَّهُمْ ﴿ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ﴾ زَمَنٍ ﴿قَرِيْبٍ﴾ قَبْلَ أَنْ يُغَرْغِرُوْا ﴿فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللهُ عَلَيْهِمْ﴾ يَقْبَلُ تَوْبَتَهُمْ ﴿وَ كَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ اَلذُّنُوْبَ ﴿حَتّٰى إِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ﴾ وَأَخَذَ فِي النَّزْعِ ﴿قَالَ﴾ عِنْدَ مُشَاهَدَةِ مَا هُوَ فِيْهِ ﴿إِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ﴾ فَلَا يَنْفَعُهُ ذٰلِكَ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ ﴿وَ لَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ﴾ إِذَا تَابُوْا فِي الْآخِرَةِ عِنْدَ مُعَايَنَةِ الْعَذَابِ لَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ ﴿اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) مطلب تحریر کیجیے (ج) حالتِ یاس، باس کو سمجھائیں (د) کتب علی نفسه اور قریب سے پہلے زمن مقدر ماننے کی وجہ تحریر کریں نیز بتائیں کہ کون سی حالت میں توبہ قبول ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے یعنی توبہ کی قبولیت کو اللہ نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے وہ تو بس ان ہی لوگوں کی توبہ ہے جو نادانی سے معصیت کر بیٹھتے ہیں (بجہالۃ) حال ہے یعنی اپنے رب کی نافرمانی کرتے وقت نادانی کر بیٹھتے ہیں، اور پھر جلدی ہی حالتِ نزاع پیش آنے سے پہلے توبہ کرلیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کی اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ واقف اور حکمت والا ہے اور ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ ان میں جب کسی کی موت آجائے اور حالت نزاع میں پیش آنے والی چیزوں کا مشاہدہ کرلے تو کہہ دے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں تو اس کا یہ توبہ کرنا نہ اس کے لیے مفید ہوگا اور نہ مقبول اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی جو حالت کفر ہی پر مرجائیں اور آخر میں عذاب کے مشاہدہ کے وقت توبہ کرلیں یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

مذکورہ آیت میں توبہ کا بیان ہے توبہ کے معنی پلٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں گناہ کے بعد بندے کا توبہ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک غلام جو اپنے آقا کا نافرمان بن کر اس سے منہ پھیر گیا تھا اب اپنے کئے پر پشیمان اور شرمندہ ہے اور اطاعت وفرمان برداری کی طرف پلٹ آیا ہے اللہ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ میرے یہاں معافی صرف ان بندوں کے لیے ہے جو قصداً نہیں بلکہ نادانی کی بناء پر قصور کر بیٹھتے ہیں اور جب آنکھوں سے جہالت کا پردہ ہٹتا ہے تو شرمندہ ہوکر اپنے قصور کی معافی مانگ لیتے ہیں ایسے بندے جب بھی اپنی غلطی پر نادم ہوکر اپنے آقا کی طرف پلٹیں گے اس کا دروازہ کھلا پائیں گے آیت میں جہالت سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو گناہ ہونے کی خبر نہ ہو یا گناہ کا قصد وارادہ نہ ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اس گناہ کے انجام بد اور اخروی عذاب سے غفلت اس گناہ پر اقدام

Website:MadarseWale.blogspot.com

سبب بن گئی اگر چہ گناہ کو گناہ جانتا تھا اور اس نے قصد وارادہ بھی کیا تھا یعنی اس جہالت کو حماقت اور بے وقوفی بھی کہہ سکتے ہیں۔

(ج) حالتِ یاس، باس:

حالت یاس اس حالت کو کہتے ہیں جب حالتِ نزاع شروع نہ ہوئی ہو یعنی حالت نزاع سے قبل اور حالت باس نزاع کو کہتے ہیں، حالت باس میں بالاجماع ایمان قبول نہیں ہاں توبہ تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اور حالت یاس میں مومن کی توبہ مقبول ہے یہی اصح ہے۔ (حاشیہ جلالین)

(د) کتب علی نفسہ اور قریب سے پہلے زمن مقدر ماننے کی وجہ:

کتب علی نفسہ اور قریب سے پہلے زمن مقدر ماننے کی علی اللہ کے ظاہر سے وارد ہونے والے اعتراض کا جواب ہے۔

اعتراض: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا واجب ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بھی چیز واجب نہیں۔

جواب: واجب عام معنی میں نہیں بلکہ اللہ نے اپنے اوپر اپنے فضل وکرم سے توبہ کا قبول کرنا لازم ضروری کرلیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

زمن نکالنے کی وجہ:

اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ معصیت کے واقع ہونے اور غرغرہ کے درمیان کا جو زمانہ ہے وہی قریب ہے اس میں انسان کو توبہ کرنا چاہیے۔ (حاشیہ الصاوی: ج ۲)

سوال نمبر: ۴۵، جلالین شریف: ۷۶

عبارت با اعراب: ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ﴾ لَهُمْ مِنَ الْمَالِ ﴿وَ الَّذِيْنَ عَقَدَتْ﴾ بِاَلِفٍ وَدُوْنِهَا ﴿اَيْمَانُكُمْ﴾ جَمْعُ

Website:MadarseWale.blogspot.com

يَمِيْنٍ بِمَعْنَى الْقَسْمِ اَوِ الْيَدِ أَيِ الْحُلَفَاءُ الَّذِيْنَ عَاهَدْتُمُوْهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عَلَى النُّصْرَةِ وَالْاِرْثِ ﴿فَاٰتُوْهُمْ﴾ اَلْاٰنَ ﴿نَصِيْبَهُمْ﴾ حَظَّهُمْ مِنَ الْمِيْرَاثِ وَهُوَ السُّدُسُ ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ مُطَّلِعًا وَمِنْهُ حَالُكُمْ وَهُوَ مَنْسُوْخٌ بِقَوْلِهٖ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھنے کے بعد تفسیری فوائد کی وضاحت کریں (ج) یہ آیت اولوا الارحام سے کس طرح منسوخ ہے؟ جواب بوضاحت تحریر کریں (د) عقد موالات کسے کہتے ہیں واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: اور جو مال والدین اور اقرباء ان کے لیے چھوڑ جائیں ہم نے اس کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں جن کو وہ مال دیا جائے گا، اور جن لوگوں سے تمہارے عہد و پیمان ہو چکے ہیں تو ان کو اب میراث کا حصہ دے دو اور وہ چھٹا حصہ ہے ایمان یمین کی جمع ہے یعنی قسم یا عہد یعنی تمہارے وہ حلفاء کہ جن سے تم نے زمانۂ جاہلیت میں نصرت اور ارث پر معاہدہ کیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہے اور ان ہی میں تمہارا حال بھی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قول وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ سے منسوخ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

مذکورہ آیت کے اندر دو طرح کے مسئلے بیان کیے گئے ہیں، ایک عقد موالات کا اور ایک وراثت کا شروع اسلام میں یہ رواج تھا کہ عقد موالات میں فریقین ایک دوسرے کے وارث ہوا کرتے تھے، آیت ارث کے نزول کے بعد عقد موالات کے ذریعہ وراثت کو منسوخ کر دیا گیا، پس میت جو کچھ چھوڑ جائے وہ والدین اور رشتہ داروں کے لیے ہے اور معاہدہ کرنے والوں کے لیے وراثت میں حصہ نہیں ہے؛ البتہ یہ کہ میت ان کے لیے وصیت کر جائے تو وہ ان کے لیے ہوگا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

تفسیری فوائد کی وضاحت:

عصبة: اس کو نکال کر مصنف علام نے تعیین معنیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے؛ کیونکہ موالی کے آٹھ معنیٰ آتے ہیں؛ لیکن یہاں وارث مراد ہے بمعنیٰ القسم والید اس سے بھی تعیین معنیٰ کی طرف اشارہ ہے۔

الآن: اس سے ابتداء اسلام کی طرف اشارہ ہے۔ (حاشیۃ الصاوی)

الذین عاھدتموھم في الجاھلیة: مفسر نے زمانۂ جاہلیت کے عہد کو مراد لیا ہے اور بعض لوگوں نے عقد موالات کو مراد لیا ہے، دونوں درست ہے۔

(ج) ناسخ ومنسوخ:

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ آپ علیہ السلام کے ساتھ تنہا تنہا مسلمان ہو گئے اور ان کے رشتہ دار اور گھر والے کافر ہی تھے تو اس وقت آپ نے دو دو مسلمانوں کو بھائی بھائی کر دیا تھا اور پھر وہی دونوں آپس میں وارث ہوا کرتے تھے؛ لیکن جب ان کے اقرباء بھی مسلمان ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ میراث تو اقرباء اور رشتہ داروں کے لیے ہے، اب رہ گئے وہ منہ بولے بھائی تو وہ وارث نہیں، ہاں! زندگی میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک ہے اور اگر مرتے وقت کچھ وصیت کر دے تو وہ ہے، اس تفسیر سے یہ آیت ناسخ ہوگی اور مقدم آیت منسوخ۔

(د) عقد موالات کسے کہتے ہیں؟

موالی یہ مولیٰ کی جمع ہے، اس کے کئی معانی آتے ہیں، یہاں پر وارث مراد ہے۔

عقد موالات کہتے ہیں کہ دو آدمی آپس میں معاہدہ کریں کہ ہم زندگی بھر ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک کے جنایت کرنے کی صورت میں دوسرا تاوان بھرے گا اور مرتے وقت ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور مولی الموالات اس شخص کو کہتے ہیں جس نے اس عقد کو قبول کیا ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۴۶، جلالین: ۷۷

(الف) عبارت بااعراب: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾ أَيْ لَا تُصَلُّوْا ﴿وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ مِنَ الشَّرَابِ ﴿حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ بِأَنْ تَصِحُّوْا ﴿وَلَا جُنُبًا﴾ وَنَصْبُهُ عَلَى الْحَالِ وَهُوَ يُطْلَقُ عَلَى الْمُفْرَدِ وَغَيْرِهِ ﴿اِلَّا عَابِرِيْ﴾ مُجْتَازِيْ ﴿سَبِيْلٍ﴾ طَرِيْقٍ أَيْ مُسَافِرِيْنَ ﴿حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا﴾ فَلَكُمْ أَنْ تُصَلُّوْا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) آیت کا شانِ نزول لکھیں (د) سُکَارٰی کو مِنَ الشَّرَابِ سے مقید کرنے کی دلیل لکھئے۔ اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بحالتِ جنابت مسجد سے مرور جائز ہے، اس مسئلہ میں ائمہ کے اختلاف اور حنفیہ کی طرف سے اس کی مناسب توجیہہ پیش کریں۔

جواب

ترجمہ: اے ایمان والو: نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ یعنی نماز مت پڑھو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو یعنی ہوش میں آجاؤ اور نہ حالتِ جنابت میں جب تک کہ تم غسل نہ کرلو (نماز پڑھو) حالتِ جنابت خواہ ادخال کی وجہ سے ہو یا انزال کی وجہ سے، مسافر کا استثناء ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

شراب کے متعلق یہ دوسرا حکم ہے، پہلا حکم وہ تھا جو سورۂ بقرہ میں گزر چکا اس میں صرف یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ شراب بری چیز ہے، اللہ کو پسند نہیں؛ چنانچہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے اس کے بعد شراب ترک کردی؛ لیکن ابھی بھی ایک جماعت بدستور اس کو استعمال کررہی تھی اور کبھی کبھی وہ حالتِ نشہ میں نماز بھی پڑھ لیتی تھی، تو اللہ نے فرمایا کہ اگر

Website:MadarseWale.blogspot.com

نشہ کی حالت میں ہو تو نماز مت پڑھا کرو یعنی نماز کے اوقات میں نشہ مت کیا کرو، اور اسی طرح اگر حالتِ جنابت میں ہو تو نماز مت پڑھا کرو، ہاں! اگر سفر میں ہو تو غسل کیے بغیر نماز پڑھ سکتے ہو، صرف تیمم کر کے اور بعض لوگوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ حالتِ جنابت میں مسجد میں داخل مت ہوا کرو؛ لیکن سفر میں، پہلے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) شانِ نزول:

ترمذی میں حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ شراب کی حرمت سے پہلے ایک دفعہ حضرت عبد الرحمن بن عوف نے بعض صحابہ کرام کی دعوت کی تھی جس میں شراب نوشی کا بھی انتظام تھا جب یہ حضرات کھا پی چکے تو مغرب کا وقت ہو چکا تھا، ان حضرات نے نماز پڑھنے کی تیاری کی اور حضرت علی کو امام بنایا گیا تو انہوں نے نماز میں سورہ کافرون کی تلاوت کی لیکن آیت میں الٹ پھیر ہو گیا، یعنی قل یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون پڑھ دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور تنبیہ کی گئی کہ حالت نشہ میں نماز نہ پڑھی جائے۔

(ج) سُکَارٰی کو مِنَ الشَّرَابِ سے مقید کرنے کی کیا دلیل ہے؟

سکاری کو شراب سے مقید کرنے کی دلیل یہ ہے کہ کیوں کہ اصح قول کے مطابق شراب کے نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، نہ کہ حالت نوم کے نشہ کی حالت میں، (جیسا کہ ضحاک اس کے قائل ہیں) اور اسی طرح اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب شراب سے حاصل شدہ نشہ ہے۔

حالتِ جنابت میں مسجد سے گزرنا کیسا ہے؟ ائمہ کا اختلاف:

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حالتِ جنابت میں مسجد سے گزرنا بغیر ٹھہرے جائز ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

احناف فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے، اور استثناء کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ آیت میں اس حالت کا استثناء ہے جبکہ پانی مسجد میں ہی ہو یا مسجد کے راستہ پر ہو۔

محل امتحان نمبر ۴۷، جلالین: ۷۸

(الف) عبارت بااعراب: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ﴾ صَنَمَانِ لِقُرَيْشٍ ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ أَبِي سُفْيَانَ وَأَصْحَابِهِ حِيْنَ قَالُوْا لَهُمْ أَنَحْنُ أَهْدٰى سَبِيْلًا وَ نَحْنُ وُلَاةُ الْبَيْتِ نَسْقِي الْحَاجَّ وَنَقْرِي الضَّيْفَ وَنَفُكُّ الْعَانِيَ وَنَفْعَلُ أَمْ مُحَمَّدٌ؟ وَقَدْ خَالَفَ دِيْنَ اٰبَائِهِ وَقَطَعَ الرَّحِمَ وَفَارَقَ الْحَرَمَ ﴿هٰؤُلَآءِ﴾ أَيْ أَنْتُمْ ﴿اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾﴾.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیری اشارات کو ملحوظ رکھ کر مطلب لکھیں (ج) شانِ نزول تحریر کریں (د) جبت اور طاغوت سے کیا مراد ہے، نیز آیت اور تفسیری عبارت میں جو افعال آئے ہیں ان کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا کہ جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے (اس کے باوجود) بت اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں جبت اور طاغوت قریش کے دو بتوں کا نام ہے اور کافروں یعنی ابوسفیان اور ان کے اصحاب کے بارے میں کہتے ہیں جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ہم راہِ راست پر ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حال یہ ہے کہ ہم بیت اللہ کے متولی ہیں، حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور قیدیوں کو رہائی دلاتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کرتے ہیں؛ حالاں کہ انھوں نے اپنے آبائی دین کی مخالفت کی اور قطع رحمی کی اور حرم کو خیر آباد کہہ دیا کہ یہ یعنی تم لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہِ راست پر ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ب) تفسیری عبارت کوملحوظ رکھتے ہوئے مطلب کی وضاحت:

اس آیت میں یہود کی شرارت وخباثت کا اظہار ہے کہ یہود کو حضور علی السلام سے عداوت بڑھی تو مشرکینِ مکہ سے ملے اور ان سے متفق ہو گئے اور ان کی خاطر داری کی اور بتوں کی تعظیم بھی کی اور کہا کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے اور اس کی وجہ صرف حسد تھا اس بات پر کہ نبوت ورسالت اور دین کی ریاست ہمارے علاوہ کسی اور کو کیوں مل گئی، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کہا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ انہیں کتاب کا ایک حصہ ملنے کے باوجود جاہل بنے جا رہے ہیں شیاطین اور بتوں کی تعظیم اور ان کے سامنے جھکتے ہیں اور کافروں کو یقین دلاتے ہیں کہ تم لوگ حق پر ہو اور یہ مسلمان اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق پر نہیں ہیں، انتہ نکال کر مفسر نے اشارہ کیا ہے اس بات کی جانب کہ یہاں مخاطب وہی لوگ ہیں، بس اللہ تعالیٰ نے حکایت بالمعنیٰ کیا ہے۔ (صاوی)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) شانِ نزول:

غزوۂ اُحد کے بعد یہود کا سردار کعب بن اشرف ستر آدمیوں کو لے کر پہنچا، اس غرض سے کہ قریش سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگی معادہ کرے، اور اس معاہدہ کو توڑنے کا ارادہ کیا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد یہود سے کیا تھا؛ چنانچہ کعب بن اشرف خود ابوسفیان کے پاس اُترا اور دوسرے لوگ قریش کے مہمان ہوئے اور قریش نے جی کھول کر ان کی خاطر تواضع کی، اور ایک مجمع عام میں قریش نے ان سے پوچھا کہ تم بھی اہلِ کتاب ہو اور محمد بھی اہلِ کتاب ہیں، تو پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ تمہارا اس طرح تم دونوں کی خفیہ سازش نہیں، اگر تم واقعی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو تو پہلے ان دو بتوں کو سجدہ کرو جن کا نام جبت اور طاغوت ہے؛ چنانچہ یہود نے ایسا ہی کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(د) جبت اور طاغوت سے کیا مراد ہے؟

کہا گیا ہے کہ جبت ہر پوجے جانے والے بت کو کہتے ہیں اور طاغوت شیطان ہے جو شیطان کی شبیہ اختیار کرتا ہے اور لوگوں کو بہکاتا ہے۔ (صاوی: ج ۲/)

لغات:

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جبت	:	بت۔
طاغوت	:	جمع طواغیت شیطان۔
وُلَاةٌ	:	واحد وَالِیٌ نگہبان، رکھوالا۔
نَسْقِیْ	:	جمع متکلم (ض) پلانا، سیراب کرنا۔
نَقْرِیْ	:	جمع متکلم (ض) مصدر قِریً مہمان نوازی کرنا۔
نَفُكُّ	:	جمع متکلم (ن) فکاً آزاد کرنا، جدا کرنا۔
اَلْعَانِیْ	:	(ج) عوانی قیدی، مؤنث عانیة۔
رَحِمٌ	:	(ج) ارحام ہے بچہ دانی، رشتۂ قرابت۔
فَارَقَ	:	واحد مذکر غائب مفاعلت جدا ہونا، آگے بڑھنا۔
اَهْدٰی	:	اسم تفضیل (ض) مصدر هداية ہدایت پانا۔

محل امتحان نمبر ۴۸، جلالین: ۷۹

(الف) عبارت با اعراب: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ﴾ مَا اؤْتُمِنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحُقُوْقِ ﴿إِلٰى اَهْلِهَا﴾ نَزَلَتْ لَمَّا اَخَذَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِفْتَاحَ الْكَعْبَةِ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ الْحَجَبِيِّ سَادِنِهَا قَهْرًا لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَمَنَعَهُ وَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ اَمْنَعْهُ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَدِّهِ إِلَيْهِ وَقَالَ هَاكَ خَالِدَةً

Website:MadarseWale.blogspot.com

تَالِدَةً فَعَجِبَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَرَأَ لَهُ عَلِيٌّ الْآيَةَ فَأَسْلَمَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مفسر علام نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو مختصراً لکھیں۔

جواب

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کے حقوق کی وہ امانتیں جن پر تم کو امین بنایا گیا ہے ان کو پہنچا دو (مذکورہ آیت) اس وقت نازل ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت اللہ کی چابی عثمان بن طلحہ حجبی خادم بیت اللہ سے جبراً اس وقت لے لی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ تشریف لائے تھے اور عثمان بن طلحہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چابی دینے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو میں منع نہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چابی واپس کرنے کا حکم کیا اور معذرت خواہی کے لیے فرمایا لو یہ چابیاں یہ خدمت تا قیامت ہمیشہ ہمیش تمہارے اور تمہارے خاندانوں کے پاس رہے گی، عثمان بن طلحہ کو اس معاملہ سے تعجب ہوا تو حضرت علی نے ان کو مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی؛ چنانچہ عثمان ایمان لے آئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) متعلقہ واقعہ:

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کعبۃ اللہ کی خدمت سب کے لیے باعثِ فخر تھی اور ہر قبیلہ نے اپنے ذمے ایک کام لے لیا تھا؛ چنانچہ ان ہی کاموں میں سے ایک کام کلید برداری کا بھی تھا اور یہ خاندان بنو طلحہ میں پشتہا پشت سے چلا آرہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ خدمت عثمان بن طلحہ نے سپرد کی تھی، واقعہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ ہجرت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن طلحہ سے ملے اور ان کو اسلام کی دعوت دی، انہوں نے انکار کر دیا، ان کا ایک معمول تھا کہ وہ ہر پیر اور جمعرات میں بیت اللہ کو کھولتے

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

تھے اور لوگ زیارت کی خاطر آتے تھے، ایک روز اسی طرح بیت اللہ کھلا ہوا تھا اور لوگ زیارت کے لیے آتے تھے، اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے گئے، اور زیارت کی اجازت چاہی تو عثمان بن طلحہ نے گستاخانہ کلمات کہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ عثمان ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو اور میں جس کو چاہوں اسے یہ چابی دے دوں، تو عثمان نے کہا یہ تو تبھی ہوگا جب قریش پامال ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں؛ بلکہ وہ آبرومند ہو چکے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا فرما کر بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے، ادھر عثمان کا دل بے قابو ہونے لگا اور ان کو یقین ہوگیا کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہو کر رہے گا، عثمان نے کہا کہ میں نے اس وقت اسلام لانے کا ارادہ کرلیا؛ مگر قوم کی ناراضگی کے ڈر سے ایمان نہ لایا، پھر جب مکہ فتح ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو بلا کر چابی لے لی، پھر ان کو ہی واپس لوٹادی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ عثمان بیت اللہ کی کنجی لے کر کعبۃ اللہ پر چڑھ گئے، حضرت علیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں زبردستی ان سے کنجی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو بلا کر چابی ان کو واپس کردی اور کہا تا قیامت یہ کنجی تمہارے خاندان میں رہے گی، جو بھی تم سے یہ کنجی لے گا وہ ظالم ہوگا اور یہ فرمایا کہ بیت اللہ کی خدمت کے صلہ میں جو مال تم کو ملے اس کو شرعی طور پر خرچ کرنا، عثمان چابی لے کر خوش خوش واپس جانے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا اور ہجرت سے قبل کی بات یاد دلائی اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چابی دی تو وہ حیرت زدہ ہوئے، جس پر حضرت علیؓ نے ان کو مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی تو اسلام لے آئے۔

محل امتحان نمبر ۴۹، جلالین: ۸۴

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا﴾ أَيْ لَا يَنْبَغِي لَهُ

Website:MadarseWale.blogspot.com

أَنْ يَصْدُرَ مِنْهُ قَتْلٌ لَهُ ﴿إِلَّا خَطَأً﴾ مُخْطِئًا فِي قَتْلِهِ مِنْ غَيْرِ قَصْدٍ ﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً﴾ بِأَنْ قَصَدَ رَمْيَ غَيْرِهِ كَصَيْدٍ وَشَجَرَةٍ فَأَصَابَهُ أَوْ ضَرَبَهُ بِمَا لَا يُقْتَلُ غَالِبًا ﴿فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾ نَسَمَةٍ ﴿مُؤْمِنَةٍ﴾ عَلَيْهِ ﴿وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ﴾ مُؤَدَّاةٌ ﴿إِلَى أَهْلِهِ﴾ أَيْ وَرَثَةِ الْمَقْتُولِ ﴿إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا﴾ يَتَصَدَّقُوا عَلَيْهِ بِهَا بِأَنْ يَعْفُوا عَنْهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں (ب) تفسیری فوائد کی روشنی میں آیت کی تفسیر کریں (ج) قتل کے اقسام مع ان کے احکام کے تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: کسی مومن کے لیے یہ روا نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے یعنی مومن کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس سے مومن کا قتل سرزد ہو، سوائے غلطی کے یعنی بلا ارادہ غلطی سے قتل ہو جائے، (تو اور بات ہے) اور جو کوئی مومن غلطی سے قتل کر دے بایں طور کہ نشانہ غیر مومن مثلاً شکار یا درخت کو لگایا مگر مومن کو لگ گیا کسی ایسے آلہ سے قتل کر دیا کہ جس سے عام طور پر قتل نہیں کیا جاتا، تو اس پر ایک مومن کو ایک مومن غلام آزاد کرنا لازم ہے، اور خون بہانا بھی جو اس کے عزیزوں کے حوالہ کیا جائے گا، یعنی مقتول کے ورثاء کو، سوائے اس کے کہ اس کے (عزیز) دیت معاف کر دیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیری فوائد کے ساتھ مطلب:

اہلِ ایمان کو اللہ کی جانب سے ایمان و عمل کی جو دولت ملتی ہے اور جیسی تربیت ہوتی ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی مومن کسی مومن کے قتل کا گنہگار نہ ہو، الا یہ کہ غلطی سے یا نا دانستہ اس سے یہ حرکت سرزد ہو جائے، غلطی کا مطلب یہ ہے کہ نہ قتل کرنے کا ارادہ تھا، اور نہ قتل کر دینے والا کوئی ہتھیار تھا، کسی اور وجہ سے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا، مگر اسے ایسی چوٹ لگی کہ وہ مر گیا، اور نا دانستہ کا مطلب یہ ہے کہ اسے میدان جنگ میں کافر سمجھ کر مارا مگر وہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

مسلمان تھا، یا شکار کا جانور سمجھ کر گولی چلادی مگر وہ جانور نہ تھا آدمی تھا، یہ عمل اصلاً گناہ نہیں ہے مگر انسان کی جان اتنی قیمتی ہے کہ غلطی سے مارنے والا بھی گناہ سے بچ نہیں سکتا ہے، کم از کم بے احتیاطی کا گناہ ہوا تو اس گناہ کی بخشش کی صورت یہ ہے کہ ایک غلام جو مومن ہو، آزاد کرے، اور اس کے ساتھ مقتول کے ورثہ کو دیت ادا کرے، الا یہ ہے کہ ورثہ دیت کو معاف کردے، اور دیت ۱۰۰/اونٹ یا اس کی قیمت ہے، دیت کی یہ بھاری رقم صرف قاتل پر نہ ہوگی بلکہ اس کے اہل دیوان اور خاندان پر ہوگی، خاندان سے کیا مراد ہے؟ کتب فقہ میں اس کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے، اگر اہل خاندان سے ان کی غربت کی وجہ سے نہ ہو سکے تو حکومت بیت المال سے پورا کرے، اگر بیت المال میں بھی گنجائش نہ ہو تو پھر جنایت کرنے والا تن تنہا ذمہ دار ہے، اور اگر مقتول بِقَتْلِ خَطَاً مُؤْمِنٍ تو ہے، مگر دارالحرب میں رہتا ہے، اور حربیوں کی قوم سے ہے، تو اس کا کفارہ محض مومن غلام آزاد کرنا ہے، دیت انھیں نہیں دی جائے گی، اور اگر وہ ان لوگوں کی قوم سے ہے جن سے مصالحت ہے، جیسے اہل ذمہ تو اس کی دیت بھی لازم ہوگی، اور مومن غلام کا آزاد کرنا بھی، لیکن اگر غلام نہ میسر ہو تو قاتل دو ماہ مسلسل روزہ رکھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) قتل کے اقسام اور ان کے احکام:

قتل پانچ قسم پر ہے۔

(۱) قتل عمد: اس قسم میں گناہ کے ساتھ قصاص واجب ہوتا ہے اور قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔

(۲) قتل شبہ عمد: اس میں گناہ کے ساتھ کفارہ اور عاقلہ پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے، نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔

(۳) قتل خطا۔

(۴) قتل شبہ خطا: ان دونوں قسموں میں کفارہ اور دیت خفیفہ لازم ہوتی ہے، نیز ایسا قاتل وراثت سے بھی محروم ہوتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(۵) قتل بالسبب: اس قتل میں صرف عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے، نہ تو کفارہ واجب ہوتا ہے، اور نہ ہی قاتل وراثت سے محروم ہوتا ہے۔

محل امتحان نمبر ۵۰، جلالین: ۸۵

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ﴾ سَافَرْتُمْ ﴿فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾ فِيْ ﴿اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ بِأَنْ تَرُدُّوْهَا مِنْ أَرْبَعٍ إِلٰى اثْنَتَيْنِ ﴿اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ﴾ أَيْ يَنَالَكُمْ بِمَكْرُوْهٍ ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ بَيَانٌ لِلْوَاقِعِ اِذْ ذَاكَ فَلَامَفْهُوْمَ لَهُ وَيُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنَّهُ رُخْصَةٌ لَاوَاجِبٌ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیر لکھیں (ج) بیان للواقع سے مصنفؒ کیا بتانا چاہتے ہیں؟ یؤخذ سے جو اختلاف کیا گیا ہے اس کو فریقین کے دلائل کے ساتھ ذکر کریں اور احناف کی طرف سے اس استدلال کا جواب بھی لکھیں۔

جواب

ترجمہ: اور جب تم سفر کرو تو نماز میں قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، بایں طور کہ تم چار رکعت کی دو کرلو، اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم کو تکلیف پیش آئے گی کہ کافر تم کو ستائیں گے یہ نزول کے وقت کے واقعہ کا بیان ہے، لہٰذا اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے اور اللہ کے قول فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ إلخ سے سمجھا جاتا ہے کہ قصر رخصت ہے نہ کہ واجب اور امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیر:

اس سے پہلی آیتوں میں جہاد اور ہجرت کا ذکر تھا، اور اکثر حالات میں جہاد کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے اور سفر میں مخالفین کی جانب سے خطرے کا اندیشہ ہے؛ اس لیے سفر میں

Website:MadarseWale.blogspot.com

خوف وغیرہ کی وجہ سے جو قصر کی رعایت کی گئی ہے اب اس کا بیان ہے۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ إلخ: اس میں نماز کے قصر کا حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بنونجار کے کچھ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں زیادہ تر سفر کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی صورت میں نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہے تو اس موقع پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی، اگرچہ قصر کا حکم ایک خاص واقعہ کے پیشِ نظر نازل ہوا تھا؛ مگر اس سہولت کو دیگر اوقات میں باقی رکھا گیا ہے، ضرورت کی خاطر کہ عموماً سفر میں پریشانی ہی رہتی ہے، گرچہ بعض حالات میں اور خصوصاً آج کے زمانے میں سفر میں پریشانی کم ہوتی ہے؛ مگر اس کا مدار مسافتِ سفر پر رکھ کر ہر سفر میں اس کی گنجائش رکھی گئی ہے، حضرت یعلی بن امیہ نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ قصر کے بارے میں تو خوف کی قید لگی ہے، جب حالات اب بدل چکے ہیں پھر بھی اس کی اجازت کیوں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے دل میں بھی یہ بات کھٹکتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے عنایت وکرم ہے، لہٰذا اس کو قبول کرو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) بیان للواقع سے مصنفؒ کیا بتانا چاہتے ہیں؟

مذکورہ عبارت کو لانے کا مقصد خوارج کے مسلک کا رَد کرنا ہے؛ کیونکہ وہ قصر کے لیے خوف کی شرط رکھتے ہیں اور ان خفتم سے استدلال کرتے ہیں، تو اس کا جواب مفسر علام نے اس طور پر دیا ہے کہ ان خفتم نزول کے زمانہ کے اعتبار سے ہے، اس لیے کہ نزول کے وقت عموماً مسلمانوں کو دورانِ سفر دشمن کا خطرہ لاحق رہتا تھا، پس اس کا مفہومِ مخالف مراد نہیں ہوگا کہ جب کفار کا خوف نہ ہو تو قصر بھی نہیں ہوگا۔

یؤخذ سے جو اختلاف بیان کیا گیا

امام صاحبؒ کا مسلک: امام صاحبؒ اور تقریباً تمام احناف کے نزدیک قصر واجب ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

امام شافعیؒ کا مسلک: ان کے نزدیک اتمامِ صلوٰۃ افضل ہے، قصر واجب نہیں ہے۔

احناف ؒ کی دلیل: قال عمر: صلوٰةُ الجمعة رکعتان وصلوٰة الفطر رکعتان وصلوٰة الأضحية رکعتان وصلوٰة السفر رکعتان إلخ

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں دو رکعت تخفیف کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ عیدین اور جمعہ کی طرح اپنے فریضۂ اصلیہ پر برقرار ہے۔

شوافع کی دلیل: فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ انہوں نے آیت سے اس طور پر استدلال کیا ہے کہ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ یہ اباحت کے لیے استعمال ہوتا ہے وجوب کے لیے نہیں۔

احناف کی طرف سے جواب: آپ کا یہ کہنا کہ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ جیسے جملہ وجوب کے لیے استعمال نہیں ہوتے، صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ کے قول فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ إلخ اس میں جناب وجوب کے لیے استعمال ہوا ہے۔

محل امتحان نمبر ۱۵، جلالین: ۹۳

(الف) عبارت با اعراب: ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا﴾ تَتَجَاوَزُوا الْحَدَّ ﴿فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا﴾ اَلْقَوْلَ ﴿الْحَقَّ﴾ مِنْ تَنْزِيْهِهٖ عَنِ الشَّرِيْكِ وَالْوَلَدِ ﴿اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ﴾ أَوْصَلَهَا ﴿اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ﴾ أَيْ ذُوْ رُوْحٍ ﴿مِّنْهُ﴾ وَأُضِيْفَ إِلَيْهِ تَعَالٰى تَشْرِيْفًا لَهٗ وَلَيْسَ كَمَا زَعَمْتُمْ اِبْنَ اللّٰهِ أَوْ إِلٰهًا مَعَهٗ أَوْ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ لِاَنَّ ذَا الرُّوْحِ مُرَكَّبٌ وَالْإِلٰهُ مُنَزَّهٌ عَنِ التَّرْكِيْبِ وَعَنْ نِسْبَةِ الْمُرَكَّبِ إِلَيْهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) تفسیری کلمات کی تشریح کرتے ہوئے مطلب لکھیے (ج) اور بتائیے کہ اَلْکِتَاب سے کون سی کتاب مراد ہے؟ اَلْحَق سے پہلے اَلْقَوْل اور اَلرُّوْح سے پہلے ''ذُوْ'' کیوں مقدر مانے گئے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اے اہل کتاب یعنی انجیل کے ماننے والو! اپنے دین کے بارے میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو جو کہ وہ شریک حیات اور ولد سے اس کی پاکی ہے مسیح عیسی بن مریم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول اور اس کا فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا تھا، اور اس کی طرف سے ایک روح یعنی ذی روح تھا، اور روح کی نسبت اللہ کی طرف تشریفا ہے، اور ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے، کہ وہ ابن اللہ یا اس کے ساتھ الٰہ ہے یا تین میں کا تیسرا ہے، اس لیے کہ ذی روح مرکب ہوتا ہے اور الٰہ ترکیب سے اور اس کی طرف مرکب کی نسبت کرنے سے پاک ہے۔

(ب) تفسیری کلمات کی تشریح کرتے ہوئے مطلب:

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ: یہاں اہل کتاب سے مراد عیسائی ہیں اور غلو کے معنی میں ہیں کسی کی تائید عداوت میں حد سے گذر جانا، یہود کا جرم یہ تھا کہ وہ حضرت عیسی کی مخالفت میں حد سے تجاوز کر گئے تھے، اور عیسائیوں کا جرم یہ ہے کہ وہ مسیح کی عقیدت ومحبت میں حد سے گذر گئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

رُوْحٌ مِّنْهُ: اس لفظ میں دو باتیں قابل غور ہیں ایک یہ کہ حضرت عیسی کو روح کہنے کے کیا معنی ہیں، اس نسبت کا کیا مطلب ہے؟ بعض حضرات نے کہا ہے کہ مقصد حضرت عیسی کی پاکیزگی کو بیان کرنا ہے مبالغہ کے طور پر اس پر روح کا اطلاق کر دیا گیا ہے، چوں کہ حضرت عیسی کی پیدائش میں نطفۂ پدر کا دخل نہیں تھا بلکہ وہ صرف کلمہ کن کے نتیجہ میں پیدا ہوئے تھے اس لیے اپنی نظافت وطہارت میں درجہ کمال پر فائز تھے، اسی وجہ سے عرف اور محاورہ کے اعتبار سے ان کو روح کہہ دیا گیا، اور اللہ کی طرف اس کی نسبت تشریفا کر دی جس طرح مساجد کی تعظیم کے لیے ان کو بیت اللہ، کعبۃ اللہ، مساجد اللہ، کہا جاتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

نوٹ: اما غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کسی بچے کی پیدائش میں دو عامل کارفرما ہوتے ہیں، ایک عامل نطفہ ہوتا ہے، اور دوسرا اللہ کا کلمہ کن، مذکورہ دونوں عاملوں کے ذریعہ عام طور پر بچہ وجود میں آتا ہے، حضرت عیسی کے حق میں چوں کہ پہلا عامل منفی ہے اس لیے دوسرے عامل کی طرف نسبت کر کے آپ کو کلمہ کہا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مادی اسباب کے واسطہ کے بغیر کلمہ کن سے پیدا ہوئے۔

اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ: کا مطلب ہے کہ اللہ نے یہ کلمہ مریم تک پہنچا دیا جس کے نتیجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(ج) اَلْکِتَاب سے کون سی کتاب مراد ہے؟

اَلْکِتَابُ سے مراد انجیل ہے۔

اَلْحَق سے پہلے اَلْقَوْل لانے کی وجہ:

اَلْحَقُّ یہ ترکیب میں صفت واقع ہوا ہے، اور ہر صفت کے لیے موصوف ہونا ضروری ہے اور وہ موصوف یہاں مقدر ہے جو کہ اَلْقَوْلُ ہے اس لیے اَلْحَقُّ سے پہلے اَلْقَوْلُ مقدر مانا گیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اَلرُّوْحُ سے پہلے ''ذُوْ'' لانے کی وجہ:

رُوْحٌ سے پہلے ذُوْ اس لیے لایا گیا تا کہ رُوْحٌ کا رسول اللہ پر حمل درست ہو جائے۔

محل امتحان نمبر ۵۲، جلالین: ۹۳

(الف) عبارت باعراب: ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ﴾ فِي الْكَلَالَةِ ﴿قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا﴾ مَرْفُوْعٌ بِفِعْلٍ يُفَسِّرُهٗ ﴿هَلَكَ﴾ مَاتَ ﴿لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ أَيْ وَلَا وَالِدٌ وَهُوَ الْكَلَالَةُ ﴿وَّلَهٗٓ اُخْتٌ﴾ مِنْ أَبَوَيْنِ أَوْ أَبٍ ﴿فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ﴾ أَيِ الْأَخُ كَذٰلِكَ ﴿يَرِثُهَآ﴾ جَمِيْعَ مَا تَرَكَتْ ﴿اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا

Website:MadarseWale.blogspot.com

وَلَدٌ﴾ فَإِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ ذَكَرٌ فَلَا شَيْءَ لَهُ أَوْ أُنْثٰى فَلَهُ مَا فَضَلَ مِنْ نَصِيْبِهَا وَلَوْ كَانَتِ الْأُخْتُ أَوِ الْأَخُ مِنْ أُمٍّ فَفَرْضُهُ السُّدُسُ كَمَا تَقَدَّمَ أَوَّلَ السُّوْرَةِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیری فوائد لکھیں (ج) اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ کی ترکیب کریں، کلالۃ کے لغوی شرعی معنی واضح کریں (د) آیت کا شان نزول لکھیں۔

جواب

ترجمہ: لوگ کلالۃ کے بارے میں آپ سے فتوی معلوم کرتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ اللہ خود تم کو کلالۃ کے بارے میں فتوی دیتا ہے اگر کوئی شخص لاولد فوت ہو جائے نہ اس کے والد ہوں اور نہ ولد ایسا شخص ہی کلالۃ ہے، امرء اس فعل محذوف کی وجہ سے مرفوع ہے جس کی تفسیر فعل هلك کر رہا ہے اور اس کی بہن ہو حقیقی یا علاتی تو اس کو ترکہ کا نصف ملے گا اور اسی طرح اگر بہن لاولد مر جائے اور بھائی حقیقی ہو یا علاتی بہن کا تمام متروکہ مال کا وارث ہوگا اور اگر بہن کے لڑکے ہو تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر لڑکی ہو تو لڑکی کے بچے ہوئے مال کا مستحق ہوگا اور اگر بھائی بہن اخیافی (ماں شریک) ہوں تو ان کا حصہ چھٹا ہے جیسا کہ ابتداء سورت میں گزر چکا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیری فوائد:

فِي الْكَلَالَةِ: اس کو اس لیے محذوف مانا گیا ہے کیوں کہ آگے جو کلالۃ کا لفظ مذکور ہے وہ اس محذوف پر دلالت کر رہا ہے۔ (حاشیہ جلالین)

مَرْفُوْعٌ بِفِعْلٍ يُفَسِّرُهُ: اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اِنِ امْرُءٌ هَلَكَ تنازع فعلان کے قبیل سے ہے امرء سے پہلے ہلک مقدر ہے بعد والے ہلک کے اس کی تفسیر کرنے کی وجہ سے۔

وَلَا وَلَدٌ: اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ والد کی نفی کے ساتھ والد کی بھی نفی ہے کیوں کہ آگے بہن کی وارث کا ذکر ہے اور والد کی موجودگی میں بہن کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

وَهُوَ فِي الْكَلٰلَة: اس سے کلالۃ کی تعریف کی طرف اشارہ ہے۔

مِنْ أَبَوَيْنِ أوب: یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ الاخت سے مراد حقیقی بہن یا علاتی بہن ہیں کیوں کہ ان کے بھائی کو ہی عصبہ قرار دیا گیا ہے اور رہی اخیافی بہن تو وہ اس حکم سے خارج ہوگی کیوں کہ اخیافی بھائی عصبہ نہیں ہے۔

اَلْاَخُ كَذٰلِكَ: اس سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر بہن لاولد مر جائے تو بھائی خواہ حقیقی ہو یا علاتی بہن کے تمام متروکہ مال کا وارث ہوگا۔

فَإِنْ كَانَ لَهُ ذَكَرٌ: اس سے اشارہ ہے کہ اگر بہن مرحومہ کی اولاد ہو اور مذکر ہو تو بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

أَوْ أُنْثٰى الخ: س سے اشارہ ہے کہ اگر مرحومہ کی اولاد لڑکی ہو تو بھائی لڑکی کے حصے سے بچے ہوئے کا مالک ہوگا۔

وَلَوْ كَانَتِ الْأُخْت: اس سے اشارہ ہے کہ اگر بھائی بہن اخیافی ہوں تو ان کا حصہ چھٹا ہے، مزید تحقیق کے لیے سراجی کا مطالعہ کریں۔

(ج) اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ کی ترکیب:

اِنِ امْرُءٌ هَلَكَ ان شرطیہ امرء ماقبل میں محذوف هَلَكَ کا فاعل اور مابعد کے هَلَكَ کی ضمیر فاعل اس کی طرف راجع ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

کلالۃ کے لغوی شرعی معنیٰ:

كَلَالَةٌ مصدر ہے باب ضرب سے، کمزور ہونا، اور شرع میں كَلَالَةٌ کہتے ہیں ایسے آدمی کو جو مر جائے اور اس کا نہ ولد ہو اور نہ والد: یعنی نہ اصول اور نہ فروع۔

(د) آیت کا شانِ نزول:

جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی بہنوں کی موجودگی میں مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت جابرؓ نے آپ

Website:MadarseWale.blogspot.com

سے دریافت کیا اَفِي کَلٰلَةٌ فَکَیْفَ اَضَعُ مِنْ مَالِي یعنی یارسول اللہ کلالہ میں کیا حکم ہے، میں اپنے مال کو کیا کروں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (حاشیہ جلالین)

محل امتحان نمبر ۵۳، جلالین: ۹۴

(الف) عبارت بااعراب: ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ﴾ أَيْ أَکْلُهَا ﴿وَالدَّمُ﴾ الْمَسْفُوْحُ کَمَا فِي الْأَنْعَامِ ﴿وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللهِ بِهٖ﴾ بِأَنْ ذُبِحَ عَلٰی إِسْمِ غَیْرِهٖ ﴿وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّیَةُ وَ النَّطِیْحَةُ وَ مَآ اَکَلَ السَّبُعُ﴾ مِنْهُ ﴿اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ﴾ أَيْ أَدْرَکْتُمْ فِیْهِ الرُّوْحَ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْیَاءِ فَذَبَحْتُمُوْهُ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) اَلْمُنْخَنِقَةُ، الْمَوْقُوْذَةُ، الْمُتَرَدِّیَةُ، النَّطِیْحَةُ، النُّصُبُ، الْاَزْلَامُ کی تشریح کریں (ج) بندوق سے شکار کیے ہوئے اور ٹرین سے کٹے ہوئے جانور کا کیا حکم ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: تمہارے لیے مردار اور بہنے والا خون حرام کر دیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ انعام میں مذکور ہے اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو بایں صورت کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو ان کا کھانا بھی حرام کر دیا گیا ہے اور گلا گھونٹ کر مرا ہوا جانور اور اوپر سے گر کر مرا ہوا جانور اور وہ جانور جو ٹکر لگنے سے مرا ہو اور وہ جانور کہ جس سے درندے نے کھا لیا ہو ان کا بھی کھانا حرام قرار دیا گیا ہے؛ مگر یہ کہ تم نے اس کو ذبح کر لیا ہو یعنی مذکورہ جانوروں میں سے کوئی تم کو زندہ مل گیا ہو اور تم نے اس کو ذبح کر لیا ہو تو پھر وہ حرام نہیں ہے اور وہ جانور جو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو (وہ بھی حرام کر دیا گیا ہے) اور تیروں، فالوں کے ذریعہ قسمت آزمائی کرنا اور نتیجہ معلوم کرنا (حرام ہے) یہ فسق ہے یعنی طاعت سے خروج ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ب) اَلْمُنْخَنِقَةُ. اَلْمَوْقُوْذَةُ. اَلْمُتَرَدِّيَةُ. اَلنَّطِيْحَةُ. اَلنُّصُبُ. اَلْاَزْلَامُ کی تشریح:

(۱) اَلْمُنْخَنِقَةُ: اس سے مراد وہ جانور ہے جو گلا گھونٹ کر یا گردن مروڑ کر مار دیا گیا ہو یا خود ہی کسی جال یا پھندے میں پھنسنے کی وجہ سے دم گھٹ کر مر گیا ہو۔

(۲) اَلْمَوْقُوْذَةُ: وہ جانور جو ضربِ شدید کی وجہ سے مر گیا ہو، جیسے لاٹھی یا پتھر وغیرہ یعنی خون نہ بہا ہو۔

(۳) اَلْمُتَرَدِّيَةُ: وہ جانور جو کسی اونچی جگہ مثلاً پہاڑ، ٹیلہ وغیرہ سے گر کر مر گیا ہو۔

(۴) اَلنَّطِيْحَةُ: وہ جانور جو کسی دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے یا کسی چیز مثلاً دیوار گاڑی وغیرہ کے ٹکر مارنے کی وجہ سے مرا ہو۔

(۵) اَلنُّصُبُ: یہ (نصاب) کی جمع ہے ان پتھروں کو کہا جاتا ہے جو دیوی دیوتاؤں کے نام پر نصب کیے جاتے ہیں یعنی (بُت، مورتی) اسی قسم کے (۳۶۰) پتھر خانۂ کعبہ کے اِردگرد نصب تھے اور زمانۂ جاہلیت میں مشرکین ان کی پوجا کیا کرتے تھے اور ان کے پاس جانور لاکر ذبح کیا کرتے تھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(۶) اَلْاَزْلَامُ: یہ زَلَمٌ کی جمع ہے جس کے معنیٰ چھوٹا تیر جس پر نہ پَر لگے ہوں اور نہ (اَنِی) اور وہ سات تھے جو خانۂ کعبہ کے مجاور کے پاس رہا کرتے تھے یعنی تیروں کے ذریعہ قسمت آزمائی کرنا۔ عرب میں یہ طریقہ رائج تھا کہ جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو اس کو کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ تیروں سے کرتے تھے اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ وہ شخص بیت اللہ کے خادم کے پاس جاتا اور اس کو کچھ نذرانہ پیش کرنے کے بعد قریش کے بت (ہُبَل) کی بندگی کے اقرار کے ساتھ چمڑے کا تھیلا جس میں تیر رکھا رہتا تھا، اس میں سے مجاورہ تیر نکالتا اور ان تیروں پر (نعم یالا) لکھا رہتا تھا، اگر نعم والا تیر نکل آیا تو وہ اجازت کا اشارہ سمجھتے اور اگر لا والا تیر نکل آتا تو ممانعت سمجھ کر نہ کرتے اور اگر خالی تیر اس پر کچھ لکھا نہ ہوتا تو یہ عمل دوبارہ کرتے، حتیٰ کہ نعم یالا میں سے کچھ نکل آئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) بندوق سے شکار کیے ہوئے اور ٹرین سے کٹے ہوئے جانور کا حکم:

بندوق سے کیے گئے شکار اور اسی طرح ٹرین سے کٹ کر مرنے والا جانور دونوں کا حکم حرمت کا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۵۴، جلالین: ۹۵

(الف) عبارت با اعراب: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ﴾ مَجَاعَةٍ إِلٰى أَكْلِ شَيْئٍ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْهِ فَأَكَلَهُ ﴿غَيْرَ مُتَجَانِفٍ﴾ مَائِلٍ ﴿لِإِثْمٍ﴾ مَعْصِيَةٍ ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ﴾ لَهُ مَا أَكَلَ ﴿رَحِيْمٌ﴾ بِهِ فِيْ إِبَاحَتِهِ لَهُ بِخِلَافِ الْمَائِلِ لِإِثْمٍ أَيِ الْمُتَلَبِّسِ بِهِ كَقَاطِعِ الطَّرِيْقِ وَالْبَاغِيْ مَثَلًا فَلَا يَحِلُّ لَهُ الْأَكْلُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مخمصہ کی تعریف کریں اور بتائیں کہ حالتِ مخمصہ میں حرام اشیاء کے کھانے کے سلسلے میں مفسر علام نے جو مسئلہ بیان کیا ہے وہ کس امام کے مسلک کے مطابق ہے؟ اور دیگر ائمہ کے کیا مسالک ہیں؟ واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: جو شخص شدتِ بھوک سے بے تاب ہو اس کے لیے حرام کردہ چیزوں میں سے کچھ کھالینا مباح ہے، بشرطے کہ معصیت کی جانب میلان نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے کھانے کو معاف کرنے والا ہے اور اس کے لیے اس کھانے کو مباح کر کے رحم کرنے والا ہے بخلاف اس شخص کے کہ جو معصیت کی طرف مائل ہو یعنی معصیت کا مرتکب ہو جیسا کہ راہ زن، باغی، مثلاً، تو اس شخص کے لیے مذکورہ چیزوں میں سے کھانا حلال نہیں ہے۔

(ب) مخمصہ کی تعریف:

مخمصہ ایسی بھوک کو کہتے ہیں جس میں پیٹ پیٹھ کو لگ جائے یعنی اگر کھانا پانی نہ ملے، تو جان کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کو بھی اس کے لیے حلال کر دیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

مفسر علام کا بیان کردہ مسئلہ اور اختلاف:

مفسر علام نے جو قطاع الطریق اور الباغی سے مسئلہ بیان کیا ہے وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حالتِ اضطراب کی سہولت صرف ان لوگوں کو ہے جو قطاع الطریق یعنی قذاق، ڈاکو اور اسی طرح عادل بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے والے نہ ہوں جیسا کہ ان کے نزدیک سفر کی سہولیات سے صرف ان مسافروں کو ہے جو معصیت کے سفر میں نہ ہوں۔

لیکن امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ غیر متجانف سے قطاع الطریق یا باغی مراد نہیں ہے؛ بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مذکورہ چیزیں اس شرط کے ساتھ حلال ہیں کہ وہ شخص مضطرب ہو کہ اگر نہ کھائے تو یقیناً چل بسے گا، اسی طرح خدائی قانون کو توڑنے کی نیت سے نہ کھائے اور ضرورت سے زیادہ بھی نہ کھائے؛ بلکہ سدرمق کے لیے کھائے اگر وہ ایک لقمہ سے حاصل ہو رہا ہو تو دوسرا لقمہ منہ میں لے جانے کی نیت بھی نہ کرے۔

اس کے برخلاف امام شافعیؒ کے نزدیک پیٹ بھر کر بھی کھانا جائز ہے مزید وہ فرماتے ہیں کہ بطورِ توشہ ساتھ بھی لے سکتا ہے۔

نوٹ: یہی تفسیر بعینہٖ سورۂ بقرہ آیت (فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ الخ) ۷۳ میں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۵۵، جلالین: ۱۰۰

(الف) عبارت بااعراب: ﴿فَإِنْ جَآءُوْكَ﴾ لِتَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ هٰذَا التَّخْيِيْرُ مَنْسُوْخٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ﴾ الْاٰيَةُ فَيَجِبُ الْحُكْمُ بَيْنَهُمْ إِذَا تَرَافَعُوْا إِلَيْنَا وَهُوَ أَصَحُّ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ فَلَوْ تَرَافَعُوْا إِلَيْنَا مَعَ مُسْلِمٍ وَجَبَ إِجْمَاعًا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) جَآءُوْا اور بَيْنَهُمْ کی ضمیر کا مرجع متعین

Website:MadarseWale.blogspot.com

کرتے ہوئے تفسیر لکھیں (ج) اور بتائیں کہ اہلِ کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو فیصلہ کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں امام شافعی کا دوسرا قول کیا ہے؟ اور امام ابوحنیفہ کی رائے کیا ہے؟

جواب

ترجمہ: اگر یہ لوگ آپ سے اپنا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کے پاس آئیں، اگر چاہو تو ان کے درمیان فیصلہ کر دو یا انکار کر دو، یہ اختیار اللہ تعالیٰ کے قول وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ کے ذریعہ منسوخ ہے۔ لہٰذا اگر وہ فیصلہ ہمارے پاس لائیں تو اس کا فیصلہ کرنا واجب ہے امام شافعی کے اقوال میں سے یہ صحیح تر ہے، اور اگر کسی مسلمان کے ساتھ ہمارے پاس مقدمہ لائیں تو بالاتفاق فیصلہ کرنا واجب ہے۔

(ب) جَآءُوْا اور بَيْنَهُمْ کی ضمیر کا مرجع:

جَآءُوْا کی ضمیر سے رؤساء یہود اور بَيْنَهُمْ کی ضمیر سے رعایا یہود مراد ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مطلوبہ تفسیر:

ابتداء میں جب مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہوئی تھی یہود اس وقت تک باقاعدہ اسلامی ریاست کی باقاعدہ رعایا نہیں تھے بلکہ اسلامی حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات معاہدات پر مبنی تھے، یہودیوں کو اپنے اندرونی معاملات میں آزادی حاصل تھی، ان کے مذہبی مقدمات کے فیصلے انہی کے قوانین کے مطابق ان کے اپنے وکیل کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یا آپ کے مقرر کردہ قاضیوں کے پاس اپنے مقدمات لانے کے لیے علاوہ وہ ازروئے قانون مجبور نہ تھے لیکن یہ لوگ جن معاملات میں خود اپنے مذہبی قانون کے مطابق فیصلہ کرنا نہ چاہتے تھے ان کا فیصلہ کرانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس امید پر آجاتے تھے کہ شاید آپ کی شریعت میں ان کے لیے کوئی دوسرا حکم ہو اور اس طرح وہ اپنے قانون سے بچ جائیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) اہلِ کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر:

اگر اہل کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو فیصلہ کرنا واجب ہے اور حاکم کے لیے کوئی اختیار نہیں رہے گا یہی ابن عباس عمر بن عزیز مجاہد وغیرہ سے منقول ہے۔

اس بارے میں امام شافعیؒ کا دوسرا قول کیا ہے؟

اس مسئلہ کے سلسلے میں حضرت امام شافعی کا دو قول منقول ہے ایک تو وہ یہ ہے کہ جو بالائے عبارت میں مذکور ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اہل کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں حاکم پر اختیار باقی رہے گا کیوں کہ یہ مقدمہ ان کے نزدیک محض ایک مقدمہ ہے جس پر فیصلہ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں حاکم بالکل آزاد ہے اور یہی قول ابراہیم نخعی شعبی حسن بصری اور سیب ابن جبیر سے منقول ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی رائے کیا ہے؟

حضرت امام ابوجعفر النحاس نے امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں سے روایت کرتے ہیں کہ اگر اہل کتاب کسی مسلمان حاکم کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو حاکم کے لیے یہ اختیار نہیں ہے کہ ان پر فیصلہ کرنے سے اعراض کرے۔

محل امتحان نمبر ۵۶، جلالین: ۱۰۷

(الف) عبارت بااعراب: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ أَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ مُحْرِمُوْنَ بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ ﴿وَ مَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ﴾ بِالتَّنْوِيْنِ وَرَفْعِ مَابَعْدَهُ أَيْ فَعَلَيْهِ جَزَاءٌ هُوَ ﴿مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ﴾ أَيْ شِبْهُهُ فِي الْخِلْقَةِ ﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ لَهُمَا فِطْنَةٌ يُمَيِّزَانِ بِهَا أَشْبَهَ الْأَشْيَاءَ بِهِ ﴿هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ﴾ أَيْ يُبْلَغُ بِهِ الْحَرَمَ فَيُذْبَحُ فِيْهِ

Website:MadarseWale.blogspot.com

وَيُتَصَدَّقُ بِهِ عَلٰى مَسَاكِيْنِهِ وَلَايَجُوْزُ أَنْ يُذْبَحَ حَيْثُ كَانَ وَنَصْبُهٗ نَعْتًا لِمَا قَبْلَهٗ وَإِنْ أُضِيْفَ لِأَنَّ إِضَافَتَهٗ لَفْظِيَّةٌ لَاتُفِيْدُ تَعْرِيْفًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب واضح کریں اور بتائیے کہ مثل سے کیا مراد ہے؟ (ج) (ونصبه نعتا لماقبله وإن أضيف الخ) سے مفسر نے کس اعتراض کا جواب دیا ہے؟ نیز (وانتم حرم) اور (من النعم) کی ترکیب بھی واضح کریں۔

جواب

ترجمہ: اے ایمان والو! حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں شکار نہ کرو اور جس نے تم میں سے جان بوجھ کر شکار کیا تو اس پر شکار کیے ہوئے جانور کے مثل کی جزاء ہے جزاءٌ کی تنوین کے ساتھ اور اس کے بعد یعنی (مثل) کے رفع کے ساتھ یعنی اس پر جزاء ہے اور وہ جزاء مقتول جانور کے مثل ہے یعنی جو خلقت میں اس کے مشابہ ہو اس مثل کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں کہ جن کو سمجھ (یعنی تجربہ) ہو جس کے ذریعہ چیزوں کے مشابہ بالصید ہونے کی تمیز کر سکیں، حال یہ ہے کہ وہ جزاء ہدی ہے کہ اس کو حرم میں پہنچایا جائے؛ تاکہ اس کو حرم میں ذبح کیا جائے اور اس کو حرم کے مسکینوں پر صدقہ کر دیا جائے اور جہاں چاہے وہاں ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور بَالِغَ الْكَعْبَةِ کا نصب اپنے ماقبل هَدْيًا کی صفت ہونے کی وجہ سے ہے اگرچہ بَالِغَ الْكَعْبَةِ میں اضافت ہے؛ اس لیے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جو تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔

(ب) مطلب:

یعنی جو احکام حالتِ احرام یا احترام کعبہ وغیرہ سے متعلق دیئے گئے ہیں اگر ان کی عمداً خلاف ورزی کرو گے تو سمجھ لو کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے اور اگر بھول چوک سے کوئی تقصیر ہو جائے پھر کفارہ کے ذریعہ اس کی تلافی کر لو تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے تو جو کوئی عمداً کسی جانور یا حالتِ احرام میں کسی جانور کو قتل کرے گا تو اس پر اس

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

قتل کیے ہوئے جانور کے مثل بطورِ جرمانہ واجب ہوگا تو جس جگہ اور جس وقت جانور کا قتل ہوا ہے بہتر تو یہ ہے کہ اسی جانور یا اس کے مثل کو ڈھونڈے اور مثل کا فیصلہ ایسے دو عادل آدمی کریں گے جو تجربہ کار ہوں جنہیں سمجھ بوجھ ہو اور وہ اس کا فیصلہ کر سکتے ہوں کہ اس کا مثل یہ جانور ہے اور پھر اس جرمانہ میں آئے ہوئے جانور کو حرم میں پہنچادیا جائے؛ تاکہ وہ حرم میں ذبح ہو اس جانور کا کسی بھی جگہ سوائے حرم کے ذبح کرنا درست نہیں ہے اور پھر اس کا گوشت کاٹ کر مساکین حرم کو بانٹ دو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) نصبه نعتا لما قبله الخ:

اس عبارت کو لاکر مفسر علام نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے:

اعتراض: هديا نکرہ موصوفہ ہے اور بالغ الكعبة معرفہ ہے اور یہ دونوں موصوف صفت ہیں اور موصوف صفت کے درمیان موافقت ضروری ہے جو یہاں نہیں پائی جارہی ہے، تو مفسر علام نے جواب دیا۔

جواب: یہ اضافت حقیقیہ نہیں ہے؛ بلکہ لفظیہ ہے؛ اس لیے کہ اس کی تقدیری عبارت ہے (بالغ الكعبة) تنوین کو تخفیف کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے، لہٰذا جب (بالغا الكعبة) کا معرفہ ہونا ثابت نہیں ہوا؛ کیونکہ اضافتِ لفظیہ سے معرفہ کا فائدہ نہیں ہوتا اور جب مرفہ ہونا ثابت نہیں ہوا تو جو اعتراض ہوا تھا وہ بھی رفع ہوگیا اور موصوف صفت کے درمیان موافقت پائی گئی کہ دونوں نکرہ ہوگئے۔ (فإذا بطل الاعتراض ثبت المدعیٰ) (حاشیہ جلالین)

وَاَنْتُمْ حُرُمٌ: یہ جملہ حالیہ ہے (تقتلوا) کی ضمیر فاعل سے۔ (صاوی: ج ۲)

من النّعم: یہ (مثل) سے حال واقع ہے یا اس کی صفت ہے۔ (صاوی: ج ۲)

(د) مثل کی مراد:

مثل کی مراد میں ائمہ کا اختلاف ہے؛ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وسلم

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مثل سے (قیمت مراد ہے کہ اگر جانور کو قتل کیا ہے تو اس کے مثل نہیں؛ بلکہ اس جانور کی قیمت کو راہِ خدا میں صدقہ کرے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (مثل) سے مراد اس کے مثل جانور کو ذبح کرنا اور مفسر نے (شبهة في الخلقة) سے اسی قول کو بتایا ہے اور یہی قول امام محمد کا بھی ہے۔ (حاشیہ جلالین)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۵۷، جلالین: ۱۰۸

(الف) عبارت با اعراب: ﴿مَا جَعَلَ﴾ شَرَعَ ﴿اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾ كَمَا كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَفْعَلُوْنَهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) بخيرة، سائبة، وصيلة، اور حام کی تعریف لکھیں (ج) زمانۂ جاہلیت میں وہ ان جانوروں کو کیوں حرام قرار دیتے تھے؟ (د) اس آیت کا ماقبل سے ربط بیان کریں۔

جواب

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا، نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو جیسا کہ اہلِ جاہلیت اس کو کرتے تھے۔

(ب) بخيرة، سائبة، وصيلة، اور حام کی تعریف:

امام بخاریؒ نے سعید بن مسیبؒ سے روایت کی ہے کہ (بحیرہ) اس جانور کو کہتے ہیں کہ جن کا دودھ دوہنا بتوں کے نام پر موقوف کر دیا گیا ہو زمانۂ جاہلیت میں وہ لوگ ایسے کرتے تھے کوئی شخص اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا۔

بحیرہ: ان جانوروں کو کہا جاتا تھا جن کا دودھ دھونا بتوں کے نام پر موقوف کر دیا گیا ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

سائبۃ: اس جانور کو کہا جاتا تھا جس کو وہ اپنے معبودوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے؛ چنانچہ ان کو باربرداری کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے۔

وصیلۃ: اس نوجوان اونٹنی کو کہا جاتا تھا جو پہلی بار بھی مادہ بچہ جنے، دوبارہ پھر مادّہ بچہ جنے کہ ان کے درمیان نر بچہ نہ ہو۔

حام: اس اونٹنی کو کہا جاتا تھا جو دس مرتبہ جفتی کرے، مذکورہ تعداد پوری کر لینے کے بعد اس کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے اور اس سے باربرداری ترک کر دیتے تھے، اس پر کوئی چیز نہیں لادتے تھے۔

(ج) زمانۂ جاہلیت میں وہ ان جانوروں کو کیوں حرام قرار دیتے تھے؟

زمانۂ جاہلیت میں وہ ان جانوروں کو تعظیم کی وجہ سے حرام قرار دیتے تھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) مذکورہ آیت کا ماقبل سے ربط:

ربط یہ ہے کہ ماقبل کی آیتوں میں صحابہ کرام کو آپ علیہ السلام سے فضول سوالات کرنے سے روکا گیا ہے تو جس طرح فضول و بے کار سوالات کر کے احکام شرعیہ میں تنگی اور سختی کرنا جرم ہے اسی طرح؛ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ جرم ہے کہ بدونِ حکمِ شارع محض اپنی آراء و اہوا سے حرام و حلال کو تجویز کر لیا جائے جیسا کہ اس آیت میں حام وغیرہ جانوروں کا تذکرہ ہے۔

محل امتحان نمبر ۵۸، جلالین: ۱۲۴

(الف) عبارت با اعراب: ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ بِأَنْ يَقْذِفَ فِي قَلْبِهِ نُوْرًا فَيَنْفَسِحُ لَهٗ وَيَقْبَلُهٗ كَمَا وَرَدَ فِيْ حَدِيْثٍ ﴿وَمَنْ يُّرِدْ أَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا﴾ بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ ﴿حَرَجًا﴾ شَدِيْدَ الضِّيْقِ بِكَسْرِ الرَّاءِ صِفَةٌ وَفَتْحِهَا مَصْدَرٌ وُصِفَ فِيْهِ مُبَالَغَةً

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ﴾ وَفِيْ قِرَاءَةٍ يَصَّاعَدُ وَفِي الْاُخْرٰى بِسُكُوْنِهَا ﴿فِي السَّمَاءِ﴾ إِذَا كُلِّفَ الْإِيْمَانَ لِشِدَّتِهِ عَلَيْهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) ضَيِّقًا حَرَجًا اور يَصَّعَّدُ میں اختلافِ قراءت کی وضاحت کر کے ان کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: سو جس شخص کو اللہ ہدایت پر ڈالنا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، بایں طور کہ اس دل میں نور ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کا دل کشادہ ہو جاتا ہے اور اس (اسلام) کو قبول کرتا ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور جس کو اللہ بے راہ رکھنا چاہتا ہے اس کے سینے کو قبول اسلام سے نہایت تنگ کر دیتا ہے (ضَيِّقًا تخفیف اور تشدید کے ساتھ ہے، (حَرَجًا) راء کے کسرہ کے ساتھ صفت ہے اور اس کے فتحہ کے ساتھ مصدر بطور مبالغہ صفت لائی گئی ہے۔ (اسے اسلام کے تصور ہی سے) جب اس کو ایمان کا مکلف بنایا جاتا ہے تو اسلام اس پر بھاری ہونے کی وجہ سے اس کو یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ (اس کی روح) آسمان کی طرف پرواز کر رہی ہے، اور ایک قراءۃ میں (يَصَّعَّدُ) کے بجائے (يَصَّاعَدُ) ہے، اور ایک دوسری قراءت میں صاد کے سکون کے ساتھ ہے۔

(ب) ضَيِّقًا، حَرَجًا اور يَصَّعَّدُ میں اختلافِ قراءت کی وضاحت:

ضَيِّقًا بِالتَّخْفِيْفِ مصدر ہے، اس کی صورت میں حمل مُبَالَغَةً زید عدل کے قبیل سے بطور مجاز ہوگا، اور اگر تشدید کے ساتھ ہو تو صفت مشبہ ہوگا۔

قولہ حَرَجًا: بکسر الراء صفتِ مشبہ کا صیغہ اختلافِ لفظی کی وجہ سے تکرار میں ایک قسم کا حسن پیدا ہو گیا ہے، اور باقونؒ نے راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں حَرَجَةٌ کی جمع ہوگا، بمعنی شَدِيْدُ الضَّيِّقِ. اور اگر مصدر ہو تو حمل مُبَالَغَةً ہوگا۔

قولہ يَصَّعَّدُ: باب تفعل سے اور يَصَّاعَدُ باب تفاعل سے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

لغوی تحقیق:

ضَیِّقًا یہ ضَاقَ یضیق ضیقٌ مصدر سے از ثلاثی مجرد لازم بمعنی تنگی کرنا۔

حَرَجًا یہ حَرَجَ یَحْرُجُ حَرَجًا سے مشتق ہے از باب نصر ینصر بمعنیٰ گناہ، تنگی، حَرَجٌ حَرَجَةٌ اس کی جمع ہے احراج، حِراج، حُرَج، حرجات ہے۔

یَصَّعَّدُ: صَعِدَ یَصْعَدُ ثلاثی مجرد از باب سمع یسمع بمعنی اوپر چڑھنا، از باب تفعل صَعَّدَ یُصَعِّدُ اور از باب تفاعل تَصَّاعد یَتَصَّاعَدُ ہے۔

محل امتحان نمبر ۵۹، جلالین: ۱۳۴

(الف) عبارت با اعراب: ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾ وَلَوْشَآءَ لَخَلَقَهُنَّ فِیْ لَمْحَةٍ وَالْعُدُوْلُ عَنْهُ لِتَعْلِیْمِ خَلْقِهِ التَّثَبُّتَ ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ اِسْتَوَاءً یَلِیْقُ بِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) چھ دن سے کیا مراد ہے اور کیوں؟ نیز بتلائیں کہ آسمان کی تخلیق پہلے ہوئی یا زمین کی؟ مذکورہ آیت سے ان چھ دنوں میں صرف آسمان و زمین کی تخلیق معلوم ہوتی ہے تو پہاڑ، درخت، حیوانات وغیرہ کی تخلیق کس دن ہوئی اور تخلیق کا آغاز کس دن سے ہوا؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور اگر وہ چاہتا تو ایک لمحہ میں پیدا کر دیتا اور ایک لمحہ میں پیدا نہ کرنا لوگوں کو عجلت نہ کرنے کی تعلیم دینے کے لیے ہے، پھر اپنی تخت شاہی پر جلوہ فرما ہوا (تخت پر جلوہ فرمائی سے مراد) اس کی شایانِ شان جلوہ فرمائی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ب) چھ دن سے کیا مراد ہے اور چھ دنوں میں پیدا کرنے کی وجہ؟

چھ دن سے مراد دنیا کے دن کی مقدار ہے اور یہ اس لیے کہ اس وقت سورج نہیں تھا اور اگر وہ چاہتا تو ایک لمحہ میں پیدا کر دیتا؛ لیکن بتقاضائے حکمت اس عالم کی تخلیق میں چھ دن کی مقدار لگائی گئی؛ تاکہ انسان کو نظامِ عام کے چلانے میں تدریج اور پختہ کاری کی تعلیم دی جائے جیسا کہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ غور و فکر اور وقار و تدریج کے ساتھ کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔

آسمان کی تخلیق پہلے ہوئی یا زمین کی؟

زمین کی تخلیق پہلے ہوئی ہے پھر بعد میں آسمان کی جیسا کہ قرآنِ کریم کے دیگر مقامات کی آیتوں سے پتہ چلتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

پہاڑ، درخت، حیوانات وغیرہ کی تخلیق کس دن ہوئی؟

پہاڑ، درخت اور حیوانات کی تخلیق منگل اور بدھ کو ہوئی، زمین کی تخلیق اتوار اور پیر کو ہوئی اور آسمان کی تخلیق جمعرات و جمعہ کو ہوئی۔

تخلیق کا آغاز کس دن سے ہوا؟

تخلیق کا آغاز اتوار سے ہوا۔ (حاشیہ جلالین)

محل امتحان نمبر ۶۰، جلالین: ۱۵۷

(الف) عبارت بااعراب: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ قَذِرٌ لِخُبْثِ بَاطِنِهِمْ ﴿فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ﴾ أَيْ لَا يَدْخُلُوا الْحَرَامَ ﴿بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ﴾ وَقَدْ أَغْنَاهُمْ بِالْفُتُوْحِ وَالْجِزْيَةِ.

Website:MadarseWale.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں (ج) اور بتائیں کہ یہ آیتِ کریمہ کس موقع پر نازل ہوئی، نجس سے ظاہری نجاست مراد ہے، یا باطنی؟ مسجد حرام سے کیا مراد ہے؟ فَلَا یَقْرَبُوْا میں قرب کا کیا مطلب ہے؟ آیت کریمہ میں احناف اور شوافع کا کیا اختلاف ہے؟

جواب

ترجمہ: اے ایمان والو مشرکین اپنے خبث باطن کی وجہ سے سراپا نجس ہیں لہٰذا اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکیں یعنی مسجد حرام میں داخل نہ ہوں، اور اگر تم کو فقر کا اندیشہ ہو سو اگر اللہ چاہے گا تو اپنے فضل سے تم کو ان سے عنقریب بے نیاز کر دے گا چناں چہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح اور جزیہ کے ذریعہ بے نیاز کر دیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:

نَجِسٌ : یہ صیغۂ صفت ہے جمع اَنْجَاسٌ از باب (سمع) نَجَسًا (وکرم) نَجَاسَۃً بمعنی گندا ہونا، ناپاک ہونا، اور از باب (افعال وتفعیل) ناپاک کرنا۔

قَذِرٌ : یہ صیغہ صفت ہے جمع اَقْذَارٌ از باب (ن،س،ک) قَذرًا وقذارۃً بمعنی گندا ہونا، میلا ہونا، از باب (تفعیل) تقذیرًا گندہ کرنا، از باب (افعال) گندہ پانا۔

خُبْثٌ : اس کا صیغۂ صفت خَبِیْثٌ جمع خُبُثٌ. خُبْثًا. اَخْبَاثٌ خُبْثَۃً از باب (ن) خُبْثًا خَبَاثَۃً خَبَاثِیَۃً بمعنی پلید و ناپاک ہونا از باب (ک) خُبُثًا بمعنی ردّی ہونا، مکار ہونا، از باب (افعال) برائی سکھلانا، خراب کرنا، برائی کی طرف منسوب کرنا۔

بَاطِنٌ : یہ واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے، از باب (ن) بطنًا بمعنی داخل ہونا، از باب (س،ک) بطناً. بَطَانَۃً. بڑے پیٹ والا ہونا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

لَا یَقْرَبُوْا: یہ جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے از مضارع منفی حال جازمہ میں بحذف النون، از باب (س،ک) قُرْبًا، قُرْبَانًا، وَقِرْبَانًا بمعنی قریب ہونا۔

خِفْتُمْ: یہ جمع مذکر حاضر از فعل ماضی کا صیغہ ہے، از باب (سمع) خَوْفًا وَخَیْفًا وَمَخَافَةً وَخِیْفَةً بمعنی گھبرانا، احتیاط کرنا ڈرنا، از باب (تفعل) کرنا (افعال) مُخَوَّفٌ تھوڑا تھوڑا کم کرنا۔

عَیْلَةٌ: یہ مصدر ہے از باب (ض) کا عَیْلًا عَیْلَةً عُیُوْلًا مَعِیْلًا بمعنی محتاج ہونا، از باب (تفعیل، افعال) تَعْیِیْلَةً اَعْیَالًا اکثیر العیال ہونا، معاش کی کفالت کرنا۔

یُغْنِیْکُمْ: یہ واحد مذکر غائب، مضارع معروف از باب (افعال) اِغْنَاءً کا صیغہ ہے، بمعنی مالدار کردینا، از باب (سمع) غَنِیً، غُنْیَانًا، نکاح کرنا مالدار رہونا، از باب (تفعیل) تَغْنِیَةً، آواز دینا۔

اَغْنَا: یہ واحد مذکر غائب ماضی معروف از باب (افعال) کا صیغہ بمعنی مالدار کر دینا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اَلْفُتُوْحُ: یہ فتح کی جمع ہے، بمعنی فتح کرنا، ملک پر غالب ہونا، مالک ہونا، از باب (فتح) فَتْحًا، فَتَاحَةً، فَتَاحَةً بمعنی دروازہ کھولنا، مدد کرنا۔

اِلْجِزْیَةٌ: از باب (ض) جَزَاءً بمعنی بدلہ دینا، ادا کرنا، الجزیۃ بمعنی زمین کا محصول، ٹیکس جو ذمی سے لیا جائے۔

(ج) آیتِ کریمہ کا موقع نزول:

جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کا صدر مقام (مکہ مکرمہ) فتح کرادیا، اور قبائل عرب ذوق ذوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تب ۹ رہجری میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک (یا کافر) مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

نزدیک یعنی حدود حرم میں بھی نہ آنے پائے، کیوں کہ ان کے قلب شرک وکفر کی نجاست سے قدر بلند اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید ایمان میں داخل ہونے کے لائق نہیں اس کے بعد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ العرب سے مشرکین اور یہود ونصاری سب کو نکال دینے کا حکم دیا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کے موافق خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

نجاست سے مراد:

یہاں نجاست سے باطنی یعنی شرک وکفر کی نجاست مراد ہے، نہ کہ ظاہری۔

مسجد حرام سے مراد:

مسجد حرام سے حدود ونواحی حرم یعنی مسجد حرام کے آس پاس پورا حرم مکہ مراد ہے۔

فَلَا يَقْرَبُوا میں قرب کا مطلب:

فَلَا يَقْرَبُوا: یعنی پس یہ ناپاک لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں یعنی حدود حرام میں داخل نہ ہوں یہ خطہ نہایت مطہر اور معطر ہے، کفر اور شرک کی نجاستوں سے اس کی تطہیر واجب ہے، نیز اس مبارک خطہ میں ہر وقت ملائکۃ اللہ کا نزول اور ورود ہوتا رہتا ہے، جن کو کفر اور شرک کی نجاست اور اس کی عفونت اور بدبو سے تکلیف ہوتی ہے نیز اس خطہ میں ہر وقت طواف کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے، مشرکین کی حاضری سے اندیشہ ہے کہ ان کی باطنی نجاست اور اندرونی ظلمت کا اثر اہل ایمان کے انوار کو مکدر اور متغیر کردے، صحبت اور اختلاط کا اثر ناقابل انکار ہے، جس طرح گلاب اور پیشاب کی طرف دیکھنے کے احکام اور آثار مختلف ہیں اسی طرح ابوبکرؓ وعمرؓ اور ابوجہل اور ابولہب کی طرف دیکھنے کے احکام اور آثار بھی مختلف ہیں، اس لیے کافر اور مشرکین کو حدود حرم میں قربت نہ ہونے کی ممانعت آتی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

احناف اور شوافع کا اختلاف:

امام شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک کفار کا مسجد میں آنا ممنوع ہے۔
مگر امام اعظمؒ کے نزدیک بطور غلبہ اور تسلط یا بطور اعزاز و اکرام مشرک کا مسجد میں آنا جانا جائز نہیں؛ البتہ مسلمان کا کوئی غلام یا خادم کوئی ذمی کسی مسلمان کی اجازت سے ادب اور احترام کے ساتھ مسجد میں کسی ضرورت کی وجہ سے آ جائے تو اس میں مضائقہ نہیں، باقی کسی کافر اور مشرک کے منبر پر تقریر کرانا یہ بلا شبہ حرام ہے۔

محل امتحان نمبر ۶۱، جلالین: ۱۶۸

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ عَنِ التَّوْبَةِ عَلَيْهِمْ بِقَرِيْنَةِ ﴿حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ أَيْ مَعَ رَحْبِهَا أَيْ سَعَتِهَا فَلَا يَجِدُوْنَ مَكَانًا يَطْمَئِنُّوْنَ إِلَيْهِ ﴿وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ﴾ قُلُوْبُهُمْ لِلْغَمِّ وَالْوَحْشَةِ بِتَأْخِيْرِ تَوْبَتِهِمْ فَلَا يَسَعُهَا سُرُوْرٌ وَلَا أُنْسٌ ﴿وَ ظَنُّوْٓا﴾ أَيْقَنُوْا ﴿اَنْ﴾ مُخَفَّفَةٌ ﴿لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ﴾ وَفَّقَهُمْ لِلتَّوْبَةِ ﴿لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے (ب) مطلب لکھیں (ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ علی الثلثة کا متعلق کیا ہے؟

جواب

ترجمہ: اور ان تینوں حضرت کی طرف بھی توجہ فرمائی جن کی توبہ کو مؤخر کر دیا گیا تھا یہ معنی حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ کے قرینہ کی وجہ سے ہے جب زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی تو وہ کوئی ایسی جگہ نہ پائے تھے جس میں ان کو اطمینان حاصل ہو سکے اور تاخیر قبولیت توبہ اور وحشت نیز غم کی وجہ سے خود ان کی اپنی جانیں بھی ان کو بار

Website:MadarseWale.blogspot.com

معلوم ہونے لگے جس کی وجہ سے نہ ان کو سرور حاصل تھا اور نہ ہی انس، اور انھوں نے یقین کر لیا کہ اللہ کے سوا ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا یعنی ان کو توبہ کی توفیق بخشی تا کہ وہ توبہ کریں یقینا اللہ بڑا معاف کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یہ تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن امیہ مراہ بن ربیع جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انگاری کی بناء پر بدون عذر کے تبوک میں شرکت کرنے سے محروم رہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو انہوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر پیش کیے اور نہ بعض صحابہ کی طرح اپنے آپ کو ستون سے باندھا بلکہ جو واقعہ تھا صاف صاف بیان کر دیا اور اپنی تقصیر و کوتاہی کا اعلانیہ اعتراف کیا نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین کی طرح بظاہر اغماض کر کے ان کے بواطن کو خدا کے سپرد کر دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب علیحدہ رہیں چناں چہ ایسا ہی ہوا شاہ غسان کا خط حضرت کعب کو اسی اثناء کسی نے لا کر دیا کہ تم اس کے شہر میں آجاؤ بہت آؤ بھگت کی جائے گی، آپ نے اس کو پڑھ کر سمجھ لیا کہ یہ بھی خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے اور اس کو نذر آتش کر دیا چناں چہ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ چالیس دن کے بعد اور ایک حکم ہوا کہ اپنی عورت سے بھی جدا ہو جاؤں یہ بھی ہو گیا آپ کو سب سے زیادہ فکر تھی کہ اگر اسی اثناء میں موت ہو جائے تو جنازہ بھی نہ پڑھیں گے اور اگر بالفرض آپ علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو ساری عمر مسلمان مجھ سے یہی معاملہ میں کریں گے اور میرے جنازہ کے قریب بھی نہ جائیں گے غرض کہ پچاس دن اس حالت میں گذاری کہ خدا کی زمین باوجود فراخ ہونے کے تنگ ہو گئی تھی کہ یکا یک جبل سلع سے آواز آئی کہ یہ یا کعب ابن مالک بشری فرماتے ہیں کہ میں سن کر سجدہ میں گر پڑا اور اس کو اپنا کرتہ ہبہ کر دیا آپ نے نماز فجر کے بعد تمام مسلمانوں کو مطلع کر دیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

عَنِ التَّوْبَةِ عَلَيْهِمْ: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تبوک سے پیچھے کردیئے گئے؛ بلکہ یہ مطلب ہے کہ توبہ سے پیچھے کردیئے گئے حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ الخ کے قرینہ کی وجہ سے۔

اَیْ مَعَ رَحبها الخ: اس سے اشارہ ہے کہ (بما) میں ما مصدریہ ہے اور باء مصاحبت کے لیے ہے۔

يَطْمَئِنُّوْنَ اِلَيْهِمْ: یعنی وہ کسی جگہ بھی مطمئن نہیں رہتے تھے گھبراہٹ اور پریشانی کی وجہ سے۔

فَلَا یَسَعُهَا: یعنی اس تنگی کی وجہ سے نہ انکے قلوب میں کوئی سرور تھا اور نہ ہی کوئی انس۔

اَيْقَنُوْا: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ظن یقین کے معنی میں ہے۔

اِنْ مُخَفَّفَةٌ: یعنی یہاں (أن) اصل میں اَنَّ مثقلہ ہے اور اس اسم محذوف ہے اور وہ (ھُو) ضمیر شان ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

علی الثلثۃ کا متعلق کیا ہے؟

عَلَى الثَّلَاثَةِ کا متعلق فعل (تاب) ہے۔

محل امتحان نمبر ۶۲، جلالین: ۱۹۵

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَ جَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ﴾ لِيَمْتَارُوْا لَمَّا بَلَغَهُمْ أَنَّ عَزِيْزَ مِصْرَ يُعْطِيْ الطَّعَامَ بِثَمَنِهِ ﴿فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ﴾ أَنَّهُمْ إِخْوَتُهُ ﴿وَ هُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ۝۵۸﴾ لَا يَعْرِفُوْنَهُ فَكَلَّمُوْهُ بِالْعِبْرَانِيَّةِ فَقَالَ كَالْمُنْكِرِ عَلَيْهِمْ مَا أَقْدَمَكُمْ بِلَادِيْ فَقَالُوْا لِلْمِيْرَةِ فَقَالَ لَعَلَّكُمْ عُيُوْنٌ قَالُوْا مَعَاذَ اللّٰهِ قَالَ فَمِنْ أَيْنَ أَنْتُمْ؟ قَالُوْا مِنْ بِلَادِ كَنْعَانَ وَأَبُوْنَا يَعْقُوْبُ نَبِيُّ اللّٰهِ قَالَ وَلَهٗ

Website:MadarseWale.blogspot.com

أَوْلَادٌ غَيْرُكُمْ؟ قَالُوْا نَعَمْ كُنَّا اِثْنٰى عَشَرَ فَذَهَبَ اَصْغَرُنَا هَلَكَ فِي الْبَرِيَّةِ وَكَانَ اَحَبَّنَا وَبَقِيَ شَقِيْقُهُ فَاحْتَبَسَهُ لِيَتَسَلّٰى بِهِ عَنْهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا؛ لیکن ان کے بھائی ان کو کیوں پہچان نہ سکے، نیز بتائیں کہ برادرانِ یوسفؑ کے عزیزِ مصر کی طرف کتنے سفر ہوئے ہیں اور یہ کون سا سفر ہے؟

جواب

ترجمہ: اور یوسف کے بھائی غلّہ لینے کے لیے آئے جب ان کو یہ اطلاع پہنچی کہ عزیزِ مصر قیمتاً غلّہ دیتا ہے؛ چنانچہ جب بھائی یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یوسف نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا اور بھائی نے اَنجان بن کر ان سے معلوم کیا کہ میرے ملک میں آنے کا کیا سبب ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ غلّہ لینے کے لیے آئے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم جاسوس ہو وہ کہنے لگے اللہ کی پناہ پھر ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ بلادِ کنعان سے اور ہمارے والد یعقوب علیہ السلام اللہ کی نبی ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے معلوم کیا کہ کیا تمہارے علاوہ بھی ان کی کوئی اولاد ہے؟ جواب دیا کہ ہاں! ہم کل بارہ بھائی تھے، ہمارا چھوٹا بھائی تو جنگل میں گیا تھا، ہلاک ہوگیا وہ ہمارے والد کو ہم سب میں زیادہ پیارا تھا اور اس کا حقیقی بھائی موجود ہے اس کو ہمارے والد نے روک لیا ہے اپنے پاس؛ تاکہ اس سے تسلی حاصل کرے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

جب حضرت یوسف علیہ السلام ملکِ مصر پر مختار ہوئے خواب کے مطابق سات

Website:MadarseWale.blogspot.com

برس خوب آبادی کی اور ملک کا اناج بھرتے گئے پھر سات برس کے بعد قحط میں ایک بھاؤ میانہ باندھ کر بکوایا اپنے ملک والوں اور پردیسیوں سب کو برابر برابر؛ مگر پردیسیوں کو ایک اونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے، ہر طرف خبر پھیلی ہوئی تھی کہ مصر میں اناج سستا ہے ان کے بھائی خریدنے کی غرض سے آئے خدا کی قدرت دیکھئے کہ برادرانِ یوسفؑ کا یہ قافلہ اسی بھائی سے غلّہ لینے چلا ہے جس کو اپنے خیال میں وہ کسی مصر گھرانے کا غلام بنا چکے تھے؛ مگر اس یوسفؑ فروش قافلہ کو کیا معلوم کہ وہ کل کا غلام آج مصر کے تخت وتاج کا مالک ومختار ہے اور اس کو اسی کے سامنے عرضِ حال کرنا ہے جب دربارِ یوسفی میں پیش ہوئے تو یوسفؑ نے ان کو پہچان لیا اور وہ یوسفؑ کو نہ پہچان سکے؛ چنانچہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی خوب خاطر ومدارات کی اور مہمان نوازی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

(ج) حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کو پہچان لیا وہ ان کو کیوں نہ پہچان سکے؟

اس کی سب سے پہلی وجہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ ہے جو آپؑ سے کنویں میں کیا تھا کہ عنقریب آپ کے بھائی آپ کے پاس آئیں گے؛ لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکیں گے اور آپ ان کو پہچان لیں گے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

دوسری وجہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ اس لیے آپؑ کو پہچان نہ سکے؛ کیونکہ یہ ملاقات چالیس سال کے طویل عرصے کے بعد ہوئی ہے اور حضرت یوسفؑ نے اس لیے پہچان لیا کہ بھائی بڑے ہونے کی وجہ سے کنویں میں ڈالنے کے وقت سے لے کر ایک ہی ہیئت پر تھے ان میں زیادہ تبدیلی نہیں آئی تھی اور حضرت یوسفؑ کنویں میں ڈالتے وقت چھوٹے ہونے کی وجہ سے الگ ہیئت پر تھے اور اب ہیئت میں تبدیلی آ گئی۔

برادرانِ یوسفؑ کے عزیزِ مصر کی طرف کتنے سفر ہوئے ہیں اور یہ سفر کونسا تھا؟

برادرانِ یوسفؑ کے عزیزِ مصر کی طرف تین سفر ہوئے ہیں اور یہ پہلا سفر ہے اور اس سفر میں حضرت بنیامین شریک نہیں ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

حل امتحان نمبر ۶۳، جلالین: ۲۰۹

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ﴾ مَكَّةَ ﴿اٰمِنًا﴾ ذَا أَمْنٍ وَقَدْ أَجَابَ اللّٰهُ تَعَالٰى دُعَاءَهٗ فَجَعَلَهٗ حَرَمًا لَا يُسْفَكُ فِيْهِ دَمُ إِنْسَانٍ وَلَا يُظْلَمُ فِيْهِ أَحَدٌ وَلَا يُصَادُ صَيْدُهٗ وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ ﴿وَاجْنُبْنِيْ﴾ بَعِّدْنِيْ عَنْ أَنْ ﴿نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) بتائیں کہ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کب کی؟ (د) تفسیری فوائد لکھنے کے بعد بتائیں کہ اگر کوئی شخص حرم کے اندر کسی کو قتل کردے یا باہر سے قتل کر کے حرم میں روپوش ہوجائے تو اس کو قصاص میں حرم کے اندر قتل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ ائمہ کے اختلاف کے ساتھ مدلل تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! تو اس شہر مکہ کو امن والا بنادے اور بلاشبہ اللہ نے ان کی دعاء قبول فرمائی اور اس کو محترم بنادیا کہ وہاں نہ کسی انسان کا خون بہایا جاتا ہے اور نہ وہاں کسی پر ظلم کیا جاتا ہے اور نہ اس کے جانور کا شکار کیا جاتا ہے اور نہ اس کی ہری گھاس اُکھاڑی جاتی ہے اور تو (اے میرے پروردگار) مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم بت پرستی کریں دُور رکھ۔

(ب) مطلب:

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا ذکر ہے، آپ علیہ السلام نے پروردگار سے دعا کرتے ہوئے کہا کہ اے پروردگار! آپ اس شہر یعنی مکہ مکرمہ کو (حرم امن) یعنی امن کا شہر بنادیجیے؛ چنانچہ اللہ نے بنادیا، نیز مجھ کو اور میری اولاد کو ہمیشہ بت پرستی سے دُور

Website:MadarseWale.blogspot.com

رکھ، غالباً یہاں اولاد سے خاص صلبی اولاد مراد ہے، سو آپ کی صلبی اولاد میں یہ مرض نہیں آیا اور اگر عام ذریت مراد ہو تو کہا جائے گا کہ دعاء بعض کے حق میں قبول نہیں ہوئی باوجودیکہ آپ معصوم تھے؛ مگر دعاء کا یہ ادب ہے کہ دوسروں سے پہلے آدمی اپنے لیے دعاء کرے اس قسم کی دعائیں جو انبیاء علیہم السلام سے منقول ہوں اس میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ پیغمبروں کی عصمت بھی خود ان کی پیدا کی ہوئی نہیں؛ بلکہ حق تعالیٰ کی حفاظت وصیانت سے ہے اس لیے وہ ہمیشہ اسی کی طرف التجا کرتے رہتے ہیں جو اس کی عصمت کا ضامن و کفیل ہوا ہے۔

(ج) یہ دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کب کی؟

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعاء مکہ کی آبادی اور تعمیر کعبہ کے بعد کی ہے اور سورۂ بقرہ میں اوّل پارہ کے ختم پر جس دعاء کا ذکر ہے وہ بناءِ کعبہ کے وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معیت میں ہوئی اور یہ دعاء اس کے بہت زمانہ بعد کی گئی۔ (ترجمہ شیخ الہند)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) تفسیری فوائد:

ذَا اٰمِنٍ: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ (اٰمن) نسبت کا صیغہ ہے نہ کہ اسم فاعل کا (اٰمن) کے معنیٰ ہیں امن والا نہ کہ امن دینے والا؛ اس لیے کہ امن اسم فاعل بمعنیٰ امن دینے والا درست نہیں ہے؛ کیونکہ بلد غیر ذی روح اور غیر ذوی العقول ہے، لہٰذا اس میں امن دینے کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ امن کی نسبت بلد کی طرف مناسب ہے؛ اس لیے کہ امن دینا درحقیقت اللہ کا کام ہے۔

لفظِ عَنْ: کے اضافہ سے بتادیا کہ اَنْ نَعبد میں ان مصدریہ ہے نہ کہ تفسیریہ؛ اس لیے کہ ان تفسیریہ کے لیے ماقبل میں لفظ قول یا اس کے ہم معنیٰ ہونا ضروری ہے جو یہاں نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

اگر کوئی حرم میں قتل کردے یا باہر سے قتل کر کے آئے اس کا حکم:

اس سلسلہ میں ائمہ کا اختلاف یہ ہے کہ اگر قتل کے علاوہ جنایت کی ہو تو بالاتفاق حد جاری کی جائے گی؛ لیکن اگر قتل کیا ہو تو امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ایسے شخص کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اور امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک حرم میں قصاص نہیں لیا جا سکتا ہے؛ بلکہ اس کو باہر آنے پر مجبور کیا جائے گا۔

دلیل احنافؒ وحنابلہؒ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "ان اللّٰہ حرم مکۃ فلم تحل لأحد من قبلی ولا تحل بعدي وإنما احلت لي ساعۃ من نھار"۔

(اخرجہ البخاری: ۱۱۲، مسلم، ترمذی)

دلیل شوافعؒ و مالکؒ: "عن عمرو ابن سعید قال إن الحرم لا یعیذ عاصیا ولا فارا بعدم" ترمذی شریف (بحوالہ ائمہ اربعہ کے مذاہب اوران کے دلائل)

محل امتحان نمبر ۶۴، جلالین: ۲۲۲

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ﴾ مُفَسِّرَةٌ أَوْ مَصْدَرِيَّةٌ ﴿اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا﴾ تَاوِي إِلَيْهَا ﴿وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ﴿۶۸﴾﴾ أَيِ النَّاسُ يَبْنُوْنَ لَكِ مِنَ الْأَمَاكِنِ وَإِلَّا لَمْ تَأْوِيْ إِلَيْهَا ﴿ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ﴾ أُدْخُلِيْ ﴿سُبُلَ رَبِّكِ﴾ طُرُقَهُ فِي طَلَبِ الْمَرْعٰی ﴿ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) وحی تو انبیاء پر نازل ہوتی ہے پھر یہاں نحل پر نازل ہونے کا کیا مطلب؟ (ج) ذُلُلًا حال ہے، آپ اس کے ذوالحال کو متعین کیجیے اور تمام احتمالات کو واضح کریں (د) شہد کے چند فوائد تحریر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں وحی کے ذریعہ یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں گھر بنائے یعنی چھتے بناؤ تا کہ اس میں پناہ لے سکے (أن) مفسرہ ہے یا مصدر یہ اور درختوں پر بھی گھر بنائے اور ان ٹہنیوں میں بھی جن کو لوگ تیرے لیے ٹھکانے بناتے ہیں ورنہ تو تم اس میں پناہ نہیں لے سکتی تھی اور ہر طرح کے پھلوں کا رَس چوس اور اپنے رب کی آسان راہوں میں اپنی غذا کی جستجو کے لیے داخل ہو کر چلتی پھرتی رہ، اس کے پیٹ سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے اس میں لوگوں کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) وحی کا مطلب:

دراصل وحی سے مراد ایک تو وہی وحیٔ اصطلاحی ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، کسی اور پر وہ وحی نہیں آسکتی؛ البتہ یہاں پر جو وحی کا لفظ مذکور ہے اس سے مراد وحی کے لغوی معنیٰ ہیں کہ الہام و ہدایت مراد ہے اور یہ غیر انبیاء پر بھی کی جاسکتی ہے۔

(ج) ذُلُلًا کا ذوالحال:

اس کے ذوالحال میں دو احتمالات ہیں:

(۱) یہ کہ اس کا ذوالحال (سبل) ہو۔

(۲) یہ کہ اس کا ذوالحال (اسلکی) کی ضمیر ہو۔

پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ راستے تیرے لیے سہل کر دیے گئے ہیں ان میں کوئی دشواری نہیں رہتی خواہ وہ کتنے ہی دُور کیوں نہ ہوں اور وہاں سے واپسی میں ہرگز راستہ نہیں بھول سکتی خواہ وہ راستے کتنی ہی دُور دراز کیوں نہ ہوں اور دوسری صورت میں مطلب ہوگا کہ جس کام کے لیے تجھ کو پیدا کیا گیا ہے تو اسے بجالاتی ہے۔

(د) شہد کے چند فوائد:

اس کے بے شمار فائدے ہیں؛ لیکن ان میں سے چند یہ ہیں کہ: وہ پیٹ درد، پیٹ چلنے کی

Website:MadarseWale.blogspot.com

بیماری میں شفاء ہے، مسہل بھی ہے، اسی طرح یہ چیزوں کو خراب ہونے سے بھی روکتا ہے یعنی (الکحل) کا کام دیتا ہے اطباء اسی کو استعمال کرتے ہیں۔ (معارف القرآن)

محل امتحان نمبر ۶۵، جلالین: ۲۴۱

(الف) عبارت بااعراب: ﴿اَلْحَمْدُ﴾ هُوَ الْوَصْفُ بِالْجَمِيْلِ ثَابِتٌ ﴿لِلّٰهِ﴾ تَعَالٰى وَهَلِ الْمُرَادُ الْإِعْلَامُ بِذٰلِكَ لِلْإِيْمَانِ بِهٖ أَوِ الثَّنَاءُ بِهٖ أَوْهُمَا اِحْتِمَالَاتٌ أَفْيَدُهَا الثَّالِثُ ﴿الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهٖ﴾ مُحَمَّدٍ ﴿الْكِتٰبَ﴾ الْقُرْاٰنَ ﴿وَ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ﴾ أَيْ فِيْهِ ﴿عِوَجًا﴾ اِخْتِلَافًا وَتَنَاقُضًا وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنَ الْكِتَابِ ﴿قَيِّمًا﴾ مُسْتَقِيْمًا حَالٌ ثَانِيَةٌ مُؤَكِّدَةٌ ﴿لِيُنْذِرَ﴾ يُخَوِّفَ بِالْكِتَابِ الْكَافِرِيْنَ ﴿بَأْسًا﴾ عَذَابًا ﴿شَدِيْدًا﴾ مِنْ لَّدُنْهُ مِنْ قِبَلِ اللّٰهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب بیان کریں (ج) تفسیری فوائد لکھیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: ہر قسم کی تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، حمد صفات کمالیہ بیان کرنے کو کہتے ہیں آیا جملہ خبریہ کے استعمال سے ثبوت حمد پر ایمان کی خبر دینا مقصود ہے یا (انشاء) ثناء مقصود ہے یا دونوں مقصود ہیں یہ کل تین احتمالات ہیں ان میں تیسرا زیادہ مفید ہے، جس نے اپنے بندے محمدؐ پر کتاب قرآن نازل فرمائی اور اس میں کسی قسم کی کجی یعنی لفظی اختلاف اور معنوی تناقض نہیں رکھا اور جملہ لَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ کِتَابٌ سے حال ہے، اور حال یہ ہے کہ وہ بالکل سیدھی مستقیم ہے قیما کتاب سے حال ثانیہ ہے اور جملہ حال کی تاکید ہے تاکہ ڈرائے (اللہ) کتاب کے ذریعہ کافروں کو اپنے سخت عذاب سے جو کہ اس کی طرف سے ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ب) مطلب:

یعنی اعلیٰ تعریف اور شکر کا مستحق وہی خدا ہو سکتا ہے جس نے اپنے مخصوص و مقرب ترین بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے اعلیٰ و اکمل کتاب قرآنِ کریم نازل کی اور اس طرح زمین والوں کو سب سے بڑی نعمت سے مشرف کیا، بے شک اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں اور اسی طرح تکذیب کرنے والوں پر جو سخت آفت دنیا یا آخرت میں خداوندِ قہار کی جانب سے آنے والی ہے اس سے وہ آگاہ کرتا ہے قَیِّمًا کو بعض نے محض مستقیم کے معنیٰ میں لے کر مضمون سابق کی تاکید قرار دی ہے یعنی جتنا بھی غور کرلو ذرہ برابر بھی کجی اور فرق نہ پاؤ گے؛ لیکن فراء نے لفظ کے معنیٰ کیے ہیں ''قیما علی سائر الکتب السماویة''، یعنی تمام کتبِ سماویہ کی صحت و تصدیق پر مہر کرنے والی اور ان کی اُصولی تعلیمات کو دنیا میں قائم رکھنے والی اور ابو مسلم نے کہا ''قیما بمصالح العباد''، یعنی بندوں کی تمام مصالح کی متکفل اور ان کے معاش و معاد کو درست کرنے والی بہر حال جو بھی مراد لیے جائیں اس کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) تفسیری فوائد:

ھي الوصف بالجمیل: یہ حمد کی تعریف ہے کہ وہ زبان سے کسی کی اچھائی کو بیان کرنا ہے۔

ثابت: اسم فاعل کے صیغہ کو مقدر مانا اور (ثبت) فعل کو مقدر نہیں مانا اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ کا حمد دائمی اور ازلی ہے اور چونکہ فعل میں حدوث ہوتا ہے؛ اس لیے فعل کا صیغہ مقدر نہ مان کر اسم فاعل کا صیغہ مقدر مانا۔

و ھل المراد الاعلام: اس سوالیہ جملہ سے مفسر علام نے یہ بتایا ہے کہ جملہ خبریہ سے جو حمد کی خبر دی گئی ہے اس سے تین باتیں مراد ہو سکتی ہیں:

(۱) اس بات کی خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف ازلی ہیں اس صورت میں جملہ لفظاً اور معنیً دونوں اعتبار سے خبریہ ہوگا اور خبر دینے کے لیے (ثابت) محذوف نکال کر جملہ اسمیہ اختیار کرنے کا مقصد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندوں کے لیے ضروری ہے کہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

وہ خداوندِ قدوس کے لیے کمالات کے ازلی وابدی ہونے کا اعتقاد رکھے۔

(۲) یا مقصد انشاءِ حمد ہے اسی کو مفسر علام نے (او الثاني به) سے تعبیر کیا ہے اس صورت میں لفظاً خبریہ اور معنیً انشائیہ ہوگا۔

(۳) یا جملہ سے دونوں مقصد ہیں اس کو مفسر علام نے (او هما) سے تعبیر کیا ہے یعنی اخبارِ حمد اور انشاءِ حمد دونوں مقصود ہیں اس صورت میں جملہ کا استعمال خبر وانشاء دونوں میں ہوگا؛ مگر خبر میں حقیقتاً اور انشاء میں مجازاً ہوگا اور مقصد ثبوتِ حمد پر ایمان کی خبر دینا اور انشاءِ حمد کرنا ہوگا۔

محمد: نکال کر مفسر علام نے بتایا کہ (عبده) میں ضمیر کا مرجع آپ علیہ السلام محذوف ہیں۔ (القرآن) نکال کر بتادیا کہ (الکتاب) میں الف لام عہد کا ہے۔

فيه: اس طرف اشارہ کیا ہے کہ (له) یہ فیہ کے معنیٰ میں ہے۔

اختلافًا و تناقضا: تناقضا حذفِ مضاف کے ساتھ اِختِلَافًا کی صفت ہے اور تقدیری عبارت ہے اختلافا ذا تناقض یعنی اس قرآن میں نہ لفظاً کجی ہے اور نہ معنیً کجی ہے، یہ قرآن کجی سے مکمل پاک ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مستقيمًا: قیماً کے دو معنیٰ ہیں: (۱) درست مستقیم (۲) درست کرنے والا یعنی ایسی کتاب جو انسانوں کے دنیوی واُخروی تمام معاملات کو درست کرنے والی ہے، اس صورت میں قیما (مقوِّم) کے معنیٰ میں ہوگا، یہاں مصنف علّام نے پہلے معنیٰ مراد لیے ہیں۔

حال ثانية مؤكدة: قیما یہ الکتاب سے حال ثانی ہے، اس صورت میں یہ حال مترادفہ ہوگا۔ یا قیما له کی ضمیر سے حال ہو، اس صورت میں یہ حال متداخلہ ہوگا اور یہ حال مؤکدہ کہلائے گا؛ اس لیے کہ دوسرا حال پہلے حال کی تاکید کرتا ہے۔

يخوف بالكتاب الكافرين: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ (لینذر) متعدی بدو مفعول ہے۔

عذابًا: بأس کے معنیٰ کی تعیین ہے۔ (من قبل الله)

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ٦٦، جلالین: ۲۴۱

(الف) عبارت با اعراب: ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا﴾ خَبَرُ كَانَ وَمَا قَبْلَهٗ حَالٌ أَيْ كَانُوْا عَجَبًا دُوْنَ بَاقِي الْاٰيَاتِ أَوْ أَعْجَبَهَا لَيْسَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیر لکھیں (ج) خَبَرُ كَانَ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں اور لَيْسَ الْأَمْرُ الخ سے کس طرف اشارہ ہے (د) اصحابِ کہف اصحاف رقیم ہیں یا دیگر لوگ واضح طور پر لکھیں۔

جواب

ترجمہ: کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری آیات (قدرت) میں کچھ زیادہ عجیب تھے عجبًا کان کی خبر ہے اور اس کا ماقبل (یعنی مِنْ اٰيٰتِنَا) کانوا کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ آیات قدرت میں عجیب تھے نہ کہ باقی آیات، یا عجائبات میں زیادہ عجیب تھے، حقیقت حال ایسی نہیں ہے۔

(ب) تفسیر:

مذکورہ آیت میں اصحاب کہف کے واقعہ کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، تاکہ اجمال کے بعد تفصیل جاننے کا شوق پیدا ہو، چناں چہ فرمایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور رقیم والے ہماری قدرت کی نشانیوں میں کچھ زیادہ عجیب چیز ہے یا ہمارے اور عجائبات قدرت میں سب سے عجیب چیز ہے۔ یعنی عجائبات قدرت اور خدا کی حیرت انگیز نشانیاں تو ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں یہ بے ستون والا آسمان اور یہ عظیم کرہ ارض یہ فلک بوس پہاڑ یہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کیا کچھ کم عجائبات قدرت ہیں جو تم غار اور رقیم والوں کی داستان پوچھتے ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک اس واقعہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

سے زیادہ حیرت زدہ اور کوئی نشانیاں نہیں ہیں حالاں کہ یہ واقعہ تو واقعات قدرت میں سے ایک معمولی واقعہ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) خَبَرُ كَانَ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

خَبَرُ كَانَ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عجباجو کہ کان کی خبر ہے وہ موصوف محذوف یعنی آیۃ کی صفت ہو کر کان کی خبر ہے أی کَانُوْا آیَةً عَجَبًا. (حاشیہ جلالین)

لَيْسَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ سے کس طرف اشارہ ہے؟

اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہود جو اصحاب کہف کے واقعہ کو بہت زیادہ قابل تعجب سمجھتے ہیں یہ واقعہ اتنا قابل تعجب نہیں بلکہ اس سے زیادہ تعجب کی چیز نشانیاں الٰہیہ میں موجود ہے اَمْ حسبت میں ام انکار کے لیے ہے یعنی تم تعجب مت کرو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

(د) اصحابِ کہف اصحاف رقیم ہیں یا دوسرے لوگ؟

اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں حضرت ابن عباس سے رقیم کی تفسیر میں جو معنی منقول ہیں اس سے یہی پتہ چلتا ہے غار میں رہنے کی وجہ سے اصحاب کہف کہلاتے ہیں اور چوں کہ ان کے نام وصفت وغیرہ کی تختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی اس لیے اصحاب رقیم کہلاتے ہیں، اور بعض لوگوں نے اصحاب کہف اور اصحاف رقیم دونوں کو الگ الگ قرار دیا ہے اور اصحاب رقیم ان تین حضرات کو کہا گیا ہے جن کا واقعہ مشہور ہے اور امام بخاری نے بھی بیان کیا ہے۔

واقعہ اصحابِ کہف دوسرے سوال میں دیکھ لیا جائے متن ۲۴۳ میں۔

محل امتحان نمبر ۶۷، جلالین: ۲۴۲

(الف) عبارت بااعراب: ﴿فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ﴾ أَيْ غَيْرِهٖ ﴿اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا﴾ أَيْ قَوْلاً ذَا شَطَطٍ ﴿هٰٓؤُلَآءِ

Website:MadarseWale.blogspot.com

قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ﴾ عَلٰی عِبَادَتِهِمْ ﴿بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ﴾ بِحُجَّةٍ ظَاهِرَةٍ ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ﴾ أَيْ لَا أَحَدَ أَظْلَمُ ﴿مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ بِنِسْبَةِ الشَّرِيْكِ إِلَيْهِ تَعَالٰى.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) فَقَالُوْا رَبُّنَا اصحابِ کہف نے اس قول کو کس موقع پر کہا تھا؟ (ج) شَطَطًا کا لغوی معنی بتانے کے بعد بتائیں کہ قَوْلًا ذا شَطَطٍ سے مفسر نے کیا بتایا ہے؟ (د) فمن اظلم کا معنی لااحد اظلم کس طرح ہو گیا؟

جواب

ترجمہ: انہوں نے کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار ہے ہم اس کو چھوڑ کر کسی غیر کی ہرگز بندگی نہیں کریں گے اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کی یعنی حد سے گذری ہوئی حرکت کی یہ ہماری قوم ہے جو معبود حقیقی کو چھوڑ کر دوسرے معبود ٹھہراتے ہیں وہ ان پر یعنی ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے یعنی کوئی کھلی اور واضح دلیل، اس سے بڑا ظالم کون ہوگا یعنی اس سے بڑا کوئی نہیں جو اللہ پر بہتان باندھے اس کی طرف شریک کی نسبت کر کے، وہ اس سے بلند و برتر ہے۔

(ب) فَقَالُوْا رَبُّنَا اصحابِ کہف نے اس قول کو کس موقع پر کہا تھا؟

یہ قول اصحابِ کہف کا اس موقع کا ہے جب بادشاہ نے انہیں دربار میں بلا کر بتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) شَطَطًا کے لغوی معنیٰ:

باب (ن،ض) سے حد سے تجاوز کرنا اور حق سے دور ہونا۔

قَوْلًا ذا شَطَطٍ سے مفسر نے کیا بتایا ہے؟

اس سے مفسر علام نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ (شططًا) مضاف کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

حذف کے ساتھ مصدریت کی بنا پر منصوب ہے اور سیبویہ کے نزدیک بربناء حال منصوب ہے اور اس کا موصوف (قولًا) محذوف ہے۔ (حاشیہ جلالین)

(د) فمن اظلم کا معنیٰ لا احد اظلم کس طرح ہو گیا؟

یہاں پر چونکہ استفہام نفی کے لیے ہے؛ اس لیے (فمن اظلم) کا ترجمہ (لا أحد اظلم) ہوا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۶۸، جلالین: ۲۴۲

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ تَحۡسَبُهُمۡ﴾ لَوۡ رَأَيۡتَهُمۡ ﴿أَيۡقَاظًا﴾ لِأَنَّ أَعۡيُنَهُمۡ مَفۡتُوۡحَةٌ ﴿وَّ هُمۡ رُقُوۡدٌ ۖ وَّ نُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَ كَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ﴾ وَكَانُوۡا إِذَا انۡقَلَبُوۡا اِنۡقَلَبَ وَهُوَ مِثۡلُهُمۡ فِي النَّوۡمِ وَالۡيَقۡظَةِ ﴿لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّ لَمُلِئۡتَ﴾ بِالتَّخۡفِيۡفِ وَالتَّشۡدِيۡدِ ﴿مِنۡهُمۡ رُعۡبًا ۝١٨﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) آیت کی تشریح کریں (ج) اصحابِ کہف کا مختصراً قصہ لکھیں (د) ایقاظ، رقود اور وصید کی لغوی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: اور اگر آپ ان کو دیکھیں تو بیدار محسوس کریں؛ اس لیے کہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں بائیں کروٹ بدلتے رہتے ہیں، اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے، اور جب اصحابِ کہف کروٹ لیتے ہیں تو وہ بھی کروٹ لیتا ہے، یعنی نیند اور بیداری میں وہ کتا بھی انہیں کی طرح ہے اور اگر آپ ان کو جھانک کر دیکھیں تو وہاں سے اُلٹے پاؤں بھاگ کھڑے ہوں اور آپ کے اوپر دہشت غالب ہو جائے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ب) تشریح:

کہتے ہیں کہ سونے میں اصحابِ کہف کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر ان کے بدنوں پر ظاہر نہیں ہوا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ یا کوئی بھی شخص ان کو دیکھتا تو بیدار محسوس کرتا؛ حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں شانِ ہیبت اور ان کے مکان میں دہشت رکھی؛ تا کہ لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں، ان کے ساتھ ایک کتا بھی لگ گیا تھا تو اس پر بھی صحبت کا کچھ اثر پہنچا اور صدیوں تک زندہ رہ گیا، اگرچہ کتا رکھنا بُرا ہے؛ لیکن لاکھ بروں میں ایک بھلا بھی ہے اور لیتے ہیں وہ درمیان نیند ہر چھ ماہ میں کروٹ؛ تا کہ ان کے بدن کو مٹی نہ کھالے، اسی طرح بدلتا ہے کروٹ ان کا کتا بھی اور وہ دہلیز پر ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔

(ج) اصحابِ کہف کا واقعہ:

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ان کا قصہ متن ۲۴۳ پر آرہا ہے۔

(ج) ایقاظ، رقود اور وصید کی لغوی تحقیق:

ایقاظ : واحد یَقِظٌ باب (س) فَعِلٌ کے وزن پر صفتِ مشبہ ہے اور اس کا مصدر یَقْظٌ ہے معنیٰ جاگنے والے۔

رقود : واحد رَاقِدٌ باب (ن) سے اسم فاعل ہے، اس کا مصدر رَقْدٌ رُقَادٌ ہے معنیٰ سونے والے۔

الوصید : جمع وُصُدٌ معنیٰ چوکھٹ، دہلیز۔

محل امتحان نمبر ۶۹، جلالین: ۲۴۳

(الف) عبارت مع اعراب: ﴿سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ﴾ أَيْ بَعْضُهُمْ ﴿خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾ وَالْقَوْلَانِ لِنَصَارٰى نَجْرَانَ

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ﴾ أَيِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ﴾ الْجُمْلَةُ مِنْ مُبْتَدَإٍ وَخَبَرٍ صِفَةُ سَبْعَةٍ بِزِيَادَةِ الْوَاوِ وَقِيلَ تَاكِيدٌ أَوْ دَلَالَةٌ عَلَى لُصُوقِ الصِّفَةِ بِالْمَوْصُوفِ. وَوَصْفُ الْأَوَّلِيْنَ بِالرَّجْمِ دُوْنَ الثَّالِثِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ مَرْضِيٌّ وَصَحِيحٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) سَيَقُوْلُوْنَ کی ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہوئے تشریح کریں (ج) الجملة من مبتدإ الخ کی وضاحت کریں (د) مختصراً اصحابِ کہف کے واقعہ پر روشنی ڈالیں، نیز بتلائیں کہ اصحابِ کہف کس دین پر تھے؟

جواب

ترجمہ: عنقریب لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے کہ وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا اور یہ دونوں قول نجران کے نصاریٰ کے ہیں اور یہ لوگ بلا تحقیق اٹکل سے ہانک رہے ہیں، اور مومنین کہیں گے سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا جملہ مبتداء اور خبر سے مل کر واوَ کی زیادتی کے ساتھ سَبْعَةٌ کی (بلالحاظ تاکید) صفت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ واوَ زائدہ ہے تاکیدی معنیٰ کے ساتھ، صفت کے موصوف کے ساتھ لاحق ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اوّل دونوں قولوں کا رجم بالغیب کے ساتھ متصف ہونا نہ کہ تیسرے کا، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تیسرا قول ہی پسندیدہ اور صحیح ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تشریح مع تعیین مراجع:

اصحابِ کہف کا واقعہ بہت پہلے پیش آیا یہ یہود کے ان تین سوالوں میں سے ایک ہے جو انہوں نے کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روح، اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں خبر دیجیے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب وحی کے ذریعہ دیا، سَيَقُوْلُوْنَ کے مراجع میں اختلاف ہے، بعض کا کہنا ہے کہ یہ عدد کا قول اصحابِ کہف کے بیدار ہونے کے زمانے کا ہے اس وقت سَيَقُوْلُوْنَ کے مراجع میں اس زمانے کے لوگ

Website:MadarseWale.blogspot.com

آئیں گے؛ لیکن بعض کا کہنا ہے کہ یہ اختلاف نصرانیوں کی ان تین جماعتوں کا ہے جنہوں نے آپ سے اس سلسلہ میں مناظرہ کیا تھا ان میں سے ایک کا نام ملکانیہ دوسرے کا یعقوبیہ اور تیسرے کا نسطوریہ تھا، اس صورت میں سَيَقُوْلُوْنَ کے مراجع میں نصرانیوں کی جماعت آئے گی اور مفسر علام نے اسی کو ترجیح دی ہے اور مفسر نے آخری قول کو مسلمانوں کا قول بتایا ہے یعنی آخری قول سچ اور درست ہے اور اس کی دلیل یہ بھی دیتے ہیں کہ اللہ نے اوّل الذکر دونوں قول کو رد کیا ہے؛ لیکن تیسرے قول کو رد نہیں کیا۔

(ج) الجملة من مبتدإ کی وضاحت:

اس کی وضاحت یہ ہے کہ ثامنهم كلبهم جملہ مبتداء اور خبر سے مل کر واؤ کی زیادتی کے ساتھ سبعة کی صفت ہے، اس صورت میں یہ جملہ تاکید نہیں ہوگا، اور بعض لوگوں نے دوسری تفسیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ واؤ زائد ہے اس صورت میں یہ جملہ تاکید ہوگا اور تاکیدٌ اور دلالةٌ میں او بمعنیٰ مع ہے، یعنی تاکیدی معنیٰ کے ساتھ یہ جملہ صفت کے موصوف کے ساتھ لاحق ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

وصف الاولين بالرجم الخ: سے مفسر علام یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ثلثة رابعهم الخ اور خَمْسَةٌ سادسهم الخ یہ دونوں قول مرجوح ہیں، رجماً بالغيب کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے اور تیسرا قول سبعة وثامنهم والا قول راجح ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) واقعۂ اصحابِ کہف:

کہتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے ظالم و جابر بادشاہ دقیانوس کے عہد میں تھے، بادشاہ سخت بت پرست تھا اور جبر و اکراہ سے بُت پرستی کی اشاعت کرتا تھا، عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیوی منافع کی طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی کرنے لگے، اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا، کہاں کی عقلمندی ہے ایسا کرنا ٹھیک نہیں؛

Website:MadarseWale.blogspot.com

چنانچہ بادشاہ کے روبرو انہوں نے لَنْ نَّدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا کا نعرۂ مستانہ لگایا اور ایمانی جرأت و استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیا، بادشاہ کو ان کی نوجوانی پر رحم آیا اور فوراً قتل نہ کر کے چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور و نظر ثانی کر لیں، انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جبکہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا خطرہ ہو مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں؛ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی خصوصی رحمت نازل فرما کر ان کو آرام کی نیند سلا دیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اصحابِ کہف کس دین پر تھے؟

اس سلسلہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ نصرانی یعنی اصل دین مسیحی کے پیروکار تھے؛ لیکن ابن کثیر نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحابِ کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے واللہ اعلم (حاشیہ ترجمہ شیخ الہند)

محل امتحان نمبر ۷۰، جلالین: ۲۴۵

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَاضْرِبْ﴾ اِجْعَلْ ﴿لَهُمْ﴾ لِلْكُفَّارِ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ﴾ بَدَلٌ وَهُوَ وَمَا بَعْدَهٗ تَفْسِيْرٌ لِلْمَثَلِ ﴿جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا﴾ اَلْكَافِرِ ﴿جَنَّتَيْنِ﴾ بُسْتَانَيْنِ ﴿مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا﴾ اَحْدَقْنَاهُمَا ﴿بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا﴾ يُقْتَاتُ بِهٖ ﴿كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ﴾ كِلْتَا مُفْرَدٌ بَدَلٌ عَلَى التَّثْنِيَةِ ﴿اٰتَتْ اُكُلَهَا﴾ ثَمَرَهَا ﴿وَلَمْ تَظْلِمْ﴾ تَنْقُصْ ﴿مِّنْهُ شَيْـًٔا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا﴾ يَجْرِيْ بَيْنَهُمَا ﴿وَّكَانَ لَهٗ﴾ مَعَ الْجَنَّتَيْنِ ﴿ثَمَرٌ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) فوائدِ تفسیریہ کے مطابق مطلب اور آیات کا شان نزول لکھیں (ج) اور آیت کے اخری میں لفظ ثمر کا مصداق متعین کریں، نیز کلمات سے نہر تک ایک نحوی ترکیب کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور حال بیان کیجیے ان کافروں اور مومنوں کے لیے ان دو مخصوص کا رجلین مثلا سے بدل ہے، رجلین اور اس کا مابعد مثلا کی تفسیر ہے، ان دو میں سے ایک کو جو کافر تھا انگور کے دو باغ دیے تھے، اور ہم دونوں باغوں کا کھجوروں کے درختوں کے ذریعہ احاطہ کر دیا تھا، اور ان کے بیچ بیچ میں کھیتی بھی اگائی تھی جس کے ذریعہ غذا حاصل کی جاتی تھی، دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے، اس میں بالکل کمی نہیں کرتے تھے، کلتا لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے (مگر معنی کے اعتبار سے) تثنیہ پر دلالت کرتا ہے، اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہریں جاری کر رکھی تھیں اور اس شخص کے لیے دو باغوں کے علاوہ اور بھی اموال تھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیری فوائد اور اس کا مطلب:

ضرب کا استعمال جب مثل کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے دو مفعول ہوتے ہیں، یہاں ایک مفعول مثلاً ہے، اور دوسرا رجلین دونوں مفعول در حقیقت ایک ہی ہیں، اور رجلین حذف مضاف کے ساتھ مثلاً سے بدل بھی ہوسکتا ہے، أي مثلامَثَلُ الرَّجُلَيْنِ

قولہ مِنْ أَعْنَابٍ میں مِنْ بیانیہ ہے، مَافِي الْجَنَّتَيْنِ مبین ہے مِنْ أَعْنَابٍ بیان ہے

قولہ حَفَفْنَا حَفَّ سے ماضی جمع متکلم (ن) حَفًّا گھیرنا، كِلْتَا چونکہ لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے، اسی کا اعتبار کرتے ہوئے اٰتَتْ کو مفرد لائے ہیں، اور خِلٰلَهُمَا خبر ہے معنیٰ کے اعتبار سے تثنیہ لائی گئی ہے، كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ مرکب ہوکر مبتدا ہے اور جملہ اٰتَتْ خبر ہے۔

مطلب:

مذکورہ آیات میں جن دو شخصوں کا واقعہ بیان فرمایا گیا مفسرین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ دونوں شخص فرضی ہیں اور بطور تمثیل ان کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، یا حقیقی اور واقعی ہیں، جو حضرات حقیقی ہونے کے قائل ہیں ان کے درمیان ان کی تعین میں اختلاف

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے دو بھائی تھے اور بعض کا قول ہے کہ وہ دونوں مکہ کے مخزومی قبیلہ کے دو بھائی تھے ان میں سے ایک کا نام عبد اللہ بن عبد الاسود تھا اور وہ مومن تھا اور دوسرا اسود ابن عبد الاسود تھا یہ کافر تھا۔ اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ وہی شخص ہیں کہ جن کا ذکر سورۃ الصافات میں اللہ تعالیٰ کے قول قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ میں ہے، مذکورہ دونوں بھائیوں کے واقعہ کو ذکر کرنے کا مقصد دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی پائیداری کو بیان کرنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو شخصوں کا جن کے درمیان دوستی یا قرابت کا تعلق تھا، بیان کیجیے عطاء خراسانی کے بیان کے مطابق ان کا قصہ اس طرح تھا، دودھ شریک یا دو بھائی تھے ان میں سے ایک مومن اور دوسرا کافر تھا، ان دونوں کے درمیان آٹھ ہزار دینار مشترکہ تھے بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان کے والد کے ترکہ سے آٹھ ہزار دینار ان کے حصہ میں آئے تھے، چار چار ہزار دونوں نے تقسیم کر لیے تھے، ان میں سے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار کی زمین خریدی جب مومن بھائی کو اس کا علم ہوا، تو اس نے کہا یا اللہ میرے بھائی نے ہزار دینار کی زمین خریدی ہے اور میں تجھ سے ہزار دینار کے بدلے میں جنت میں زمین خریدتا ہوں اور یہ کہہ کر ایک ہزار دینار راہ خدا میں صرف کر دیئے، پھر کافر بھائی نے شادی کی اور اس پر اس نے ہزار دینار خرچ کئے جب اس مومن بھائی کو معلوم ہوا تو اس نے کہا یا اللہ میرے بھائی نے ہزار دینار صرف کر کے ایک عورت سے شادی کی ہے، میں بھی ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں حور سے شادی کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے ایک ہزار دینار راہ خدا میں خرچ کر دیا پھر اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار کے عوض کچھ غلام اور گھریلو سامان خریدا جب اس مومن بھائی کو معلوم ہوا تو اس نے کہا یا اللہ میں بھی تجھ سے جنت میں خدام اور سامان راحت خریدتا ہوں یہ کہہ کر اس نے ایک ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ کر دیئے۔ اور اس کے پاس کچھ باقی نہیں رہا اور وہ شدید حاجت مند ہو گیا، اس نے سوچا اگر میں اپنے بھائی کے پاس جاؤں اور اس کے پاس اپنی حاجت کا سوال کروں تو وہ ضرور میری مدد کرے گا،

Website:MadarseWale.blogspot.com

چناں چہ وہ ایک روز اس راستہ پر جا کر بیٹھ گیا جہاں سے اس کے بھائی کی آمد و رفت تھی جب اس کا بھائی بڑی شان و شوکت کے ساتھ وہاں سے گذرا تو اپنے اس غریب مومن بھائی کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا فلاں؟ اس نے کہا ہاں، اس نے حالت دیکھ کر کہا تیرا یہ کیا حال ہے؟ تو مؤمن بھائی نے جواب دیا مجھے حاجت شدیدہ پیش آ گئی ہے مدد کے لیے تیرے پاس آیا ہوں، کافر بھائی نے معلوم کیا تیرے اس مال کا کیا ہوا جو تیرے حصہ میں آیا تھا؟ تو اس مومن بھائی نے پوری صورت حال بیان کی تو اس کافر بھائی نے کہا میں کچھ نہ دوں گا تو تو بڑا سخی ہے پھر کافر بھائی نے مومن بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باغوں میں گھمایا تو ان کے بارے میں آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

(ج) آیت کے آخری لفظ ثمر کا مصداق:

ثمر سے باغات کے علاوہ دیگر اموال مراد ہیں خواہ وہ نقود کی شکل میں ہوں یا مویشیوں کی شکل میں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ سے نَهَرًا تک کی ترکیب:

''كِلْتَا'' مضاف ''الْجَنَّتَيْنِ'' مضاف الیہ دونوں مل کر مبتدا ''اٰتَتْ'' فعل ضمیر مستتر فاعل ''اُكُلَ'' مضاف ''هَا'' ضمیر مضاف الیہ دونوں مل کر مفعول بہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔

''و'' حرفِ عطف ''لَمْ تَظْلِمْ'' فعل ضمیر مستتر فاعل ''منه'' جار مجرور دونوں مل کر متعلق ہے، ''لَمْ تَظْلِمْ'' فعل کے ساتھ ''شَيْئًا'' مفعول بہ فعل فاعل متعلق اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف اوّل ''و'' حرفِ عاطفہ ''فَجَّرْنَا'' فعل ''نَا'' ضمیر فاعل ''خِلَالَ'' مضاف ''هُمَا'' ضمیر مضاف الیہ، مضاف اور مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ ''نهرا'' مفعول بہ فعل فاعل اپنے مفعول فیہ اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ثانی، معطوف علیہ اپنے دونوں معطوف سے مل کر مبتدا کی خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۱۷، جلالین : ۲۴۷

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ صِفَةٌ لِمَحْذُوْفٍ أَيْ مَثَلًا مِنْ جِنْسِ كُلِّ مَثَلٍ لِيَتَّعِظُوْا ﴿وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ خُصُوْمَةً فِي الْبَاطِلِ وَهُوَ تَمْيِيْزٌ مَنْقُوْلٌ مِنْ اِسْمِ كَانَ. الْمَعْنٰى كَانَ جَدَلُ الْإِنْسَانِ أَكْثَرَ شَيْءٍ فِيْهِ ﴿وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ وَ هِيَ الْإِهْلَاكُ الْمُقَدَّرُ عَلَيْهِمْ ﴿اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قِبَلًا﴾ مُقَابَلَةً وَعِيَانًا وَهُوَ الْقَتْلُ يَوْمَ بَدْرٍ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِضَمَّتَيْنِ جَمْعُ قَبِيْلٍ أَيْ أَنْوَاعًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) وضاحت کے ساتھ مطلب لکھیں (ج) الانسان، الناس اور الھدیٰ کا مصداق متعین کریں۔

جواب

ترجمہ: اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضامین مختلف انداز سے بیان کیے ہیں من کل مثل موصوف محذوف مثلاً کی صفت ہے یعنی ہر قسم کی مثالیں تاکہ نصیحت حاصل کریں، اور انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے یعنی خصومت میں باطل طریقہ اختیار کرتا ہے جدلاً کان کے اسم سے منقول ہو کر تمیز ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَكَانَ جدل الإنسان أكثر شيء فيه. اور لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے پروردگار سے معافی طلب کرنے سے ان کے پاس ہدایت پہنچنے کے بعد صرف اس انتظار نے روکا کہ ان کو بھی پہلی اُمتوں جیسا معاملہ پیش آ جائے یا یہ کہ عذاب ان کے روبرو آ کھڑا ہو اور وہ ہلاکت ہے جو ان کے حق میں مقدر ہو چکی ہے قِبلاً بمعنی روبرو نظروں کے سامنے اور وہ عذاب یومِ بدر میں قتل کی شکل میں پیش آیا اور ایک قرأت میں قُبُلاً قاف اور باء کے ضمہ کے ساتھ ہے جو کہ قبیل کی جمع ہے، انواع کے معنی میں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

مذکورہ آیت میں تین باتوں کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے:

(۱) انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے۔

(۲) کفار کی حق سے بے زاری اور دینی دشمنی کی وجہ سے ان سے حق بات سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی گئی ہے، لہٰذا ان کے ایمان لانے کی اُمید نہ رکھی جائے۔

(۳) اللہ تعالیٰ انسانوں کی حرکتوں پر فوراً گرفت نہیں کرتے؛ بلکہ ڈھیل دیتے رہتے ہیں تا آنکہ انسان راہِ راست پر آجائے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں مختلف مضامین مختلف طریقے سے اور دلائل وشواہد کو مختلف پیرائیہ بیان سے انسان کو سمجھایا ہے؛ لیکن انسان اپنی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے ماننے کو تیار نہیں اور وہ مسلسل نافرمانی کرتا رہتا ہے اور ہدایت ورہنمائی پہنچنے کے بعد بھی یہ جو سرکشی اور نافرمانی کر رہے ہیں اور ایمان نہیں لا رہے ہیں اور توبہ نہیں کرتے ان کے پاس ان کی کوئی معقول عذر نہیں ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اب ان کو عام تباہی کا انتظار ہے، گزشتہ قوموں کی طرح یا دنیا میں عذاب کا انتظار ہے، گزشتہ قوموں کی طرح کہ وہ اس کو دیکھ لیں اور سمجھیں۔

(ج) الانسان، الناس اور الھدیٰ کا مصداق:

انسان سے کافر انسان مراد ہے، الناس سے کفارِ مکہ، اور الھدیٰ سے قرآنِ کریم مراد ہے۔

محل امتحان نمبر ۲۷، جلالین: ۲۴۷

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ سُجُوْدَ اِنْحِنَاءٍ لَا وَضْعَ جَبْهَةٍ تَحِيَّةً لَهُ ﴿فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾ قِيْلَ هُمْ نَوْعٌ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فَالْاِسْتِثْنَاءُ مُتَّصِلٌ وَقِيْلَ هُوَ مُنْقَطِعٌ وَ إِبْلِيْسُ أَبُو الْجِنِّ

Website:MadarseWale.blogspot.com

وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ذُكِرَتْ مَعَهُ بَعْدُ وَالْمَلٰئِكَةُ لَا ذُرِّيَّةَ لَهُمْ ﴿فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) فوائدِ تفسیریہ کی وضاحت کریں (د) غیر اللہ کا سجدہ ناجائز ہے تو پھر ابلیس کو سجدہ نہ کرنے پر ملعون کیوں قرار دیا گیا اور سجدۂ تعظیمی کا کیا حکم ہے؟ نیز بتائیں کہ اِذْ قُلْنَا میں اِذْ کون سا ہے؟

جواب

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو یعنی آدم کی تعظیم کے لیے تم اس کے سامنے جھکو نہ یہ کہ زمین پر پیشانی رکھو؛ چنانچہ ابلیس کے علاوہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا؛ کیونکہ (ابلیس) جنات میں سے تھا کہا گیا ہے کہ جنات ملائکہ کی اقسام میں سے ایک قسم ہیں تو اس صورت میں مستثنیٰ متصل ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِلَّا اِبْلِیْسَ مستثنیٰ منقطع ہے اور ابلیس جنات کا جدِ اعلیٰ ہے اس کی ذرّیت بھی ہے جس کا ذکر بعد والی آیت میں آرہا ہے اور ملائکہ کی ذرّیت نہیں ہوتی، اسی سبب سے (یعنی جنی ہونے کی سبب سے) اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

ابلیس اپنی عبادت وبندگی کی بنیاد پر فرشتوں کی صف میں تو جا کھڑا ہوا تھا؛ لیکن اس کی اصل طبیعت نہیں گئی؛ چنانچہ جب اللہ رب العزت نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تو اس کی اصل طبیعت رنگ لائی کہ تکبر کر کے اللہ کی فرماں برداری سے بھاگ نکلا، آدم کے سامنے سر جھکانے میں کسرِ شان سمجھا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

(ج) فوائدِ تفسیرہ کی وضاحت:

سجود انحناء: اس اشکال کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا تو کفر ہے، پھر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم کیسے دیا گیا؟

جواب: یہ ہے کہ سجدۂ عبادت کفر ہے نہ کہ سجدۂ تعظیمی اور یہاں پر سجدۂ تعظیمی مراد ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

قيل هم نوع من الملئكة: كان من الجنّ کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں کہ جن ملائکہ کی قسموں میں سے ایک قسم ہے؛ لیکن ملائکہ کی طرح معصوم نہیں؛ بلکہ خطاء کار ہیں، اس صورت میں مستثنیٰ متصل ہوگا اور کان من الجنّ صار من الجنّ کے معنیٰ میں ہوگا۔

قيل منقطع: اس سے دوسری تفسیر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ جن کا جداعلیٰ ہے نہ کہ ملائکہ کی ایک قسم اس صورت میں یہ مستثنیٰ منقطع ہوگا۔

وله ذرية: اس عبارت سے بھی یہی بتانا چاہتے ہیں کہ یہ فرشتوں میں سے نہیں تھا؛ کیونکہ اسکی ذرّیت ہے جیسا کہ آگے والی آیت میں مذکور ہے اور فرشتے ذرّیت سے پاک ہیں۔

(د) جب غیر اللہ کا سجدہ ناجائز ہے تو پھر ابلیس کو ملعون کیوں قرار دیا گیا؟

غیر اللہ کو سجدہ کرنا اس وقت ناجائز ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہ دیا ہو، اور یہاں پر اللہ نے خود اس کا حکم دیا ہے تو کفر تو حکم کی مخالفت کرنے میں ہے نہ کہ حکم کو بجالانے میں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سجدۂ تعظیمی کا کیا حکم ہے؟

سجدۂ تعظیمی پہلی شریعتوں میں جائز تھا؛ لیکن شریعتِ محمدی میں اس کی ممانعت ہے۔

إِذْ قُلْنَا میں إِذْ کون سا ہے؟

إِذْ قُلْنَا میں إِذْ ظرف ہے، ذٰلِكَ مقدر کا اور مطلب ہے: اذكر يا محمد لقومك وقت قولنا للملئكة الخ.

محل امتحان نمبر ۷۳، جلالین: ۲۵۱

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ﴾ أَيِ الْيَهُوْدُ ﴿عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ﴾ إِسْمُهٗ إِسْكَنْدَرُ وَلَمْ يَكُنْ نَبِيًّا ﴿قُلْ سَاَتْلُوْا﴾ سَأَقُصُّ ﴿عَلَيْكُمْ مِّنْهُ﴾ مِنْ حَالِهٖ ﴿ذِكْرًا﴾ خَبَرًا. ﴿اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ﴾ بِتَسْهِيْلِ السَّيْرِ فِيْهَا ﴿وَ

Website:MadarseWale.blogspot.com

﴿آتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ ﴿سَبَبًا﴾ طَرِيْقًا يُوْصِلُ إِلٰى مُرَادِهٖ ﴿فَأَتْبَعَ سَبَبًا﴾ سَلَكَ طَرِيْقًا نَحْوَ الْمَغْرِبِ ﴿حَتّٰى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ﴾ مَوْضِعَ غُرُوْبِهَا ﴿وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ﴾ ذَاتِ حَمْأَةٍ وَهِيَ الطِّيْنُ الْأَسْوَدُ وَغُرُوْبُهَا فِي الْعَيْنِ فِيْ رَأْيِ الْعَيْنِ وَإِلَّا فَهِيَ أَعْظَمُ مِنَ الدُّنْيَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) وغروبها في العين سے مفسر علام کیا کہنا چاہتے ہیں؟ (ج) ذوالقرنین کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بتائیں کہ کیا وہ نبی تھے، یا رسول تھے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: یہود آپ سے ذوالقرنین کا واقعہ دریافت کرتے ہیں اس کا نام اسکندر ہے اور وہ نبی نہیں تھا، آپ کہہ دیجیے میں تم کو اس کا کچھ حال سناتا ہوں کہ زمین میں سفر آسان کر کے ہم نے اس کو زمین میں قدرت عطا فرمائی تھی اور ہم نے اس کو ہر قسم کے وسائل جن کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے بخشے تھے ایسے وسائل کہ جن کے ذریعہ اس کو اپنے مقصد تک رسائی حاصل ہو سکے؛ چنانچہ وہ مغرب کی جانب ایک راستہ پر ہو لیا یہاں تک کہ وہ انتہائے مغرب کو پہنچ گیا تو اس کو آفتاب ایک گدلے چشمہ میں ڈوبتا ہوا نظر آیا کالی مٹی والے چشمہ میں (حَمْأَةٌ کالی مٹی) اور آفتاب کا چشمہ میں غروب ہونا یہ دیکھنے والے کی نظر میں محسوس ہوتا تھا؛ ورنہ آفتاب تو دنیا سے بہت بڑا ہے۔

(ب) وغروبها في العين سے مفسر علام کیا کہنا چاہتے ہیں؟

مفسر علام نے اِس عبارت سے ایک اشکال کا جواب دیا ہے۔

اشکال: سورج تو چوتھے آسمان پر ہے اور اس کی مقدار کرۂ ارض کے بقدر ہے؛ بلکہ اس سے بھی ایک سو ساٹھ گنا بڑا ہے تو پھر وہ کیسے زمین پر موجود چشمہ میں سما گیا کہ اس میں غروب ہو رہا تھا؟

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب: مفسر علام نے اس اشکال کو بایں طور دفع کیا کہ یہ کیفیت دیکھنے والے کے اعتبار سے بیان ہوا ہے نہ کہ حقیقت کے اعتبار سے جس طرح کہ سمندر کا مسافر سورج کو سمندر ہی میں غروب ہوتا اور طلوع ہوتا محسوس کرتا ہے۔ (صاوی: ج ۴)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ذوالقرنین:

ذوالقرنین اسکا اصلی نام تھا قرآن کا دیا ہوا نام یا لقب نہیں ہے؛ کیونکہ یہود نے اسی نام سے سوال کیا تھا جو کہ قرآن کی آیت کے نزول سے قبل ہے، اس نام کے کئی بادشاہ ہو چکے ہیں؛ لیکن شہرت کے اُفق پر صرف دو ہی اُبھرے ہیں، ان میں سے ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر ہے جو نمرود کے بعد ہوا ہے یہ بادشاہ موحد تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان بھی لایا تھا اور تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حج بھی کیا تھا یہ بادشاہ (۲۰۰۰) قبل المسیح گزرا ہے اور اصح قول کے مطابق یہ فارسی تھا یونانی زبان میں اس کو ''سائرس'' عربی زبان میں ''کیخسرو'' اور فارسی زبان میں اس کو ''گورش'' کہتے ہیں یہ خداترس اور عادل تھا اور قرآن میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے وہ یہی ہے۔

دوسرا بادشاہ جو مشہور ہے وہ مشرک تھا بعض نے اس کا نام اسکندر بھی بتایا ہے ارسطو اسی کا استاد تھا، دارا کو اسی نے شکست دی تھی، بعض نے اسی کو قرآن کا مصداق قرار دیا ہے جو سراسر غلط ہے۔

قرآنی ذوالقرنین نے بہت طویل عمر پائی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت دانیال علیہ السلام کے زمانے تک، اسی نے بنی اسرائیل کو بخت نصر کے چنگل سے چھڑایا تھا اور بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر کروایا تھا غالباً اسی وجہ سے یہود نے سوال کے لیے انہی کو منتخب کیا؛ کیونکہ یہ نجات دہندہ تھے۔

وہ نبی تھا یا نہیں اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے؛ لیکن اس پر تمام حضرات کا اتفاق ہے کہ وہ ایک خداترس نیک صالح بزرگ تھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۷۴، جلالین: ۲۵۲

(الف) عبارت بااعراب: ﴿اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ﴾ أي مَلَائِكَتِي وَعِيْسٰى وَعُزَيْرًا ﴿مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَاۗءَ﴾ أَرْبَابًا مَفْعُوْلٌ ثَانٍ لِيَتَّخِذُوْا وَالْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ لِحَسِبَ مَحْذُوْفٌ اَلْمَعْنٰى أَظَنُّوْا أَنَّ الْاِتِّخَاذَ الْمَذْكُوْرَ لَا يُغْضِبُنِيْ وَلَا أُعَاقِبُهُمْ عَلَيْهِ كَلَّا ﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ هٰؤُلَاءِ وَغَيْرِهِمْ ﴿نُزُلًا﴾ أَيْ هِيَ مُعَدَّةٌ لَهُمْ كَالْمُنْزَلِ الْمُعَدِّ لِلضَّيْفِ ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا﴾ تَمْيِيْزٌ طَابَقَ الْمُمَيَّزَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کیجیے (ب) اَفَحَسِبَ میں ہمزہ اور فاء کس غرض کے لیے ہیں؟ واضح کیجیے (ج) حَسِبَ کے دونوں مفعولوں اور اس کا فاعل متعین کیجیے (د) تمیز واحد ہوتی ہے مگر یہاں اعمالا جمع کیوں لائی گئی؟ وضاحت کیجیے۔

جواب

ترجمہ: تو کیا یہ کافر یہ خیال کیے بیٹھے ہیں کہ وہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو یعنی میرے فرشتوں اور عیسی اور عزیر علیہ السلام کو کارساز یعنی رب بنالیں گے۔ اولیا یتخذوا کا مفعول ثانی ہے، حَسِبَ کا مفعول ثانی محذوف ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کیا یہ کافر اتخاذ مذکور کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ یہ بات مجھے غضبناک نہیں کرے گی؟ اور یہ کہ میں اس بات پر ان کو سزا نہ دوں گا؟ ہرگز ایسا نہ ہوگا، ہم نے تو ان کافروں کی ضیافت کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے، جس طرح دنیا میں مہمانوں کے لیے مہمان خانے تیار کیے جاتے ہیں آپ ان سے دریافت کیجیے کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل نقصان میں ہیں اَعْمَالًا تمیز ہے ممیز کے مطابق ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com
Website:MadarseWale.blogspot.com

(ب) اَفَحَسِبَ میں ہمزہ اور فاء لانے کی غرض:

اَفَحَسِبَ میں ہمزہ فعل محذوف کے بدلے میں داخل ہے اور فاء عاطفہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ کَفَرُوْا فَحَسِبُوْا اور یہ استفہام توبیخی ہے۔

(ج) حَسِبَ کے دونوں مفعول اور اس کا فاعل:

حَسِبَ کا فاعل کفار ہے۔

مذکورہ جملہ یَتَّخِذُوْا یہ حَسِبَ کا مفعول بہ قائم مقام دو مفعولوں کے ہیں اور لفظ عِبَادِیْ. یَتَّخِذُوْا فعل کا مفعول اول ہے، اور اَوْلِیَآءَ مفعول ثانی ہے، گویا کہ حَسِبَ کا مفعول اول عِبَادِیْ اور مفعول ثانی اَوْلِیَآءَ ہے۔

(د) اعمالاً جمع لانے کی وجہ:

اَعْمَالًا یہ اَخْسَرِیْنَ سے تمیز واقع ہوا ہے قاعدہ کے مطابق تمیز واحد ہوتی ہے یہاں جمع لانے کی وجہ یہ ہے ایک یا تو مشاکلت کے طور پر ہے دوسرے یا انوع اعمال کا خیال کرتے ہوئے اعمال کو جمع لایا گیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۷۵، جلالین: ۲۵۵

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ هُزِّیْ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ﴾ كَانَتْ يَابِسَةً الْبَاءُ زَائِدَةٌ ﴿تَسّٰقَطْ﴾ اَصْلُهُ بِتَائَيْنِ قُلِبَتِ الثَّانِيَةُ سِيْنًا وَ اُدْغِمَتْ فِي السِّيْنِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِتَرْكِهَا ﴿عَلَيْكِ رُطَبًا﴾ تَمِيْزٌ ﴿جَنِيًّا﴾ صِفَتُهُ ﴿فَكُلِيْ﴾ مِنَ الرُّطَبِ ﴿وَ اشْرَبِيْ﴾ مِنَ السَّرِيِّ ﴿وَ قَرِّيْ عَيْنًا﴾ بِالْوَلَدِ تَمِيْزٌ مُحَوَّلٌ مِنَ الْفَاعِلِ أَيْ لِتَقَرَّ عَيْنُكِ بِهٖ ﴿فَاِمَّا تَرَيِنَّ﴾ حُذِفَتْ مِنْهُ لَامُ الْفِعْلِ وَعَيْنُهُ وَأُلْقِيَتْ حَرَكَتُهَا عَلَى الرَّاءِ وَكُسِرَتْ يَاءُ الضَّمِيْرِ لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ ﴿مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا﴾ أَيْ اِمْسَاكًا عَنِ الْكَلَامِ فِيْ

Website:MadarseWale.blogspot.com

شَانِهٖ وَغَيْرِهٖ مَعَ الْأَنَاسِيِّ بِدَلِيْلِ ﴿فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں

(ج) صَوْمًا کی تفسیر میں إِمْسَاكًا بول کر مفسر نے کس طرف اشارہ کیا ہے اور اس طرح کی نذر ہماری شریعت میں مشروع ہے یا نہیں؟ دلیل کے ساتھ لکھیں۔

جواب

ترجمہ: اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا حالاں کہ وہ درخت خشک تھا اور (بِجِذْعِ) میں باء زائدہ ہے تیرے سامنے تروتازہ پکی کھجوریں گرا دے گا (رُطَبًا) تمیز ہے اور (جَنِيًّا) اس کی صفت ہے (تُسَاقِطْ) کی اصل دو تاء کے ساتھ ہے یعنی (تتساقط) دوسری تاء سین سے بدل دی گئی اور سین کا سین میں ادغام کر دیا گیا اور ایک قرأت میں تاء کے ترک کے ساتھ ہے (یعنی تَسَاقَطْ) پھر پکی اور تازہ کھجوریں کھاؤ اور چشمہ کا پانی پیو اور بیٹے سے آنکھیں ٹھنڈی کرو (عینا) تمیز ہے اور فاعل سے منقول ہے یعنی تو اس بچے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر کے سکون حاصل کر، دوسرے بچوں کی طرف التفات نہ کر (فَاِمَّا) میں (اِنْ) شرطیہ کے نون کو (ما) زائدہ میں مدغم کر دیا گیا ہے (تَرَيِنَّ) اس کا لام کلمہ اور عین کلمہ حذف کر دیا ہے اور عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے راء کو دے دی گئی اور یاء ضمیر کو التقاء ساکنین کی وجہ سے کسرہ دے دیا گیا اگر تو کسی بشر کو دیکھے اور وہ تیرے بچہ کے متعلق سوال کرے تو کہہ دینا کہ میں نے لوگوں سے کلام کرنے سے رحمٰن کے لیے سکوت کا روزہ رکھ لیا ہے اور سکوت کا روزہ رکھنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول (فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا) ہے یعنی میں یہ خبر دینے کے بعد کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

وہ مقام جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کھجور کے نیچے تھیں وہ قدرے بلند تھا، تو فرشتہ نے پائے تانے کی جانب سے نیچے کھڑے ہو کر آواز دی کہ اے مریم! تم غمگین و

Website:MadarseWale.blogspot.com

پریشان مت ہو، خدا کی قدرت سے ہر قسم کا ظاہری و باطنی اطمینان حاصل کر، نیچے کی طرف دیکھ، اللہ نے پینے کے لیے نہر جاری کر رکھی ہے اور کھانے کے لیے اسی کھجور کے درخت کو ہلا جس کے سہارے تم ٹیک لگا کر بیٹھی ہو، مفسر علام نے ذکر کیا ہے کہ وہ درخت خشک تھا؛ لیکن خدا نے اپنی قدرت سے اس میں پھل لادیے تھے، کہ اس میں سے کھجوریں گریں گی جو کہ پکی اور تازہ ہیں اور چشمہ سے پانی پیو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کرو اور آنکھ کو ٹھنڈی کرنے کی بات لڑکے سے ہے نہ کہ کھجور یا پانی سے یعنی تم اپنے لڑکے سے اطمینان حاصل کرو اور خوش ہو کہ تم کو ایک نبی کی ماں بنادیا تم بڑی خوش قسمت ہو۔

(ج) صَوْمًا کی تفسیر میں اِمْسَاکًا بول کر مفسر نے کس طرف اشارہ کیا ہے؟

صَوْمٌ کی تفسیر میں اِمْسَاکًا نکال کر بتایا کہ صوم کے یہاں وہ معنیٰ نہیں جو ہمارے درمیان رائج و مشہور ہیں؛ بلکہ یہ صوم ان کی شریعت کے مطابق بولنے سے رُکنا ہے کہ یہ ان کی شریعت میں جائز تھا، اگر وہ ایسا روزہ رکھتے تھے تو اس روزہ کا پورا کرنا لازم ہوجاتا تھا اور صوم کے لغوی معنیٰ بھی رُکنے کے ہی ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اس طرح کی نذر ہماری شریعت میں مشروع ہے یا نہیں مع دلیل:

اِس طرح کی نذر ہماری شریعت میں مشروع نہیں ہے، یہ حکم منسوخ ہے، اب تو صرف روزہ میں بُری بات، عیب جوئی اور فحش کلام سے رُکنے کا حکم ہے، قاعدہ ہے کہ سابقہ احکام کی اگر ہماری شریعت میں صراحتاً ممانعت آجائے تو عمل درست نہیں ہوتا اور اگر ممانعت بالکل بھی نہ ہو تو وہ مباحات میں شامل ہوتا ہے اور اگر اس کے کرنے کو صراحتاً کہا گیا ہو تو پھر وہ اپنی دلیل کے حساب سے واجب یا فرض، یا سنت مؤکدہ وغیرہ ہوگا اس روزہ سے صراحتاً ممانعت وارد ہے، ابوداؤد میں مرفوعاً منقول ہے: لایتم بعد احتلام ولاصمات یوم إلی اللیل یعنی بچہ بالغ ہونے کے بعد یتیم نہیں ہوتا یعنی اس پر یتیموں والے احکام جاری نہیں ہوتے اور صبح سے شام تک خاموش رہنا تو اسلام میں کوئی عبادت ہی نہیں۔ (معارف القرآن: ج/۶)

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ٦٧، جلالین:٢٥٦

(الف) عبارت باعراب: ﴿فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ﴾ أَيِ النَّصَارىٰ فِي عِيْسىٰ أَهُوَ إِبْنُ اللّٰهِ أَوْ إِلٰهٌ مَعَهُ أَوْ ثٰلِثُ ثَلٰثَةٍ ﴿فَوَيْلٌ﴾ شِدَّةُ عَذَابٍ ﴿لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٣٧﴾ أَسْمِعْ بِهِمْ وَ أَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ﴾ مِنْ إِقَامَةِ الظَّاهِرِ مَقَامَ الْمُضْمَرِ ﴿الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾﴾ أَيْ بَيِّنٌ بِهِ صَمُّوْا عَنْ سِمَاعِ الْحَقِّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) نصاریٰ کے مذکورہ فرقوں کی وضاحت کریں، اور بتائیں کہ مفسر نے من إقامة الظاهر إلخ سے کس شبہ کو دُور کیا ہے؟ (د) مذکورہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: پھر یہ فرقے آپس میں اختلاف کرنے لگے یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں کہ آیا وہ اللہ کے بیٹے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا خدا ہے یا وہ تین میں کا تیسرا ہے پس کافروں کے لیے (مذکورہ عقائد کی وجہ سے) بڑے دن کی حاضری کا سخت عذاب ہے یہ کیا خوب سننے والے اور کیا خوب دیکھنے والے ہوں گے جس دن (آخرت) میں ہمارے سامنے حاضر ہوں گے؛ لیکن آج دنیا میں یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں، ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھا گیا ہے اسی گمراہی کی وجہ سے دنیا میں حق بات سننے سے بہرے رہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

ماقبل میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر ہوا اللہ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم مریم و مسیح کا حال سنا کر لوگوں کو بتادو کہ میرا اور تمہارا سب کا رب

Website:MadarseWale.blogspot.com

اللہ ہے، تنہا اسی کی بندگی کرو، بیٹے پوتے مت بناؤ، سیدھی راہ خالص توحید کی ہے سب انبیاء اسی کی طرف ہدایت کرتے ہوئے آئے ہیں؛ لیکن کچھ لوگوں نے بہت سے فرقے بنا لیے اور الگ الگ راہیں نکال لیں سو جو لوگ توحید کا انکار کر رہے ہیں، انہیں بڑے دن کی ہولناکی سے خبردار رہنا چاہیے جو یقیناً پیش آنے والی ہے آج دنیا میں جبکہ سننا اور دیکھنا مفید ہے تو بالکل اندھے بہرے بنے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب سننا اور دیکھنا بالکل فائدہ مند نہ ہوگا، تو آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے، اس وقت وہ باتیں سنیں گے جس سے جگر پھٹ جائے اور وہ منظر دیکھیں گے جن سے چہرہ سیاہ ہو جائے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) فرقوں کی وضاحت:

نصاریٰ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان میں اُٹھائے جانے کے بعد ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ تین ہیں:

(۱) **یعقوبیہ:** ان کا ماننا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے ساتھ دوسرے خدا ہیں، وہ زمین پر تشریف لائے اور جسے زندہ کرنا چاہا اسے زندہ کیا اور جسے مارنا چاہا اسے مارا اور پھر آسمان پر واپس تشریف لے گئے۔

(۲) **نسطوریہ:** یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔

(۳) **ملکانیہ:** ان کا ماننا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تین خداؤں میں سے ایک ہیں، ایک تو اللہ تعالیٰ ہیں، دوسرے مریم علیہا السلام اور تیسرے عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ (صاوی: ج/۴)

مفسر نے من إقامة إلخ سے کس شبہ کو دُور کیا ہے؟

مفسر علام نے اس عبارت کے ذریعہ اس شبہ کو دُور کیا ہے کہ جب یہاں ضمیر کافی تھی تو اسم ظاہر لانے سے کیا فائدہ؟ تو جواب دیا کہ یہ بلاغت کے اسلوب میں سے ہے اور اس کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اس طور پر کہ وہ سننے اور دیکھنے سے غافل رہے جبکہ یہ ان کے لیے نفع بخش تھا۔ (حاشیہ جلالین)

Website:MadarseWale.blogspot.com

اور دوسرا مطلب اسم ظاہر لا کر بتلانا ہے کہ جو ایسا کرے گا وہ ظالم ہوگا حق سے انحراف کرنے والا ہوگا۔ (صاوی: ج ۴)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) لغوی وصرفی تحقیق:

احزاب : واحد حِزْبٌ معنیٰ گروہ، فرقہ، جماعت۔

أسمع بهم : افعِل بهم کے وزن پر فعل تعجب ہے اس میں جمع کی ضمیر لائی گئی ہے؛ کیونکہ فعل تعجب کی ضمیر حسبِ ضرورت بدلتی رہتی ہے۔

أبصر : یہ بھی مذکورہ فعل تعجب کی طرح ابصر بهم ہے؛ لیکن پہلے میں ضمیر کے مذکور ہونے کی وجہ سے یہاں محذوف ہے اور معنیٰ ہوں گے وہ لوگ کیا خوب سننے والے اور کیا خوب دیکھنے والے ہوں گے۔

محل امتحان نمبر ۷۷، جلالین: ۲۵۹

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ الْأَوْثَانَ ﴿اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾﴾ شُفَعَاءَ عِنْدَ اللّٰهِ ﴿كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ﴾ أَيْ يَنْفُوْنَهَا ﴿وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾﴾ أَعْوَانًا وَ أَعْدَاءً ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ﴾ بِطَلَبِ الْعَذَابِ ﴿اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾﴾ اَلْاَيَّامَ وَاللَّيَالِيَ أَوِ الْأَنْفَاسَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیری فوائد کی تشریح کریں (ج) اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ کی نحوی ترکیب کریں، ساتھ ساتھ واتّخذوا کی ضمیر کا مرجع بھی متعین کریں۔

جواب

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنا لیا؛ تا آں کہ ان کے لیے باعثِ عزت ہوں یعنی وہ (بت) اللہ کے پاس سفارش کریں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا وہ معبودانِ

Website:MadarseWale.blogspot.com

(باطلہ) تو ان کی پوجا کے بھی منکر ہو جائیں گے یعنی ان کی پوجا کا انکار کردیں گے اور (اُلٹے) ان کے مخالف اور دشمن ہو جائیں گے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر مسلط کر رکھا ہے جو انہیں معصیت پر خوب اُکساتے ہیں تو آپ ان پر عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کیجیے، ہم تو خود ہی ان کے لیل و نہار یا سانس شمار کر رہے ہیں۔

(ب) تفسیری فوائد کی تشریح:

آلاَوْثان: اس سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مفعول اوّل محذوف ہے اور وہ اَوْثان ہے اور مفعولِ ثانی اٰلھۃ ہے۔

شفعاء عنداللہ: اس سے عِزًّا کے مفہوم کو واضح کرنا مقصود ہے۔

اعوانا اعداء: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضدًّا یا تو اضداد کے معنیٰ میں ہے یا مصدر بمعنیٰ جمع کے ہے۔

الأيّام والليالی: یہ نَعُدُّ لَهُمْ کی پہلی تفسیر ہے اور الانفاس سے دوسری تفسیر کی طرف اشارہ ہے۔

(ج) اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا کی نحوی ترکیب:

إنّما حرفِ تاکید، نَعُدُّ لَهُمْ فعل با فاعل و متعلق عدا مفعول مطلق اور کل مل کر فَلَاتَعْجَلْ کی علت۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

وَاتَّخَذُوْا کی ضمیر کا مرجع:

اور اتَّخَذُوْا کی ضمیر کا مرجع کفارِ مکہ ہیں۔

محل امتحان نمبر ۷۸، جلالین: ۲۶۰

(الف) عبارت با اعراب: ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ بِإِيْمَانِهِمْ ﴿إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ بِكُفْرِهِمْ ﴿إِلَى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝ لَا يَمْلِكُوْنَ﴾

Website:MadarseWale.blogspot.com

النَّاسُ ﴿الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا﴾ قَالَ تَعَالٰى لَهُمْ ﴿لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ﴾ مِنْ عَظَمِ هٰذَا الْقَوْلِ ﴿وَ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ مِنْ أَجْلِ ﴿أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عهد سے کیا مراد ہے واضح کریں اور قَالُوْا کا فاعل کون ہے؟ واضح کریں (ج): هَدًّا کی ترکیب میں کتنے احتمال ہیں واضح کریں اور مِنْ أَجْلِ کے اضافہ کا مقصد واضح کریں (د) مذکورہ کلمات کی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: (اس دن کا بھی تذکرہ کیجیے) جس دن ہم متقیوں کو ان کے ایمان کی بدولت (بطورِ) مہمان سوار کر کے جمع کریں گے اور مجرمین کو ان کے کفر کے سبب سے سخت پیاس کی حالت میں دوزخ کی طرف ہانکیں گے، کسی شخص کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا، بجز اس شخص کے جس نے رحمٰن کے پاس سے اجازت لی ہو اور ان لوگوں نے (جن کا عقیدہ ہے کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں) کہا کہ اللہ اولاد رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے یقیناً بڑی بھاری یعنی ناپسندیدہ بات کہی ہے قریب ہے کہ اس بات کی نحوست کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے پھٹ کر اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں، اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد قرار دی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) عهد کی مراد:

عهد سے مراد شهادة أن لا إله إلّا الله ولا حول ولا قوّة إلّا بالله ہے اور مفہوم یہ ہے کہ گنہگاروں کی شفاعت نہیں کرے گا؛ مگر وہی شخص جس نے (لا الٰہ الّا اللّٰہ) کی گواہی دی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ عهد (عهد الأمير إلى فلان) سے مشتق ہو، اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ شفاعت نہیں کرسکتا؛ مگر وہ جس کو اس کا حکم دیا گیا ہو۔ (حاشیہ جلالین)

Website:MadarseWale.blogspot.com

قَالُوْا کا فاعل کون ہے؟

اس کے فاعل یہود و نصاریٰ اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ عقیدہ گڑھ رکھا تھا کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) ھٰذا کی ترکیب:

ھَدًّا منصوب ہے اور اس کے منصوب ہونے میں تین احتمالات ہیں:

(۱) یہ موضع حال میں واقع ہے یعنی مھدودۃ اور (ھد زید الحائط) سے مشتق ہے۔

(۲) یہ مصدر من غیر لفظه ہے؛ اس لیے کہ (خرور سقوط اور ھدم) سب کے ایک ہی معنیٰ ہیں اور ھدّا سے مراد (الھدم) ہوگا یہ ابوجعفر کا قول ہے۔

(۳) یہ مفعول ہے (من اجله) کا، تو مطلب ہوگا (لأن تهد). (حاشیہ جلالین)

مِنْ أَجْلِ کے اضافہ کا مقصد:

مفسر علام نے اس عبارت سے اشارہ کیا ہے کہ (ان دعوا محلًّا منصوب ہے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے اور اس کا عامل (ھدّا) ہے اور (دعوا للرحمٰن) علت ہے ماقبل میں مذکور آسمان و زمین کے پھٹنے کی۔ (حاشیہ جلالین)

(د) مذکورہ کلمات کی تحقیق:

وفدا : مہمان ہونے کی حالت میں یہ متقین سے حال ہے اور واحد (وافد) ہے اور باب (ض) سے مصدر بھی ہے۔

وردا : پیاسے ہونے کی حالت میں ورد کے معنیٰ پانی پر پہنچنا اس سے مراد پیاسے لوگ ہیں۔

تکاد : افعالِ مقاربہ میں سے ہے باب (س) سے استعمال ہوتا ہے اور اس کا مصدر کوڈ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

تخر : باب (ض) سے فعل مضارع معروف واحد مؤنث غائب اور مصدر خِرٌّ و خُرُورٌ ہے۔

ھدّا : ھدٌّ مصدر باب (ض) سے استعمال ہوتا ہے اس کے معنیٰ کسی چیز کا دھماکے سے گرنا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۷۹، جلالین: ۲۶۱

(الف) عبارت بااعراب: ﴿قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝١٩ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ﴾ ثُعْبَانٌ عَظِيْمٌ ﴿تَسْعٰى ۝٢٠﴾ تَمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهَا سَرِيْعًا كَسُرْعَةِ الثُّعْبَانِ الصَّغِيْرِ الْمُسَمّٰى بِالْجَانِّ الْمُعَبَّرِ بِهٖ عَنْهَا فِيْ اٰيَةٍ اُخْرٰى ﴿قَالَ خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ ۫ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا﴾ مَنْصُوْبٌ بِنَزْعِ الْخَافِضِ أَيْ إِلٰى حَالَتِهَا ﴿الْاُوْلٰى ۝٢١﴾ فَاَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْ فِيْهَا فَعَادَتْ عَصًا وَتَبَيَّنَ أَنَّ مَوْضِعَ الْاِدْخَالِ مَوْضِعُ مَسْكِهَا بَيْنَ شُعْبَتَيْهَا وَأُرِيَ ذٰلِكَ السَّيِّدُ مُوْسٰى لِئَلَّا يَجْزَعَ إِذَا انْقَلَبَتْ حَيَّةً لَدٰى فِرْعَوْنَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) حَيَّةٌ، جان، ثعبان سب اس قصے میں استعمال ہوئے ہیں، اس میں باہمی فرق بتا کر تطبیق کی صورت لکھیں (د) فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى کی نحوی ترکیب لکھیں۔

جواب

ترجمہ: ارشاد ہوا اے موسیٰ! اس (عصاء) کو زمین پر ڈال دے؛ چنانچہ اس کو ڈال دیا تو یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا، بڑا اژدھا وہ اپنے پیٹ کے بل چھوٹے سانپ (سپولے) کے مانند دوڑتا تھا جس کو دوسری آیت میں جان کہا گیا ہے ارشاد ہوا اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں، ہم اس کو (پکڑتے ہی) اس کی پہلی صورت پر لوٹا دیں گے، سیرتھا حرفِ جار کو محذوف کرنے کی وجہ سے منصوب ہے، أی إلٰی حالتھا الاُولیٰ؛ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

السلام نے اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دیا تو وہ عصا بن گیا اور یہ بات ظاہر ہوگئی کہ (ہاتھ) داخل کرنے کی جگہ دونوں شاخوں کے درمیان پکڑنے کی جگہ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سب کچھ اس لیے دکھایا گیا تا کہ جب فرعون کے سامنے (یہ عصا) سانپ (کی شکل) میں تبدیل ہو جائے تو (موسیٰ علیہ السلام) خوف زدہ نہ ہوں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

اس میں موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے عصاء کا ذکر ہے، جب ان کو کوہِ طور پر بلا کر نبوت سے سرفراز کیا گیا تو ان سے کہا گیا کہ جو لاٹھی آپ کے ہاتھ میں ہے اسے آپ زمین پر ڈال دیں؛ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو اچانک وہ ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا، جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈر محسوس کرنے لگے تو ان سے کہا گیا آپ ڈریے نہیں، اسے ہاتھوں سے پکڑ لیں؛ تا کہ وہ دوبارہ عصا بن جائے؛ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ میں داخل کر دیا تو وہ عصا بن گیا اور یہ معجزہ کی عملی مشق تھی؛ تا کہ جب فرعون کے سامنے حاضر ہوں تو معجزہ کے وقت وہ خوف زدہ نہ ہوں۔

(ج) حَیَّةٌ، جان، ثعبان میں فرق اور تطبیق:

فرق یہ ہے کہ:

حیۃ: عام ہے چھوٹے بڑے ہر سانپ کو کہا جاتا ہے۔

جان: خاص طور پر چھوٹے سانپ کو کہا جاتا ہے۔

ثعبان: بڑے سانپ کو کہتے ہیں جس کو اژدہا کہا جاتا ہے۔

تطبیق: اس عصاء والے سانپ کو کہیں جان اور کہیں ثعبان کہا گیا اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ جسم و جثہ کے اعتبار سے تو وہ ثعبان یعنی اژدہا بھاری بھر کم تھا، اور حرکت و سرعت کے اعتبار سے جان تھا یعنی جس طرح چھوٹا سانپ ہلکا پھلکا ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عصا ابتداءً جان رہتا تھا پھر بعد میں ثعبان ہو جاتا تھا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(د) فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى کی نحوی ترکیب:

إِذَا مفاجاتیہ ہے هي مبتدا ہے، حَيَّةٌ خبر اوّل، تَسْعٰى خبر ثانی، یا پھر تسعٰی جملہ ہوکر حَيَّةٌ سے حال بھی ہوسکتا ہے اور صفت بھی۔

محل امتحان نمبر ۸۰، جلالین: ۲۶۷

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ﴾ كَيْفَ تَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴿فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا۝﴾ بِأَنْ يُفَتِّتَهَا كَالرَّمْلِ السَّائِلِ ثُمَّ يُطِيْرُهَا بِالرِّيَاحِ ﴿فَيَذَرُهَا قَاعًا﴾ مُنْبَسِطًا ﴿صَفْصَفًا۝﴾ مُسْتَوِيًا ﴿لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا﴾ اِنْخِفَاضًا ﴿وَ لَآ اَمْتًا۝﴾ اِرْتِفَاعًا ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ﴾ إِلَى الْمَحْشَرِ بِصَوْتِهٖ وَهُوَ إِسْرَافِيْلُ يَقُوْلُ هَلُمُّوْا إِلٰى عَرْضِ الرَّحْمٰنِ ﴿لَا عِوَجَ لَهٗ﴾ أَيْ لِاِتِّبَاعِهِمْ ﴿وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا۝﴾۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) لَا عِوَجَ لَهٗ میں ضمیر مجرور کا مرجع کیا ہے؟ مفسر نے کیا اشارہ کیا ہے؟ نیز بتائیں کہ قَاعًا صَفْصَفًا ترکیب میں کیا واقع ہے؟ (د) مندرجہ ذیل کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: اور آپ سے لوگ پہاڑوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا کیا ہوگا؟ آپ ان سے فرما دیجیے کہ میرا رب ان کو ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اُڑا دے گا، اس طریقہ سے کہ (اوّلًا) ان کو ریگ رواں کے مانند ریزہ ریزہ کرے گا پھر ان کو ہوا کے ذریعہ اُڑا دے گا پھر زمین کو ایک ہموار میدان کر کے رکھ دے گا کہ اے مخاطب! تو اس میں نشیب و فراز نہ دیکھے گا، اس دن محشر کی جانب بلانے والے کی

Website:MadarseWale.blogspot.com

آواز کے پیچھے ہولیں گے اور وہ داعی اسرافیل ہیں کہیں گے رحمٰن کے سامنے پیش ہونے کے لیے آؤ، اس میں کوئی کجی نہ ہوگی یعنی ان کی اتباع میں اور تمام آوازیں رحمٰن کے سامنے پست ہوجائیں گی تو تو بجز پاؤں کی آہٹ کے کچھ نہ سنے گا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یعنی قیامت کے منکرین استہزاءً کہتے ہیں کہ یہ اونچے اونچے پہاڑ اور ٹیلے ان کا کیا حشر ہوگا کیا یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے؟ اس کا جواب دیا کہ حق تعالیٰ کی قدرت کے سامنے ان پہاڑوں کی کوئی حقیقت نہیں یہ تو محض ایک لمحے میں ریت کے ذرات اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوا میں بکھیر دیئے جائیں گے اور زمین ایک چٹیل میدان ہوجائے گی اور اس دن فرشتہ جدھر بلائے گا ادھر دوڑ پڑیں گے کوئی کج روی نہیں کرے گا، کاش یہ لوگ دنیا میں اگر اسی طرح اللہ کے بلاوے پر لپکتے اور دوڑتے تو آج قیامت کے دن کام آتا؛ لیکن یہ لوگ دنیا میں کج روی اختیار کرتے رہے اور ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے رہے، اس دن اللہ کی جلالت اور اس کے رعب کی وجہ سے کسی کی نظریں تک نہیں اُٹھیں گی صرف پیروں کی آہٹ سنائی دے گی کوئی زبان چلانے کی ہمت نہیں کرے گا۔

(ج) لَا عِوَجَ لَهٗ میں ضمیر مجرور کا مرجع کیا ہے اور مفسر نے کیا اشارہ کیا ہے؟

له میں ضمیر کا مرجع یتبعون کا مصدر اتباع ہے اور مفسر نے اسی طرف اشارہ کیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ کسی کو داعی کی اتباع نہ کرنے پر کوئی قدرت نہ ہوگی۔ (حاشیہ جلالین)

قَاعًا صَفْصَفًا ترکیب میں کیا واقع ہے؟

یہ ترکیب میں حال واقع ہے۔ (بین السطور)

(د) لغات:

يَنْسِفُ : باب (ض) مصدر نَسْفٌ بکھیرنا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

یذر : باب (س) مصدر وَذْرٌ چھوڑنا۔

قاعاً صَفْصَفًا : جمع قِيعٌ اور قِيعَان. صفصفًا کی جمع صَفَاصِفٌ معنیٰ ہموار میدان، چٹیل میدان۔

اَمْتًا : بلندی، اونچی جگہ، ٹیلہ۔

هَمْسًا : پاؤں کی آہٹ، کھس کھسی آواز باب (ض) سے مصدر بھی ہے معنیٰ آہستہ چلنا، آہستہ بولنا۔

محل امتحان نمبر ۸۱، جلالین: ۲۷۳

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ﴾ ذَوَاتِ الْعَدْلِ ﴿لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ أَيْ فِيْهِ ﴿فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا﴾ مِنْ نَقْصِ حَسَنَةٍ أَوْ زِيَادَةِ سَيِّئَةٍ ﴿وَ اِنْ كَانَ﴾ الْعَمَلُ ﴿مِثْقَالَ﴾ زِنَةَ ﴿حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا﴾ أَيْ بِمَوْزُوْنِهَا ﴿وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ مُحْصِيْنَ كُلَّ شَيْءٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) اور بتائیں کہ القسط ترکیب میں کیا واقع ہے؟ اور ذوات العدل سے تفسیر کیوں کی گئی ہے؟ اور کیا تمام انسانوں کے اعمال کا وزن ہوگا یا صرف اہلِ ایمان کے اعمال کا؟ (د) تفسیری کلمات کی تشریح کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن درست میزانِ عدل قائم کریں گے، تو کسی پر اصلاً ظلم نہ کیا جائے گا، نیکیوں کو کم کر کے یا گناہوں میں اضافہ کر کے اور اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو تو بھی ہم اس کو یعنی موزون کو حاضر کر دیں گے اور ہم ہر چیز کا حساب لینے والے کافی ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

ماقبل میں عذاب کا ذکر تھا یہاں سے میزانِ عدل قائم کرنے کا ذکر ہے کہ وہ قائم ہوگا اور اس میں صرف انصاف ہوگا یہاں تک کہ اگر کوئی رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی یا بدی کیا ہوگا کل قیامت کے دن اس کو میزان میں ناپا جائے گا چھوڑا نہیں جائے گا اور خدا کا یہ حساب آخری اور فیصلہ کن ہوگا کہ اس کے بعد اور حساب نہیں ہوگا اور خدا اس حساب کے لیے کافی ہے یعنی کسی اعیان و مددگار کی ضرورت نہیں، کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جب تمام مخلوق کا حساب ہوگا تو اتنے سارے لوگوں کے حساب کے لیے اللہ کو مدد کی ضرورت پڑے گی اور یہ بھی نہیں کہ اس میں کچھ ٹائم لگے گا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقوں کے حساب کو آدھے دن کے اندر پورا فرمادیں گے کہ جنتی جنت میں جا کر قیلولہ کرے گا جیسا کہ حدیث شریف میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

(ج) القسط ترکیب میں کیا واقع ہے؟

القسط مفرد مصدر ہے جو کہ موازین کی صفت ہے اور بطورِ مبالغہ اس کو لایا گیا ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے زید عدل یا پھر اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ شیئاً ہے اس صورت میں یہ دنوں مل کر نضع کا مفعول ثانی یا مفعول مطلق ہوگا۔ (صاوی: ج/۴)

ذوات العدل سے تفسیر کیوں کی گئی ہے؟

ذوات العدل سے مصدر کا حمل ذات پر ہونے کی وجہ سے وارد شدہ اعتراض کو دُور کیا ہے کہ مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہے؛ بلکہ القسط کا مضاف یہاں محذوف ہے جیسے زید عدل میں اصل زید ذو عدل ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اعمال نامے تولے جائیں گے اور بعض لوگوں نے کہا ہے وضع میزان یہ تمثیل ہے اعمالِ سوء پر عذاب اور اعمالِ حسنہ پر ثواب دینے کی۔ (حاشیہ جلالین)

Website:MadarseWale.blogspot.com

کیا تمام انسانوں کے اعمال کا وزن ہوگا یا صرف اہلِ ایمان کے اعمال کا؟

مسلمانوں اور کافروں کے اعمال کے وزن کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ قیامت کے دن دو مرتبہ میزان قائم ہوگا، ایک مرتبہ مؤمنین اور کافرین سب کا حساب ہوگا اس وقت ایمان اور کفر کے درمیان وزن ہوگا جس سے مسلمان اور کافر جدا جدا ہوں گے پھر دوبارہ وزن کیا جائے گا جس میں صرف مسلمانوں کے اعمال تولے جائیں گے۔

(معارف القرآن: ج/۳)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) تفسیری کلمات کی تشریح:

فيه : اشارہ ہے اس جانب کہ لیوم میں لام، فا کے معنیٰ میں ہے۔

من نقص حسنة: یہ لا تظلم کی تفسیر ہے یعنی اس طرح سے بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

العمل : اشارہ ہے اس جانب کہ کان ناقصہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور وہ العمل ہے، اگر چہ بعض لوگوں نے اس کان کو تامہ بھی کہا ہے۔

زنة : اشارہ ہے اس جانب کہ یہاں پر مثقال سے وزن مراد ہے یعنی کمیت نہ کہ کیفیت۔

بموازينها: اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں پر "ہا" ضمیر کا مضاف محذوف ہے اور مطلب ہے کہ ہم اس اعمال کے وزن کو حاضر کر دیں گے اور یہ بھی بتلانا مقصود ہے کہ کل قیامت کے دن اعمال کی کیفیت کا اعتبار ہوگا نہ کہ کمیت کا۔

محصين في كل شيء: یہ كفى بنا حاسبين کی تفسیر ہے۔

محل امتحان نمبر ۸۲، جلالین: ۲۷۳

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ لَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ أَيْ هَدَاهُ قَبْلَ بُلُوْغِهٖ ﴿وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ﴾ أَيْ بِأَنَّهٗ أَهْلٌ لِذٰلِكَ ﴿اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ

Website:MadarseWale.blogspot.com

قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴿۵۲﴾ أي علی عبادتها ﴿قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ﴿۵۳﴾ فاقتدينا هم ﴿قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴿۵۴﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) بتائیں یہاں رشد کے کیا معنیٰ مراد ہیں؟ اور مفسر علام نے البلوغ اور علی عبادتها کیوں نکالا ہے؟ اور اذقال لابیه میں اِذ کونسا ہے؟ (د) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوال تو مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ میں ما کے ساتھ کیا تھا، پھر کفار کا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا کے ذریعہ جواب دینا کیسے درست ہے؟

جواب

ترجمہ: اور ہم نے پہلے ہی ابراہیم کو یعنی سن بلوغ کے پہنچنے سے پہلے ہوشمندی عطا فرمائی تھی اور ہم اِس بات سے بخوبی واقف تھے کہ وہ اس کے اہل ہیں، جبکہ انہوں نے اپنے والد سے اور اپنی قوم سے کہا یہ مورتیاں (بُت) جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ یعنی ان کی بندگی میں لگے ہوئے ہو تو سب نے جواب دیا ہم نے اپنے آباء و اجداد کو انہیں کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے، لہٰذا ہم نے ان ہی کی اقتداء اختیار کی ہے، تو ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا پھر تو تم اور تمہارے آباء و اجداد ان کی عبادت کرنے کی وجہ سے کھلی گمراہی میں ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: یا تو ابراہیم علیہ السلام کو رشد و ہدایت اور دانشمندی دینے کا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے پہلے کا ہے یا پھر مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا کیے جانے سے پہلے ہی ہوشمندی عطا کر دی گئی تھی۔ اور ایک مطلب اور ہے جس کو صاحبِ جلالین نے اختیار کیا

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہے کہ ان کو ہوشمندی سن بلوغ سے پہلے ہی عطاء کردی گئی تھی اور ہم اپنے علمِ ازلی کے اعتبار سے جانتے تھے کہ وہ اس کے اہل ہیں، جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ یعنی ان کی اصلیت وحقیقت کیا ہے؟ پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں کس طرح خدا بن گئیں؟ تو انہوں نے جواب دیا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا الخ یعنی ہمارے پاس عقل وفطرت اور نقل معتمد بہ کی کوئی دلیل تو نہیں ہے؛ لیکن ہمارے لیے سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بہت پہلے سے ہمارے آباء واجداد انہیں کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں، پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں؟ اس کا جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیا کہ یہ دلیل تمہاری قابلِ اعتناء نہیں؛ البتہ اس سے تمہارے آباء واجداد کی بھی پول کھل گئی کہ وہ بھی تمہاری طرح کھلی گمراہی میں تھے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) رشد سے مراد:

رشد کے یہاں پر دو معنیٰ ہو سکتے ہیں اگر قبل کا مضاف الیہ البلوغ کو قرار دیا جائے تو مراد ہوں گے دین ودنیا کی زکاوت وذہانت؛ اس لیے کہ اللہ اپنے ولی کو بے علم نہیں رکھتا چہ جائے کہ وہ نبی ہو اور اگر قبل کا مضاف الیہ موسیٰ وہارون علیہما السلام کو مانا جائے تو پھر رشد سے مراد نبوت ہوگی۔ (صاوی: ج ر ۴)

مفسر علام نے البلوغ اور علی عبادتھا کیوں نکالا؟

مفسر علام نے البلوغ کو نکال کر بتایا ہے کہ قبل مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ محذوف ہے اور وہ البلوغ ہے۔

علی عبادتھا اس عبارت کو نکال کر مفسر علام نے ایک اشکال کو دُور کیا ہے۔

اعتراض: عاکف: کا صلہ تو علی آتا ہے لام نہیں آتا ہے پھر لام کیوں استعمال ہوا ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر لام علیٰ کے معنیٰ میں ہے۔

دوسرا جواب: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر یہاں عاکف کو متضمن بمعنیٰ عابد مانا جائے تو

Website:MadarseWale.blogspot.com

لام صلہ لانا درست ہو جائے گا اور (لام) اس وقت تعدیہ کے بجائے اختصاص کے لیے ہوگا جیسا کہ دوسری جگہ ہے قالوا وجدنا اٰبانا لھا عابدین.

(د) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال اوران کا جواب:

ابراہیم علیہ السلام نے اگرچہ "ما" کے ذریعہ سوال کیا تھا جس سے حقیقت وماہیت دریافت کی جاتی ہے؛ لیکن چونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ ابراہیمؑ کو تو معلوم ہے کہ ان بتوں کی حقیقت کیا ہے اسی لیے انہوں نے سوال کے مطابق جواب نہیں دیا؛ بلکہ مآل کے مطابق جواب دیا، گویا کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے "ما" کے ذریعہ سوال کو ماھي؟ (لاشیء عبدتموھا) کے درجہ میں اُتارلیا تو اس وقت اسی جواب کو دینا ضروری تھا، دوسری چیزوں کو بیان کرنا درست نہ تھا، لہٰذا ان کا جواب دینا درست ہو گیا۔

محل امتحان نمبر ۸۳، جلالین: ۲۷۴

(الف) عبارت بااعراب: ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۝۶۳﴾ فِيهِ تَقْدِيمُ جَوَابِ الشَّرْطِ وَفِيمَا قَبْلَهُ تَعْرِيضٌ لَهُمْ بِأَنَّ الصَّنَمَ الْمَعْلُوْمَ عِجْزُهُ عَنِ الْفِعْلِ لَايَكُوْنُ إِلٰهًا ﴿فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝۶۴﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تعریض کی تعریف کر کے اس موقع پر تعریض کے پائے جانے کی وضاحت کریں (ج) بَلْ فَعَلَهٗ الخ سے بظاہر حضرت ابراہیمؑ سے کذب کا صدور مفہوم ہوتا ہے جو نبی معصوم سے محال ہے، اس کا صحیح جواب تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: کہا بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی ہے، یہ حرکت کرنے والے کے بارے میں ان ہی سے معلوم کرلو، اگر یہ بول سکتے ہیں؟ اس میں جواب شرط مقدم ہے

Website:MadarseWale.blogspot.com

اور ماقبل میں مشرکین کے لیے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بت کا عاجز عن الفعل ہونا معلوم اور متعین ہے وہ معبود نہیں ہو سکتے؛ چنانچہ یہ لوگ سوچ میں پڑ گئے، اور اپنے دلوں میں کہنے لگے درحقیقت تم ہی ظالم ہو۔

(ب) تعریض کی تعریف:

تعریض وہ کنایہ ہے جس میں کلام کو کسی ایک جانب مائل کر دیا جائے اور مراد دوسری جانب لی جائے، مثلاً کسی نقصان پہنچانے والے شخص سے کہا جائے خیر الناس من ینفع الناس اور مقصد اس سے یہ بتلانا ہے کہ تم اچھے آدمی نہیں ہو؛ کیونکہ تم لوگوں کو نفع نہیں پہنچاتے ہو۔ (دروس البلاغہ)

اس موقع پر تعریض کے پائے جانے کی وضاحت:

یہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فعل کی نسبت کبیر کی طرف یہ بتلانے کا ارادہ کیا ہے کہ یہ بت عاجز و قاصر ہیں اور معبود کے لائق نہیں ہیں؛ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات صراحتاً نہیں کہی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) بَلْ فَعَلَهُ سے کذب کا صدور ہوتا ہے اس کا جواب:

اس آیت کی بہت ساری توجیہات ہیں؛ لیکن بے غبار اور صاف ستھری توجیہ یہ ہے کہ یہ قول اسناد مجازی کے قبیل سے ہے اور اس کی عربی میں بے شمار مثالیں موجود ہیں، مثلاً انبت الربیعُ البقلَ اس میں انباتِ بقلہ کی نسبت ربیع کی جانب کی گئی ہے جبکہ حقیقتاً خدا تعالیٰ پیدا کرنے والے ہیں؛ چونکہ بظاہر ربیع ہی انبات کا سبب ہے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا میں بھی اسناد مجازی ہے اس طور پر کہ مشرکین بڑے بُت کی رات دن پوجا کرتے تھے، تو گویا کہ بڑے بُت نے ہی بتوں کے توڑوانے پر آمادہ کیا، گویا کہ بڑا بُت ہی ان بتوں کو توڑنے کا سبب بنا اسی سببیت کی وجہ سے توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کردی گئی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۸۴، جلالین: ۲۷۵

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَ﴾ اذْكُرْ ﴿دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ﴾ أَيْ قِصَّتَهُمَا وَ يُبْدَلُ مِنْهُمَا ﴿اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ﴾ أَيْ رَعَتْهُ لَيْلًا بِلَا رَاعٍ بِأَنْ اِنْفَلَتَتْ ﴿وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ﴾ فِيْهِ اِسْتِعْمَالُ ضَمِيْرِ الْجَمْعِ لِاِثْنَيْنِ قَالَ دَاوٗدُ لِصَاحِبِ الْحَرْثِ رِقَابَ الْغَنَمِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ يَنْتَفِعُ بِدَرِّهَا وَنَسْلِهَا وَصُوْفِهَا إِلٰى أَنْ يَعُوْدَ الْحَرْثُ كَمَا كَانَ بِاِصْلَاحِ صَاحِبِهَا فَيَرُدُّهَا إِلَيْهِ ﴿فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب کی وضاحت کریں
(ج) مذکورہ دونوں فیصلوں میں بظاہر تعارض ہے اس کو دفع کریں، نیز بتلائیں کہ ان حضرات کا فیصلہ اجتہادی تھا یا وحی الٰہی سے؟ (د) کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق لکھیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور داؤد وسلیمان یعنی ان کے قصہ کا ذکر کیجیے، وَاذْكُرْ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ سے اِذْ يَحْكُمَانِ بدل ہے، جبکہ وہ کھیتی کے بارے مین فیصلہ کر رہے تھے جبکہ ایک قوم کی بکریاں اس میں جا گھسیں تھیں یعنی چرواہے کے بغیر رات کو چر گئیں تھیں، اس طریقہ سے کہ اس میں پھیل گئیں تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے اس میں دو کے لیے جمع کی ضمیر کا استعمال ہوا ہے۔ داؤد علیہ السلام نے کھیتی والے کے لیے (نقصان) کے عوض بکریوں کا فیصلہ کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کھیتی والا بکریوں کے دودھ اور ان کی نسل اور ان کی اون سے فائدہ اُٹھائے یہاں تک کہ کھیتی بکریوں والے کی اصلاح سے اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آئے تو کھیتی کا مالک بکریاں بکریوں کے مالک کو واپس کر دے تو ہم نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھ عطا فرمائی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے صاحبزادے ہیں، دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت، قوتِ فیصلہ اور علم وحکمت عنایت فرمائی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام بچپن ہی سے ایسی سمجھ کی باتیں کرتے تھے کہ سننے والے حیران ہوجاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے شخص کی بکریاں آگئیں اور کھیت چر گئیں تو حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہ نقصان کیے ہوئے کھیت اور بکریوں کی قیمت برابر ہے یہ فیصلہ کردیا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں جب وہ لوگ وہاں سے واپس ہونے لگے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ کے متعلق پوچھا اور پھر کہا کہ اگر میں فیصلہ کرتا تو الگ ہوتا اور دونوں کے حق میں ہوتا جب حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کی اطلاع ہوئی تو پوچھا کہ کیا فیصلہ ہے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ فیصلہ کرتا کہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں وہ ان کے دودھ اور اُون سے فائدہ اُٹھائے اور کھیت بکری والے کو دے دیا جائے کہ وہ اس میں کاشت کرے جب کھیت اپنی حالت اولیٰ پر لوٹ آئے تو کھیت کھیت والے کو دے دیا جائے اور وہ اپنی بکریاں واپس لے لے، حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ فیصلہ بہت پسند آیا اور اس کو نافذ فرمادیا۔

(ج) مذکورہ دونوں فیصلوں میں تعارض کا دفعیہ:

ان دونوں فیصلوں میں کوئی تعارض نہیں؛ اس لیے کہ دونوں حضرات کا فیصلہ اپنی اپنی جگہ درست ہے، اس طور پر کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ قاعدے کے مطابق تھا؛ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ وہ اصلاً فیصلہ نہیں؛ بلکہ فریقین کے مابین صلح تھی اور چونکہ الصلح خیر کہا گیا ہے؛ اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کو ترجیح دی گئی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

فیصلہ اجتہادی تھا یا وحی الٰہی؟

یہ فیصلہ اجتہادی تھا نہ کہ حکمِ الٰہی۔ (ترجمہ شیخ الہند)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) لغات:

زَرْعٌ : (ج) زُرُوعٌ کھیتی، بوئی ہوئی چیز۔

کَرْمٌ : (ج) کُرُوْمٌ انگور کی بیل، انگور۔

نَفَشَتْ : واحد مؤنث غائب باب (ض، ن، س) بغیر چرواہے کے بکریوں کا رات کے وقت کھیتی کو چر کر خراب کر دینا۔

انفلتت : باب انفعال سے پھیل جانا، پورے کو شامل ہو جانا۔

رقاب : واحد رقبۃ گردن مطلب مالک بنا دینا۔

دَرٌّ : دودھ۔

صُوف : (ج) اَصْوَافٌ، وہ بال جو بھیڑ بکریوں کے جسم میں ہوتے ہیں یعنی اون۔

محل امتحان نمبر ۸۵، جلالین: ۲۷۹

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ أَيْ شَكٍّ فِيْ عِبَادَتِهٖ شُبِّهَ بِالْحَالِ عَلٰى حَرْفِ جَبَلٍ فِيْ عَدَمِ ثُبَاتِهٖ ﴿فَإِنْ أَصَابَهٗ خَيْرٌ﴾ صِحَّةٌ وَسَلَامَةٌ فِيْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ ﴿اطْمَأَنَّ بِهٖ ۚ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ﴾ مِحْنَةٌ وَسَقَمٌ فِيْ نَفْسِهٖ وَمَالِهٖ ﴿انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ﴾ أَيْ رَجَعَ إِلَى الْكُفْرِ ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا﴾ بِفَوَاتِ مَا أَمَّلَهٗ مِنْهَا ﴿وَالْاٰخِرَةَ﴾ بِالْكُفْرِ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ الْبَيِّنُ ﴿يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) تفسیری فوائد

Website:MadarseWale.blogspot.com

قلمبند کریں (د) مختصر شانِ نزول بھی لکھیں اور بتائیں کہ خیر کے مقابلہ میں شر کا لفظ کیوں نہیں کہا گیا؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ کی بندگی ایک کنارے پر کھڑے ہوکر کرتے ہیں یعنی اس کی عبادت تذبذب کے ساتھ کرتے ہیں شک کے ساتھ عبادت کرنے والے کی حالت کو عدم ثبات میں اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو پہاڑ کے کنارہ پر کھڑا ہو لہٰذا اگر اس کو کوئی خبر پہنچ گئی یعنی اس کی جان و مال میں صحت وسلامتی تو وہ دین پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی آفت یعنی اس کی جان و مال میں محنت اور مرض لاحق ہو گیا تو وہ منہ اٹھا کر چل دیتا ہے یعنی کفر کی جانب پلٹ جاتا ہے جس دنیا کے ملنے کی امید تھی اس کے نہ ملنے کی وجہ سے دنیا کا نقصان ہوا اور کفر کی وجہ سے آخرت کا نقصان ہوا یہی کھلا نقصان ہے اللہ کو چھوڑ کر بت کی بندگی کرتا ہے، اگر اس کی بندگی نہ کی جائے تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچ سکتا اور اس کی بندگی کرے تو اس کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا یہ بندگی انتہا درجہ کی حق سے گمراہی ہے۔

(ب) مطلب:

یعنی بعض لوگ محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتے ہیں اور ان کا دل متذبذب رہتا ہے اگر دین میں داخل ہو کر دنیا کی بھلائی دیکھی تو بظاہر بندگی پر قائم رہے اور اگر تکلیف پائے تو اُلٹے پاؤں پھر جائیں اور دین و دنیا دونوں کا نقصان ہوا بایں طور کہ جس چیز کی وجہ سے دین چھوڑا تھا وہ بھی نہ ملی اور دین سے پھرنے کی وجہ سے آخرت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

ایسا شخص عبادت کرنے میں ایسی جگہ ہے جیسے کہ پہاڑ کے کنارہ پر کھڑا ہو کہ کب اُدھر گر جائے اور کب اِدھر۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) تفسیری فوائد:

أي شك في عبادته: یعنی عبادت میں کامل یقین نہیں ہے؛ بلکہ ضعف ہے یہ (علیٰ حرف) کی تفسیر ہے۔

شبه بالحال الخ: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آیت میں استعارہ تمثیلیہ ہے اور اس عبارت سے مفسر علام نے تمثیل کی وضاحت کی کہ جو بغیر یقین کے ساتھ اسلام میں داخل ہو اس کی حالت تذبذب اور عدمِ ثبات میں اس شخص کی حالت کی طرح ہے جو کسی پہاڑ کے کنارے پر کھڑا ہو۔ "مشبہ" اسلام میں داخل ہونے والا شخص، "مشبہ بہ" پہاڑ کے کنارہ پر کھڑا ہونے والا شخص، "وجہِ شبہ" حالتِ تزلزل وتذبذب ہے۔ (صاوی: ج ر ۴)

محنة و سقم: اس عبارت سے مفسر علام نے بتایا کہ آیت میں (فتنة) سے ہر وہ چیز مراد ہے جو طبیعت کو ناپسند ہو اور نفس پر بھاری گزرے۔ (صاوی: ج ر ۴)

البيّن: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ (أبان) سے (بين) لازم ہے نہ کہ متعدی۔

أي رجع إلى الكفر: یعنی اس حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے جس پر پہلے وہ تھا یعنی کفر کی طرف اور اللہ سے اعراض کر کے۔ (صاوی: ج ر ۴)

بفوات ما أمله: یعنی جس کثرتِ مال کی اُمید تھی وہ بھی نہ مل سکا یعنی ع

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ہم

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(د) شانِ نزول:

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تو بعض ایسے لوگ بھی آ کر مسلمان ہو جاتے تھے جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہیں ہوتی تھی، اگر اسلام لانے کے بعد اس کی اولاد و مال میں ترقی ہوتی تو کہتا تھا کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر ترقی نہ ہوتی؛ بلکہ بیماری ہو گئی تو کہتا تھا کہ یہ دین بُرا ہے اور مرتد ہو جاتا تو ایسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

خیر کے مقابلہ میں شر نہ استعمال کرنے کی وجہ:

یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کو طبیعت ناپسند کرتی ہے وہ فی نفسہٖ شر نہیں ہوتی؛ بلکہ کبھی کبھی خیر بھی طبیعت پر گراں گزر جاتی ہے جبکہ اس کے ساتھ رضاء اور تسلیم ہو۔

(صاوی: ج ر ۴)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۸۶، جلالین: ۲۸۰

(الف) عبارت بااعراب: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا﴾ وَهُمُ الْیَهُوْدُ ﴿وَ الصّٰبِئِیْنَ﴾ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ ﴿وَ النَّصٰرٰی وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖ اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ بِاِدْخَالِ الْمُؤْمِنِیْنَ الْجَنَّةَ وَغَیْرِهِمُ النَّارَ. ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ﴾ مِّنْ عَمَلِهِمْ ﴿شَهِیْدٌ ۝﴾ عَالِمٌ بِهٖ عِلْمَ مُشَاهَدَةٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) آیت میں ذکر کردہ فرقوں کی وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مؤمنین اور وہ لوگ جنھوں نے یہودیت اختیار کی اور وہ یہود ہیں اور صائبین جو کہ یہود ہی کی ایک جماعت ہے اور نصاریٰ اور مجوسی اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے روز مؤمنین کو جنت اور غیر مؤمنین کو جہنم میں داخل کر کے فیصلہ کر دے گا، بیشک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں سے ہر چیز سے واقف ہے یعنی اس کو علم مشاہدہ حاصل ہے۔

(ب) فرقوں کی وضاحت:

اَلَّذِیْنَ هَادُوْا: اس سے یہود مراد ہیں یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والی قوم ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، انہی کی طرف نسبت کر کے ان کو

Website:MadarseWale.blogspot.com

بنی اسرائیل کہا جاتا ہے اور اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے دس بیٹوں میں سب سے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا ان کی طرف نسبت کر کے غالباً ان کو یہود کہا جاتا ہے۔

وَالنَّصَارٰی: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والی قوم ہے غالباً ان کو نصاریٰ (قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ) کی وجہ سے کہتے ہیں۔

وَالصَّابِئِیْنَ: یہ یہود کی ایک شاخ ہے جس طرح کہ مودودی بریلوی امتِ محمدی میں سے ہے۔ علامہ جلال الدین محلی نے اس فرقہ کو یہود میں سے گردانا ہے جبکہ علامہ سیوطیؒ نے سورۂ بقرہ میں اس کو فرقۂ نصاریٰ میں شمار کیا ہے۔ (حاشیہ جلالین)

وَالْمَجُوْسَ: یہ وہ قوم ہے جو آگ کی پوجا کرتی ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ سورج کو پوجتی ہے اور عقیدہ رکھتی ہے کہ عالم دو چیز سے مرکب ہے: نور اور ظلمات اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ایسی قوم ہے جو نجاستوں کو استعمال کرتی ہے اور ان کا اصل نام نجوس ہے (نون) کے ساتھ؛ لیکن گردش لیل ونہار کی وجہ سے (نون) (میم) سے بدل گیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا: اس سے مشرکین مراد ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی مخصوص صفات کے ساتھ دوسرے کو شریک کرتے ہیں جیسے رازق، خالق اور اسی طرح عبادت میں مثلاً بتوں کو وغیرہ وغیرہ۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۸۷، جلالین: ۲۸۱

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَ اَذِّنْ﴾ نَادِ ﴿فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ فَنَادٰی عَلٰی جَبَلِ أَبِي قُبَيْسٍ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ بَنٰى بَيْتًا وَ أَوْجَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَأَجِيْبُوْا رَبَّكُمْ وَالْتَفَتَ بِوَجْهِهٖ يَمِيْنًا وَشِمَالًا وَشَرْقًا وَ غَرْبًا فَأَجَابَهٗ مَنْ كُتِبَ لَهٗ أَنْ يَحُجَّ مِنْ أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَ أَرْحَامِ الْأُمَّهَاتِ. لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَجَوَابُ الْأَمْرِ ﴿يَأْتُوْكَ رِجَالًا﴾ مُشَاةً جَمْعُ رَاجِلٍ كَقَائِمٍ وَ قِيَامٍ ﴿وَ﴾ رُكْبَانًا ﴿عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ﴾ أَيْ بَعِيْرٍ مَهْزُوْلٍ وَهُوَ يُطْلَقُ عَلَى الذَّكَرِ

Website:MadarseWale.blogspot.com

وَالْأُنْثٰى ﴿يَّاْتِيْنَ﴾ أَيِ الضَّوَامِرُ حَمْلًا عَلَى الْمَعْنٰى ﴿مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ﴾

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) مفسر علام نے حملا على المعنى کا اضافہ کیوں کیا؟ (د) جب پہلے زمانے میں نشر و اشاعت کے وسائل نہیں تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز ساری دنیا میں کس طرح پہنچ گئی؟

جواب

ترجمہ: اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے؛ چنانچہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) جبلِ ابی قُبیس پر چڑھ کر اعلان فرمایا "اے لوگو! تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اور تمہارے اوپر اس کا حج کرنا واجب کیا ہے، لہٰذا تم اپنے رب کی ندا پر لبیک کہو، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چہرے کو دائیں اور بائیں (اسی طرح) شرقاً وغرباً گھمایا؛ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر مردوں کی پشت سے اور عورتوں کے ارحام سے ہر اُس شخص نے لبیک کہا کہ جس کی قسمت میں حج لکھا ہوا تھا: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ... اور جوابِ امر "يَاْتُوْكَ رِجَالًا" ہے، رِجَالًا کے معنیٰ پیادہ پا کے ہیں اور رجال راجل کی جمع ہے جیسے قائم کی جمع قیام ہے چلے آئیں گے لوگ تیرے پاس پیدل اور سوار ہو کر دُبلے اونٹوں پر، ضامر دُبلے اونٹ کو کہتے ہیں، اس کا اطلاق نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے، آئیں گی وہ اونٹنیاں دُور دراز راستے سے، يَاْتِيْنَ بصیغۂ جمع ضامر کے معنیٰ کی رعایت کی وجہ سے لایا گیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

جب کعبہ تعمیر ہو گیا تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکارا کہ اے لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کے لیے آؤ جس کے لیے حج مقدر تھا اس کی روحوں نے لبیک کہا وہی شوق کی دبی ہوئی چنگاری ہے کہ آج ہزاروں لوگ پا پیادہ تکلیفیں اُٹھاتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور بہت سے اتنی دُور سے سوار ہو کر آتے ہیں کہ چلتے چلتے ان کی اونٹنیاں تھک جاتی ہیں؛ بلکہ عموماً حاجیوں کو موٹا تازہ اونٹ یا سواری میسر ہوتی ہی کہاں ہے،

Website:MadarseWale.blogspot.com

انہی دبلی پتلی اونٹنیوں پر منزلیں قطع کرتے ہیں یہ گویا کہ اس دعا کی مقبولیت کا اثر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی (فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ)۔

(ج) مفسر علام نے حملا علی المعنی کا اضافہ کیوں کیا؟

حملا علی المعنی: سے مفسر علام نے ایک اعتراض کو دور کیا ہے۔

اعتراض: یَاۡتُوۡكَ جمع کا صیغہ ہے جو کہ ضَامِرٍ کی صفت ہے اور ضَامِرٍ واحد ہے، تو اس کی صفت جمع کیسے ہوسکتی ہے؟ کیونکہ موصوف صفت میں واحد جمع کے اعتبار سے مماثلت ضروری ہے اور وہ یہاں مفقود ہے۔

جواب: معنیٰ کی رعایت کرتے ہوئے صفت کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے؛ اس لیے کہ کل ضامر یہ ضوامر کے معنیٰ میں ہے۔

(د) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز ساری دنیا میں کس طرح پہنچ گئی؟

ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرضیتِ حج کے اعلان کا حکم ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا یہاں تو جنگل ہے اور جہاں آبادی ہے وہ جگہ بہت دور ہے، وہاں میری آواز کیسے جائے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی ذمہ داری صرف اعلان کرنے کی ہے، پوری دنیا میں اس کو پہنچانا اور پھیلانا یہ میرے ذمہ ہے؛ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبلِ ابی قبیس پر اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہوکر اور دونوں اُنگلیوں کو کانوں میں ڈال کر یمیناً وشمالاً شرقاً وغرباً ہر طرف ندا دی۔

محل امتحان نمبر ۸۸، جلالین: ۲۹۴

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِيۡنَ جَلۡدَةً وَّ لَا تَقۡبَلُوۡا لَهُمۡ شَهَادَةً اَبَدًا‌ ۚ وَ اُولٰٓـئِكَ

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ بِهِمْ بِإِلْهَامِهِمُ التَّوْبَةَ فَبِهَا يَنْتَهِي فِسْقُهُمْ وَتُقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ وَقِيْلَ لَاتُقْبَلُ رُجُوْعًا بِالْاِسْتِثْنَاءِ إِلَى الْجُمْلَةِ الْأَخِيْرَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیر لکھیں (ج) آیت میں کون سی حد وسزا کا بیان ہے؟ ایسے محدود شخص کی شہادت قبول ہونے میں ائمہ کرام کا جو اختلاف ہے اس کو مدلل لکھیں اور قِيْلَ لَاتُقْبَلُ سے کس کا قول بیان کیا ہے؟ بوضاحت لکھیں۔

جواب

ترجمہ: اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اَسّی کوڑے مارو اور کبھی بھی اس کی شہادت قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں؛ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والے ان کے بہتان لگانے کو اور ان کے دل میں توبہ کا الہام کر کے رحمت کرنے والے ہیں سو اس توبہ کے ذریعہ ان کا فسق ختم ہو جائے گا اور ان کی شہادت قبول کی جائے گی اور کہا گیا ہے کہ قبول نہیں کی جائے گی استثناء کو جملہ اخیرہ (یعنی أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ) کی طرف راجع کرتے ہوئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیر:

اللہ تعالیٰ نے چار جرائم کی سزا خود مقرر کی ہے اور جس کی سزا خود خدا مقرر کرے اسے حدود کہتے ہیں ان چار میں سے ایک حد قذف بھی ہے زنا کی سزا اسلام میں تمام جرائم کی سزا سے سخت ہے اسی وجہ سے اس کے ثبوت کے شرائط بھی بہت سخت مقرر کیے گئے ہیں کہ اگر کوئی کسی عورت پر زنا کی تہمت لگاتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ چار گواہ لائے اس سے کم مقبول نہیں اگر شرائط میں کچھ کمی رہ گئی تو پھر تہمت لگانے والے کی خیر نہیں اس کو اَسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور مزید اس کی گواہی کسی بھی معاملہ میں قبول نہیں کی جائے گی، تاحیات اگرچہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کرلے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) آیت میں کون سی حد وسزا کا بیان ہے؟

آیتِ مذکورہ میں حدِ قذف کا بیان ہے اس سلسلہ میں ائمہ کرام کا اختلاف یہ ہے کہ محدود فی القذف فاسق ہے اور اس کی گواہی تاحیات غیر مقبول ہے بالا جماع؛ مگر ہاں جب وہ توبہ کرلے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ سے اس کا فسق بھی ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا اس کی گواہی مقبول ہوگی؛ لیکن احناف فرماتے ہیں کہ توبہ سے اس کا فسق ختم تو ہو جائے گا؛ لیکن اس کی گواہی مقبول نہیں ہوگی تاحیات۔

محدود شخص کی شہادت قبول ہونے میں ائمہ کرام کا اختلاف مع دلیل:

دلیل شوافع: آیت میں جو استثناء ہے ماقبل کے دونوں جملوں یعنی لَا تُقْبَلُ لَهُمْ شَهَادَةً اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہے۔

دلیل احناف: استثناء کا تعلق جملۂ اخیرہ یعنی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ سے ہے نہ کہ لَا تُقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً سے؛ چنانچہ پہلا حکم باقی رہا اور قِيْلَ لَا تُقْبَلُ سے احناف کے قول کے طرف ہی اشارہ ہے؛ کیونکہ مصنف شافعیؒ ہیں؛ اس لیے قِيْلَ استعمال کیا۔

قِيْلَ لَا تُقْبَلُ سے کس کا قول بیان کیا گیا ہے؟

قِيْلَ لَا تُقْبَلُ سے شوافع کا قول بیان کیا ہے۔

محل امتحان نمبر ۸۹، جلالین: ۲۹۵

(الف) عبارت با اعراب: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۱﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) متعلقہ واقعہ پر روشنی ڈالیں

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) عُصْبَةٌ کا مصداق متعین کرتے ہوئے بتائیں کہ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ میں اس کو خبر کس اعتبار سے کہا گیا ہے، وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ کا مصداق بھی متعین کریں۔

جواب

ترجمہ: بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے یہ بڑا بہتان باندھا ہے، تم ہی میں کی ایک جماعت ہے، اے مؤمنو! تم اس بہتان کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو؛ بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے، ان میں سے ہر شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا کچھ اس نے کیا، اور اس شخص کے لیے جس نے ان میں سے (اس معاملہ میں) سب سے زیادہ حصہ لیا، اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) واقعہ:

یہ غزوۂ بنی مصطلق کا واقعہ ہے جو راجح قول کے مطابق ۲ رشعبان بروز دوشنبہ ۵ھ میں پیش آیا۔ غزوۂ بنی مصطلق کو غزوۂ بنی مریسیع بھی کہتے ہیں۔

اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں، اور ایک روایت کے مطابق اُمُّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں، اس غزوہ میں بہت سارا مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا جس میں بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی صاحبزادی بھی قیدیوں میں سے تھیں، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں نکاح کرلیا۔

غزوہ سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک منزل پر فروکش ہوئے اور کوچ کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر میں اعلان کروا دیا تاکہ لوگ اپنی ضروریات سے فارغ ہوجائیں؛ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی قضاء حاجت کے لیے لشکر سے دُور چلی گئیں، وہاں سے جب واپس ہونے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہار ٹوٹ گیا، جو یمانی نگینوں کا تھا، ان کے جمع کرنے میں کچھ دیر لگ گئی، قافلہ تیار تھا اور حجاب کا حکم چوں کہ اس وقت تک نازل ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں سفر کر

Website:MadarseWale.blogspot.com

رہی تھیں اور ہودج پر پردے پڑے ہوئے تھے، ہودج برداروں نے یہ سوچ کر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں موجود ہیں، ہودج کو اونٹ پر رکھ دیا اور اونٹ کو ہانک دیا؛ چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صغیر السن تھیں؛ اس لیے دُبلی پتلی تھیں جس کی وجہ سے ہودج کے خالی ہونے کا علم، ہودج برداروں کو نہ ہوسکا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب ہار لے کر لشکر گاہ واپس آئیں تو دیکھا لشکر جا چکا ہے، اور وہاں کوئی نہ تھا، یہ خیال کر کے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے مقام پر مجھے نہ پائیں گے تو اسی جگہ میری تلاش کے لیے کسی کو روانہ فرمائیں گے، اسی جگہ چادر لپیٹ کر لیٹ گئیں اور آپ رضی اللہ عنہا کو نیند آ گئی، حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہا گری پڑی چیز کی خبر گیری کے لیے لشکر کے پیچھے رہا کرتے تھے، وہ صبح کے وقت اس

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ کوئی پڑا سو رہا ہے، جب قریب آ کر دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان گئے، اور زور سے انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ پڑھا، اس آواز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی، اور آپ نے چادر سے منہ ڈھانپ لیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نہ تو ان سے کوئی بات کی اور نہ ان سے کچھ سنا، سوائے اِنَّا لِلّٰہِ کے، حضرت صفوان نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُس پر بیٹھ گئیں، تو حضرت صفوان اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیادہ پا روانہ ہو گئے اور ٹھیک دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملے، عبداللہ ابن ابی بڑا خبیث، بدباطن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا، اسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بدبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کر دیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی منافقین سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوس ناک تذکرے کرنے لگے، تمام مسلمانوں کو اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چرچوں سے بے حد صدمہ تھا، تقریباً ایک مہینے تک یہی چرچا رہا؛ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے بالکل بے خبر تھیں، اسی دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور مزاج پرسی کر کے تشریف لے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

Website:MadarseWale.blogspot.com

تلطف اور شفقت میں کمی آنے کی وجہ سے جو سابقہ بیماریوں میں مبذول رہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل کو خلجان اور تردد تھا کہ کیا بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے ہیں اور دوسروں سے میرا حال دریافت کر کے واپس تشریف لے جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے التفاتی کی وجہ سے ان کی تکلیف میں اور اضافہ ہو گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں اور اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا قضاءِ حاجت کے لیے جنگل کی طرف چلیں، راستے میں اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا کا پیر چادر میں اُلجھ گیا جس کی وجہ سے گر گئیں، اس وقت اُمِ مسطح رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلا، تَعِسَ مسطح، مسطح ہلاک ہو گیا، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ایسے شخص کو کیوں بُرا کہہ رہی ہیں جو بدریین میں سے ہیں، حضرت اُمِ مسطح نے کہا اے بھولی بھالی لڑکی! تجھ کو خبر نہیں کہ لوگ تیرے بارے میں کیا کیا باتیں کر رہے ہیں؟ اور پھر انہوں نے پورا قصہ سنایا، جس سے ان کے مرض میں اور شدت پیدا ہو گئی، رات دن روتی رہتی تھیں، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت چاہی تا کہ ماں باپ کے ذریعہ اس واقعہ کی تحقیق کریں، جب نزولِ وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا، حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ آپ کے اہل ہیں، جو آپ کی شایانِ شان اور منصبِ نبوت و رسالت کے مناسب ہیں، ان کی عصمت و عفت کا پوچھنا ہی کیا ہے، آپ کے حرم محترم کی طہارت و نزاہت تو اظہر من الشّمس ہے، اس میں رائے مشورے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج و غم کا خیال کر کے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں فرمائی، ان کے سوا اور بھی بہت سی عورتیں ہیں، آپ اگر گھر کی باندی سے دریافت فرمائیں تو وہ سچ سچ بتا دیں گی، غرض کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور صورتِ حال معلوم کی، تو انہوں نے کہا: قسم اس ذات پاک کی

Website:MadarseWale.blogspot.com

جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوئی بات معیوب اور قابلِ گرفت نہیں دیکھی، الا یہ کہ وہ ایک کمسن لڑکی ہیں، آٹا گندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہیں، بکری کا بچہ آکر اُسے کھا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ رضی اللہ عنہا کی بات سن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اوّل خدا کی حمد بیان فرمائی، اس کے بعد عبداللہ بن اُبی کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا: اے گروہِ مسلمین! کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلے میں مدد کرے، جس نے مجھ کو میرے اہلِ بیت کے بارے میں ایذا پہنچائی، خدا کی قسم میں نے اپنے اہل سے سوائے نیکی اور پاک دامنی کے کچھ نہیں دیکھا اور علیٰ ہٰذا جس شخص کا ان لوگوں نے نام لیا ہے، اس سے بھی سوائے خیر کے کچھ نہیں دیکھا۔

آخر کار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی یہ آیتیں: إِنَّ الَّذِينَ جَآءُوا بِالْإِفْكِ إلخ نازل فرمائی، جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فخر کیا کرتی تھیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) عُصْبَةٌ کا مصداق:

اس کے مصداق حضرت حسان، حضرت مسطح اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم ہیں۔

بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ میں اس کو خیر کس اعتبار سے کہا گیا ہے؟

خیر اِس طور پر ہے کہ اس کے ذریعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت ظاہر ہوگی اور تم کو اجر دیا جائے گا۔

وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ کا مصداق:

اس سے مراد عبداللہ ابن اُبی ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کی خاطر اس معاملہ کو طول دیا اور لوگوں میں غلط بیانی کے ساتھ پھیلایا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۹۰، جلالین: ۲۹۶

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَ لَا یَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ لِلْمُؤمِنِیْنَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ بَلٰى أَنَا أُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ وَرَجَعَ إِلٰى مِسْطَحٍ مَاكَانَ يُنْفِقُهٗ عَلَيْهِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے ماقبل سے ربط واضح کریں (ج) شان نزول بھی تحریر کریں (د) آئندہ کلمات کی لغوی صرفی تحقیق کرتے ہوئے بتائیں کہ (لَا یَأْتَلِ) کون سا صیغہ ہے؟ اور اس کا مشتق منہ کیا ہے؟

جواب

ترجمہ: اور قسم نہ کھائیں وہ لوگ جو تم میں سے فضل (مال) والے اور وسعت والے ہیں کہ وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے ان کو چاہئے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کا معاملہ کریں، کیا تم کو یہ بات پسند نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے قصور کو معاف کرے اور اللہ تعالیٰ مومنین کے لیے غفور الرحیم ہے تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں چناں چہ مسطح پر جو خرچ کرتے تھے وہ جاری کر دیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیر:

یعنی تم میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت و برتری دی ان کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی کی امداد نہ کرنے پر قسم کھائیں بلکہ ان کا ظرف بڑا اور ان کے خلاف بہت وسیع ہونے چاہیے، بڑی جواں مردی تو یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے اور محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لیے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دست کشی نہ ہوا جائے اگر قسم

Website:MadarseWale.blogspot.com

کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو بلکہ اس کا کفارہ ادا کرو اور ان کی امداد جاری کردو اس سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا کیا تمہیں یہ پسند نہیں یعنی تمہیں ہی اختیار کرنی چاہیے گویا کہ ان مذکورہ آیتوں میں (تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللّٰہ) کی تعلیم دی گئی ہے حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے اس آیت کو سنا تو فوراً بول اٹھے (بَلٰی اَنَا اُحِبُّ الخ) اس کے بعد اس صحابی کی امداد بدستور جاری کردی ایک روایت میں ہے کہ پہلے سے دوگنا کردیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ماقبل سے ربط:

ماقبل میں حضرت عائشہ پر لگائے گئے الزام کا ذکر ہوا اور اس الزام میں ایک صحابی جن کو حضرت ابوبکر کی طرف سے امداد ملتا تھا شامل تھے اور چوں کہ الزام حضرت ابوبکر کی لخت جگر اور آپ علیہ السلام کی چہیتی زوجہ پر لگا تھا اس لیے حضرت ابوبکر نے ان کی اس شمولیت سے دل برداشتہ ہو کر قسم کھائی تھی کہ وہ آئندہ ان کو امداد فراہم نہیں کریں گے تو اس آیت میں اسی قسم کا ذکر اور اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف ممانعت نازل ہوئی۔

(ج) شانِ نزول:

حضرت عائشہ پر اُٹھائے گئے طوفان میں بعض پکے مسلمان بھی شامل ہو گئے تھے اپنی نادانی کی وجہ سے، انہیں میں سے ایک حضرت مسطحؓ بھی تھے خود ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے قصہ افک سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے تھے چناں چہ وہ واقعہ افک میں منافقین کے ساتھ ہو گئے تھے اپنی نادانی کی وجہ سے جب یہ طوفان رکا اور حضرت عائشہ کی برأت آسمان سے نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے قسم کھالی کہ وہ مسطحؓ کی اب مدد نہ کریں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(د) کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

ولا یاتَلِ: بابِ افتعال سے فعل نہی صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ائتلاءٌ بمعنی قسم کھانا اور مشتق منہ اَلیٰ و ایلاءٌ۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

الفضل : مصدر بمعنی بھلائی، زیادتی، احسان، مراد مالداری اور بزرگی، باب (ن)۔

السعة : مصدر بمعنی کشادگی۔

القربی : رشتہ، رشتہ داری، آپس داری۔

وَلْيَعْفُوْا : فعل امر صیغہ جمع مذکر غائب باب (ن) سے مصدر (عفواً) معاف کرنا۔

وَلْيَصْفَحُوْا : فعل امر صیغہ جمع مذکر غائب باب (فتح) مصدر (صحفا) درگزر کرنا۔

ينفق : فعل مضارع واحد مذکر غائب (إفعال) مصدر (انفاق) خرچ کرنا۔

(لَا يَاْتَلِ) کون سا صیغہ ہے؟ اس کا مشتق منہ کیا ہے؟

لَا يَاْتَلِ: باب افتعال سے فعل نہی ہے، صیغہ واحد مذکر غائب، مصدر ائتلاء اور مشتق منہ اَلی وایلاء۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۹۱، جلالین: ۲۹۸

(الف) عبارت با اعراب: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ﴾ بِالزِّنَا ﴿الْمُحْصَنٰتِ﴾ الْعَفَائِفَ ﴿الْغٰفِلٰتِ﴾ عَنِ الْفَوَاحِشِ بِأَنْ لَا يَقَعَ فِيْ قُلُوْبِهِنَّ فِعْلُهَا ﴿الْمُؤْمِنٰتِ﴾ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴿لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ﴾ نَاصَبَهٗ الْاِسْتِقْرَارُ الَّذِيْ تَعَلَّقَ بِهٖ لَهُمْ ﴿تَشْهَدُ﴾ بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّةِ ﴿عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) آیت کے ہر ہر جز کی الگ الگ تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ یہ نَاصَبَهٗ الخ سے حضرت کیا کہنا چاہتے ہیں (ج) آیت کریمہ میں عام مومنات کا ذکر ہے یا صرف ازواج مطہرات کا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کیا رائے ہے؟

جواب

ترجمہ: اور جو لوگ ایسی عورتوں کی زنا کی تہمت لگاتے ہیں جو پاکدامن ہیں اور فحش

Website:MadarseWale.blogspot.com

باتوں سے بے خبر ہیں بایں طور کہ ان کے دل میں کبھی فواحش کے کرنے کا خیال بھی نہیں آتا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی ہیں تو ایسے لوگوں پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے، اور ان لوگوں کے لیے اس دن بڑا عذاب ہوگا، جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے اعمال گواہی دیں گے، یوم کا ناصب اِسْتَقَرَّ (فعل محذوف) ہے جس سے لَهُمْ متعلق ہے یَشْهَدُ تا اور یا دونوں کے ساتھ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) آیت کے ہر ہر جز کی الگ الگ تشریح:

اس آیت میں بظاہر مذکور وہ مضمون بیان ہوا ہے جو اس سے پہلی آیات قذف میں آچکا ہے، لیکن درحقیقت ان دونوں میں ایک بڑا فرق ہے، کیوں کہ آیات حد قذف کے آخر میں توبہ کرنے والوں کا استثناء اور ان کے لیے مغفرت کا وعدہ ہے، اس آیت میں ایسا نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی لعنت اور عذاب عظیم بلا استثناء مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے حضرت صدیقہ عائشہؓ پر تہمت لگائی اور پھر اس سے توبہ نہیں کی حتی کہ قرآن کریم میں ان کی براءت نازل ہونے کے بعد بھی وہ اپنے افتراء پر قائم رہے اور تہمت کا چرچا کرتے رہے۔

ظاہر ہوتا ہے کہ قذف محصنات مطلقاً مہلکات میں سے ہے، پھر ان میں سے بھی ازواج مطہرات بالخصوص ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کا قذف تو کس درجہ گناہ ہوگا، علماء نے تصریح کی ہے ان آیت کے نزول کے بعد جو شخص عائشہ صدیقہ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر مکذب قرآن اور دائرہ اسلام میں سے خارج ہے، اور طبرانی کی ایک حدیث میں ہے، قذف المحصنة یهدم عمل مائة سنة محصنة پر تہمت لگانا سو برس کے عمل کو ڈھا دیتا ہے۔

نَاصِبَهُ الخ سے مراد:

نَاصِبَهُ لاکر مفسر علام یہ کہنا چاہتے ہیں کہ لفظ یوم کو نصب دینے والا فعل محذوف ہے اور

Website:MadarseWale.blogspot.com

وہ ہے اِسْتِقْرَارٌ مصدر سے اِسْتَقَرَّ تقدیری عبارت یہ ہوگی وعذاب عظیم استقرلھم یوم تشھد علیھم الی اخرہ مفسر علام کا ثَابِتَةٌ لانے کی مراد یہی ہے جو کہ واضح ہے۔

(ج) آیت کریمہ کی عمومیت اور ابن عباسؓ کی رائے:

یہ آیت کریمہ میں عام مؤمنات کا ذکر ہے، ازواج مطہرات کے ذکر سے عام مؤمنات کو تعلیم دینا مقصد ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی رائے:

جب عبداللہ ابن عباس سے اس آیت کے سلسلے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ازواج مطہرات پر قذف لگانا تمام انواع کفر سے سخت گناہ ہے، یہی ان کی رائے ہے۔

محل امتحان نمبر ۹۲، جلالین:۲۹۹

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْــــًٔا﴾ مِمَّا حَسِبَهُ ﴿وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ﴾ عَمَلِهِ ﴿فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ﴾ أَيْ أَنَّهُ جَازَاهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا ﴿وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۳۹ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّـجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ﴾ أَيِ الْمَوْجُ ﴿مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) آپ آیت میں بیان کردہ مثالوں کو واضح کریں (ج) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ دونوں کی نحوی ترکیب کریں (د) مذکورہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت کہ اس کو پیاسا شخص پانی سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ

Website:MadarseWale.blogspot.com

پایا جس کو وہ پانی سمجھتا تھا اور اللہ کو اپنے اعمال کے پاس پایا کہ اس نے اس کا فوراً حساب چکا دیا یعنی اللہ نے اس کافر کے عمل کا جزاء دنیا ہی میں پوری پوری دے دی اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنے والا ہے یا کافروں کے اعمالِ سیئہ کی مثال ایسی ہے کہ گہرے سمندر کی تاریکی جس کو ایک بڑی موج نے ڈھانپ لیا ہو اور اس موج کے اوپر ایک اور موج ہو اور دوسرے موج کے اوپر بادل ہو یہ تاریکیاں تہہ بہ تہہ بہت سی تاریکیاں ہیں۔(دریا کی تاریکی موج اوّل کی تاریکی موج ثانی کی تاریکی پھر اس کے اوپر بادل کی تاریکی)۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مثالوں کی وضاحت:

آیتِ کریمہ میں بتلایا گیا ہے کہ کافر دو قسم کے ہیں، ایک: وہ جو اپنے خیال وعقیدہ کے اعتبار سے کچھ اچھے کام کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد یہ کام آئیں گے؛ حالاں کہ اگر کوئی کام اچھا بھی ہو تو کفر کی نحوست کی وجہ سے عنداللہ مقبول ومعتبر نہیں اور ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسے ہی سمجھو جیسے کہ سخت دوپہر کے وقت چلچلاتی دھوپ میں جنگل وبیابان کے اندر ایک پیاسے کو دور میں پانی دکھائی دیتا ہے اور وہ شدتِ پیاس کی وجہ سے وہاں پہنچتا ہے؛ لیکن جب قریب پہنچتا ہے تو اس کو وہاں پانی نہیں؛ بلکہ ریت ملتی ہے، پیاس تو نہیں بجھتی، ہاں! سانس اور زندگی کا چراغ ضرور بجھتا نظر آتا ہے اسی طرح لوگ اعمالِ خیر کو کارآمد سمجھتے ہیں؛ لیکن جب ان کو اس کی سخت ضرورت ہوگی اللہ کے پاس پہنچے گے تو وہاں اعمالِ خیر کو تو نہیں پائیں گے؛ مگر وہاں خدا کو ضرور پائیں گے جو حساب لے گا۔

اور کافروں کی دوسری قسم وہ ہے جو سر سے پاؤں تک دنیا کی عیش وعشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں کفر وعصیان کے سمندر میں غوطے کھارہے ہیں اعمالِ خیر نہ کرتے ہیں اور نہ اس کو کارآمد سمجھتے ہیں، ان کی مثال اس طرح ہے کہ ان کے پاس روشنی کی اتنی بھی چمک نہیں جتنی کہ چمکتی ہوئی ریت سے دھوکہ کھانے والے کو نظر آتی تھی یہ لوگ خالص اندھیروں میں ہیں اور تہ بہ تہ ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع اپنے طرف نہیں آنے دیتے کافروں کی اس قسم کو قرآن میں كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ دونوں کی نحوی ترکیب:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا موصول صلہ سے مل کر مبتداء اوّل ہے اور اَعْمَالُهُمْ مبتداء ثانی ہے اور كَسَرَابٍ كَائِنٍ سے متعلق ہوکر مبتداء ثانی کی خبر مبتداء ثانی اپنی خبر سے مل کر مبتداء اوّل کی خبر، مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اور یہ بھی درست ہے کہ اَعْمَالُهُمْ، وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے بدل الاشتمال ہو اور كَسَرَابٍ، الَّذِيْنَ کی خبر ہو۔

(د) کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

قِيْعَةٌ : واحد معنیٰ چٹیل میدان۔

ظَمْاٰنٌ : پیاسا یہ فَعلان کے وزن پر صفتِ مشبہ ہے باب (سمع) سے استعمال ہوتا ہے اس کی جمع ظِمَاءٌ ہے جو فِعَالٌ کے وزن پر ہے۔

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ : گہرا سمندر، گہرا دریا، بحر (ج) بُحُوْرٌ، ابحرٌ، لُجِّيٍّ، بہت پانی والا، پانی سے بھرا ہوا، اس میں یاءِ نسبتی ہے یہ لجٌّ کی طرف منسوب ہے۔

موجٌ : جمع اَمْوَاجٌ پانی کی لہر۔

محل امتحان نمبر ۹۳، جلالین: ۳۰۱

(الف) عبارت بااعراب: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ مِنَ الْعَبِيْدِ وَالْإِمَاءِ ﴿وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ﴾ مِنَ الْأَحْرَارِ وَعَرَفُوْا أَمْرَ النِّسَاءِ ﴿ثَلٰثَ مَرّٰتٍ﴾ فِيْ ثَلٰثَةِ أَوْقَاتٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) شانِ نزول تحریر کریں

(ج) ثلث منصوب کیوں ہے؟ اور وہ تین اوقات کیا ہیں؟ اور خاص کرنے کی وجہ بھی تحریر کریں اور یہ بھی بتائیں کہ یہ امر وجوبی ہے یا استحبابی؟

Website:MadarseWale.blogspot.com

جواب

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو یعنی غلام اور باندیوں کو اور ان کو جو تم میں سے حد بلوغ کو نہیں پہنچے آزادوں میں سے؛ مگر عورتوں کے معاملے سے واقف ہو گئے ہیں تین مرتبہ یعنی تین اوقات میں اجازت لینی چاہیے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) شانِ نزول:

اس آیت کے نزول کے واقعہ کو صاحبِ صاوی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک غلام جس کو مدلج بن عمر کہا جاتا تھا اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا؛ تا کہ وہ ان کو بلا لائے جب غلام گھر پہونچا تو حضرت عمر کو بحالتِ نوم اور دروازہ بند پایا؛ چنانچہ غلام نے دروازہ کھٹکھٹایا آواز دی اور گھر میں داخل ہو گیا جس سے حضرت عمر بیدار ہو گئے اور آپ کے بدن کا کچھ حصہ کھل گیا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان اوقاتوں میں ہماری اولادوں، عورتوں اور خادموں کو بغیر اجازت گھروں میں داخل ہونے سے منع کر دے پھر جب آپؓ نبی علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مذکورہ آیت نازل ہو چکی تھی؛ چنانچہ حضرت عمرؓ نے فوراً سجدۂ شکر ادا کیا۔ (صاوی: ج/۴)

(ج) ثلث منصوب کیوں ہے؟

ثلث کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ہیں:

(۱) بر بناءِ ظرفیت منصوب ہے اور عبارت ہے ثلث اوقات.

(۲) یہ ہو سکتی ہے کہ یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہو تو عبارت ہوگی ثلث استیذانات لیکن مفسر علام نے اوّل کو ترجیح دی ہے۔ (حاشیہ جلالین)

اوقات کی تعیین:

(۱) نمازِ فجر سے پہلے (۲) دوپہر میں قیلولہ کے وقت اور (۳) عشاء کے بعد سونے کے وقت۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

وجہِ تخصیص:

صلوٰۃِ فجر سے پہلے تو وہ اس وجہ سے کہ وہ سو کر اٹھنے کا وقت ہوتا ہے جس وقت بدن پر کم کپڑے ہوتے ہیں اور اسی طرح اس وقت رات کے کپڑے اُتار کر دن کے کپڑے پہنتا ہے اس وقت بے پردگی کا زیادہ امکان بلکہ یقین ہے اور اسی طرح دوپہر میں قیلولہ کا وقت تو اس وجہ سے کہ انسان سخت گرمی اور اسی طرح سونے کی وجہ سے اپنے بدن سے زائد کپڑے اُتار دیتا ہے، بدن پر صرف مختصر کپڑا رہ جاتا ہے؛ تاکہ سونے میں آسانی ہو، تو اس وقت بھی بے پردگی کا یقین ہے، اور اسی طرح عشاء کے بعد کا وقت کہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے، اس وقت بھی لوگ بدن سے کپڑے اُتار کر سونے کے کپڑے پہنتے ہیں اور بدن پر صرف مختصر کپڑا رہ جاتا ہے اس وقت بھی بے پردگی یقینی ہے؛ اس لیے بغیر اجازت آنے سے منع کیا؛ لیکن اعتراض ہوسکتا ہے کہ اور اوقات میں بھی بے پردگی کا امکان ہے؟ تو اس کا جواب اس طور پر ہے کہ ان تین وقتوں میں اجازت لینے کا حکم غلاموں، عورتوں اور گھر پر رہنے والے مراہق بچوں کو ہے جو ہر وقت گھر میں آتے جاتے ہیں؛ ورنہ دیگر عام لوگوں کو ہر وقت اجازت لینے کا حکم ہے، اگر ان کو بھی عام لوگوں کی طرح ہر وقت اجازت کا مکلف بنا دیا جائے تو حرجِ عظیم لاحق ہوگا؛ اس لیے ان تین وقتوں میں ہی اجازت کا مکلف بنایا گیا ہے۔ (صاوی: ج ر ۴)

یہ امر وجوبی یا استحبابی؟

اس امر میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے امر کو وجوبی کہا ہے اور بعض نے استحبابی۔ (صاوی: ج ر ۴) اسی طرح بعض علماء نے اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے؛ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں چونکہ وسعت نہیں تھی، لوگوں کے دروازوں پر پردے نہیں ہوا کرتے تھے، تو یہ حکم نازل ہوا؛ لیکن جب خدا نے وسعت دی تو لوگوں نے اس آیت پر عمل کرنے میں سستی برتی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

اسی طرح حضرت سعید بن جبیرؒ سے ابوداؤد شریف میں یہی منقول ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں نے اس میں سستی برتی ہے۔ (حاشیہ جلالین)

محل امتحان نمبر ۹۴، جلالین: ۳۱۷

(الف) عبارت با اعراب: ﴿فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْ﴾ أَيْ بِأَنْ ﴿بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ﴾ أَيْ مُوْسٰى ﴿وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ أَيْ اَلْمَلَائِكَةُ أَوِ الْعَكْسُ وَبَارَكَ يَتَعَدّٰى بِنَفْسِهِ وَبِالْحَرْفِ وَيُقَدَّرُ بَعْدَ فِيْ مَكَانٌ ﴿وَسُبْحٰنَ اللهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ مِنْ جُمْلَةِ مَا نُوْدِيَ وَمَعْنَاهُ تَنْزِيْهُ اللهِ مِنَ السُّوْءِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) تفسیری فوائد کی وضاحت کریں (د) جب حضرت موسیٰ آگ میں نہیں تھے تو مَنْ فِي النَّارِ سے ان کو مراد لینا کیسے درست ہے؟

جواب

ترجمہ: جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی بابرکت ہے وہ جو اس آگ میں ہے یعنی موسیٰ اور وہ بھی جو اس کے پاس ہے یعنی ملائکہ یا اس کے برعکس اور بارك متعدی بنفسہ ہے اور متعدی بالحرف بھی اور فی کے بعد لفظ (مکان) محذوف ہے اور اللہ رب العالمین پاک ہے یہ جملہ بھی من جملہ ان جملوں کے ہے جن کے ذریعہ ندا دی گئی اس جملہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ عیب سے پاک ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یہاں حضرت موسیٰ کے مدین سے واپسی پر وادی طوی میں آگ لینے کے لیے جانے کا واقعہ اور نبوت ملنے کا واقعہ ہے چناں چہ جب حضرت موسیٰ وادی طوی میں آگ لینے کے لیے پہونچے تو معلوم ہوا کہ یہ دنیاوی آگ کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ نورانی آگ ہے جس

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے اندر نور الٰہی ظاہر ہو رہا تھا یا اس کی بجلی چمک رہی تھی پھر آپ کو نداء دی گئی ان بورك الخ
سنی زمین کا یہ ٹکڑا مبارک اور آگ میں جو کچھ ہے وہ بھی مبارک اور اس کے اندر یا اس کے
آس پاس جو ہستیاں ہیں وہ بھی مبارک مثلاً فرشتہ یا خود حضرت موسیٰ علیہ السلام تقریباً یہ
باتیں حضرت موسیٰ کو مانوس کرنے کے لیے بطور اعزاز واکرام فرمایا گیا پھر اس کے بعد
سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرما کر اس اشکال کو دور کر دیا کہ جب اللہ تعالیٰ مکان جہت،
جسم، صورت اور رنگ وغیرہ سے پاک ہے تو آگ میں تجلی کا کیا مطلب؟ تو جواب دیا کہ
اللہ کی ذات پاک آگ میں حلول کر آئی اس کی مادی مثال یہ ہے کہ آفتاب قلعی دار آئینہ
میں متجلی ہوتا ہے لیکن کون احمق کہہ سکتا ہے کہ اتنا بڑا کرہ شمس چھوٹے سے آئینہ میں سما گیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) تفسیری فوائد:

اَیْ بِاَنْ: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان نودی میں ان مصدریہ ہے نہ کہ ان تفسیریہ۔

اَیْ مُوْسٰی: یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مَنْ فِي النَّارِ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں نہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ۔

اَیْ اَلْمَلَائِكَةُ: اس کا مطلب یہ ہے کہ مَنْ فِي النَّارِ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور مَنْ حَوْلَه سے ملائکہ۔

اَوِ الْعَكْسِ: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مَنْ فِي النَّارِ سے حق تعالیٰ شانہ یا اس کا نور مراد ہے، اور مَنْ حَوْلَهٗ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ مراد ہیں۔

بَارَكَ يَتَعَدّٰى بِنَفْسِهٖ اَوْ بِالْحَرْفِ: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ بارک متعدی بنفسہ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ آیت کریمہ میں استعمال ہوا ہے، اور حرف یعنی لام، فی، علی کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔

وَيُقَدَّرُ بَعْدَ (فِيْ) مَكَانٌ: یعنی اللہ تعالیٰ کے قول مَنْ فِي النَّارِ کی تقدیری عبارت مَنْ فِيْ مَكَانِ النَّارِ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

مَنْ جُمْلَۃِ مَا نُوْدِیَ: مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی نداء دی گئی اس میں جملہ تنزیہیہ بھی ہے یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

(د) جب حضرت موسیٰؑ آگ میں نہیں تھے تو مَنْ فِی النَّارِ سے ان کو مراد لینا کیسے درست ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اس کا جواب یہ ہے کہ قریب شئی کو شئی کا حکم دے دیا جاتا ہے تو اگرچہ وہ آگ میں نہیں تھے لیکن آگ کے قریب تو تھے جیسا کہ جب کوئی شخص منزل کے قریب ہوتا ہے حالاں کہ وہ منزل تک پہنچا نہیں ہے اس کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے بَلَغَ فلان المنزل. (حاشیہ جلالین)

محل امتحان نمبر ۹۵، جلالین: ۳۴۱

(الف) عبارت با اعراب: ﴿الٓمّٓ﴾ اَللّٰہُ أَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ ﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ وَهُمْ أَهْلُ كِتَابٍ غَلَبَتْهَا فَارِسُ وَلَيْسُوْا أَهْلَ كِتَابٍ بَلْ يَعْبُدُوْنَ الْأَوْثَانَ ﴿فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ﴾ أَيِ الرُّوْمُ ﴿مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ﴾ أُضِيْفَ الْمَصْدَرُ إِلَى الْمَفْعُوْلِ أَيْ غَلَبَةِ فَارِسَ إِيَّاهُ ﴿سَيَغْلِبُوْنَ﴾ فَارِسَ ﴿فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) شانِ نزول تحریر کریں

(ج) جب اہلِ روم اور فارس دونوں کفار تھے تو پھر مسلمان اہل روم کے غلبہ کی تمنا کیوں کر رہے تھے؟ (د) (اَدْنَى الْاَرْضِ) سے کون سی جگہ مراد ہے؟ (بِضْعِ سِنِيْنَ) کا اطلاق کتنے سے کتنے پر ہوتا ہے؟ اہل روم کو اہل فارس پر کب غلبہ ہوا؟ اور روم و فارس سے کون سے ممالک مراد ہیں؟

جواب

ترجمہ: الٓمّٓ اس کی مراد اللہ ہی بہتر جانتا ہے رومی مغلوب ہو گئے اور وہ اہل کتاب ہیں ان

Website:MadarseWale.blogspot.com

کو اہل فارس نے مغلوب کر دیا اور وہ اہل کتاب نہیں ہیں بلکہ بت پرست ہیں قریبی زمین میں اور وہ روم مغلوب ہونے کے بعد مصدر کی اضافت مفعول کی جانب کی گئی ہے آئی غُلِبَتْ فَارِسُ اِیَّاهُمْ عنقریب وہ چند سالوں میں اہل فارس پر غالب آ جائیں گے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) شانِ نزول:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کے قیام کے دوران روم و فارس کے درمیان حالت بہت زیادہ کشیدہ تھے گویا وہ حالت جنگ میں تھے آخرکار دونوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی اس جنگ میں اہل مکہ کی ہمدردیاں فارس کے ساتھ اور مسلمانوں کی ہمدردیاں روم کے ساتھ تھی یعنی کفار فارس کے سپوٹر تھے اور مسلمان روم کے سپوٹر تھے مشرکین مکہ کی یہ خواہش تھی کہ اہل فارس روم پر غالب آ جائیں اور مسلمانوں کی خواہش تھی کہ اہل روم فتح مند ہوں مگر ہوا یہ کہ اہل فارس روم پر غالب آ گئے اس سے مشرکین مکہ نے خوشیاں منائیں اور مسلمان کو عار دلائی کہ تم جس کو چاہتے تھے وہ ہار گئے اور جس طرح آج روم کو شکست ہوئی ہے ہمارے مقابلہ میں تم کو بھی اسی طرح شکست ہوگی اس سے مسلمانوں کو رنج ہوا جس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ چند سال بعد روم اہل فارس پر غالب آ جائیں گے۔

(ج) مسلمانوں کا اہلِ روم کے غلبہ کی تمنا کرنا:

مسلمان رومیوں کے غلبہ کو اس لیے پسند کرتے تھے کہ اگرچہ دونوں ہی فریق کفار تھے؛ مگر ان دونوں مشرکوں میں فارس آتش پرست مشرک تھے اور روم نصاری اہل کتاب تھے، ظاہر ہے کہ دونوں میں سے نصاریٰ اہلِ کتاب مسلمانوں سے نسبتاً قریب ہیں اس لیے کہ دونوں اہل کتاب ہیں اور خدا کو ماننے والے ہیں۔

(د) (اَدْنَی الْاَرْضِ) سے کون سی جگہ مراد ہے؟

اَدْنَی الْاَرْضِ: سے اذرعات مراد ہے اور ایک قول کے مطابق اردن مراد ہے۔

(حاشیہ جلالین)

Website:MadarseWale.blogspot.com

(بِضْعِ سِنِيْنَ) کا اطلاق کتنے سے کتنے پر ہوتا ہے؟

بِضْعِ سِنِيْنَ: اس کا اطلاق تین سے لے کر نو تک یا تین سے لے کر دس تک ہوتا ہے اور یہی راجح ہے۔

اہلِ روم کو اہلِ فارس پر کب غلبہ ہوا؟

ایک قول کے مطابق یوم حدیبیہ میں ہوا اور ایک قول کے مطابق یوم بدر میں ہوا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

روم و فارس سے مراد:

فارس سے مراد ممالکِ ایران ہے جس کو کسریٰ کہا جاتا ہے، اور روم سے مراد ممالکِ شام مصر اور ایشیا جس کی دار السلطنت قسطنطنیہ ہے اور جس کو ممالکِ قیصر بھی کہا جاتا ہے۔

محل امتحان نمبر ۹۶، جلالین: ۳۴۸

(الف) عبارت با اعراب: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ مَتٰى تَقُوْمُ ﴿وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾ بِوَقْتٍ يَعْلَمُهٗ ﴿وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ ذَكَرٌ أُنْثٰى وَلَا يَعْلَمُ وَاحِدًا مِنَ الثَّلٰثَةِ غَيْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَ مَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ مِنْ خَيْرٍ أَوْ شَرٍّ وَيَعْلَمُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَ مَا تَدْرِىْ نَفْسٌۢ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ﴾ بِكُلِّ شَيْءٍ ﴿خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾﴾ بِبَاطِنِهٖ كَظَاهِرِهٖ رَوَى الْبُخَارِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسَةٌ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ إِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) ان پانچ ہی کی تخصیص کیوں ہے جبکہ کل مغیبات کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے؟ عِلْمُ الْقِيَامَةِ کو عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ سے بیان فرما کر اسلوبِ کلام کے بدلنے کی کیا وجہ ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب

ترجمہ: بلاشبہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم کہ کب واقع ہوگی اور وہی بارش نازل کرتا

Website:MadarseWale.blogspot.com

ہے اس وقت میں جس کو وہ جانتا ہے اور اس کو بھی جانتا ہے جو رحمِ مادر میں ہوتا ہے آیا لڑکا ہے یا لڑکی؟ اور تینوں میں سے ایک کو بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا خیر یا شر اللہ اس کو جانتا ہے اور نہ کسی کو یہ معلوم کہ وہ کہاں مرے گا اور اللہ کو معلوم ہے بلا شبہ اللہ کو ہر شئ کا علم ہے اور وہ ہر شئ کے باطن سے اسی طرح واقف ہے جس طرح ظاہر سے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے مَفَاتِحَ الْغَيْبِ خَمْسَةٌ والی حدیث نقل کی ہے اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ إلی آخر السورۃ.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یعنی قیامت کے وقوع کا یقینی علم کسی کو نہیں نہ کسی فرشتے کو نہ کسی نبیٔ مرسل کو، بارش کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، آثار و علامات سے تخمینہ تو لگایا جا سکتا ہے؛ مگر یہ تخمینے کبھی صحیح ثابت ہوتے ہیں کبھی غلط، حتیٰ کہ محکمۂ موسمیات کے اعلانات بھی بعض دفعہ صحیح ثابت نہیں ہوتے ہیں، جس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ بارش کا صحیح و حتمی علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، اور رحمِ مادر میں مشینی ذرائع سے جنسیت کا ناقص اندازہ تو شاید ممکن ہو کہ بچہ ہے یا بچی؛ لیکن رحمِ مادر میں نشو و نما پانے والا بچہ نیک بخت ہے یا بد بخت، ناقص ہوگا یا کامل، خوبصورت ہوگا یا بدصورت ان باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، اسی طرح انسان کل کیا کرے گا خواہ دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا، آنے والے کل کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں معلوم کہ کل کا دن آئے گا بھی یا اس سے پہلے وہ لقمۂ اجل بن جائے گا، اسی طرح کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ اسے موت کہاں آئے گی، گھر میں یا گھر سے باہر، اپنے وطن میں یا وطن سے باہر، جوانی میں یا بڑھاپے میں، یہ سب باتیں کسی کو یقینی طور پر معلوم نہیں، یہ تمام باتیں غیب کی ہیں جو پردۂ غیب میں رہتی ہیں۔

(ج) وجہ تخصیص:

اِس آیتِ کریمہ میں پانچ چیزوں کے علم کا حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا ان پانچ

Website:MadarseWale.blogspot.com

چیزوں کے خاص اہتمام کو بتلانے کے لیے ہے، اور تخصیص واہتمام کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر جن غیب کی چیزوں کو انسان معلوم کرنے کا شائق ہوتا ہے وہ یہی پانچ چیزیں ہیں نیز علمِ غیب کا دعویٰ کرنے والے نجومی وغیرہ جن چیزوں کی خبریں وغیرہ بتایا کرتے ہیں اوراس کے ذریعہ اپنا عالم الغیب ہونا ثابت کرتے ہیں وہ یہی پانچ چیزیں ہیں۔

(معارف القرآن: ج ۷)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

اسلوبِ کلام کے بدلنے کی وجہ:

علمِ قیامت کو عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ کے ذریعہ بیان فرمایا اس اسلوبِ کلام کے بدلنے کو بلاغت کی اصطلاح میں تفنن کہتے ہیں۔اس آیتِ کریمہ میں یہی تفنن کا طریقہ اور طرز استعمال کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ آخری دو چیزیں آئندہ کل میں انسان کیا کرے گا اور یہ کہ وہ کس زمین میں مرے گا یہ دونوں تو خود انسان کی ذات کے متعلق علم ہے، ان میں احتمال کرسکتا تھا کہ انسان ان کے علم کے حاصل کرنے میں تگ ودو کرے؛ اس لیے ان دونوں میں خصوصیت کے ساتھ غیر اللہ کو منفی کر کے بیان کیا گیا ہے جس سے پہلی تین چیزوں کا علم غیر اللہ کے لیے نہ ہونا بدرجۂ اولیٰ ثابت ہو گیا کہ جب انسان خود اپنے حالات و اعمال کو اور ان کے انتہا یعنی موت اور اس کی جگہ کو نہیں جانتا ہے تو آسمان سے اُترنے اور برسنے والی پانی اور آسمان و زمین کے ٹوٹنے پھوٹنے اور رحمِ مادر میں چھپا ہوا بچہ کا علم کیسے جانے گا جو کہ بعید بھی ہے، تاریکی میں مخفی بھی ہے۔ (معارف القرآن: ج/ ۷)

محل امتحان نمبر ۹۷، جلالین: ۳۵۶

(الف) عبارت بااعراب: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ فِي الدُّخُوْلِ بِالدُّعَاءِ ﴿اِلٰى طَعَامٍ﴾ فَتَدْخُلُوْا ﴿غَیْرَ نٰظِرِیْنَ﴾ مُنْتَظِرِیْنَ ﴿اِنٰىهُ﴾ نَضْجَهٗ مَصْدَرُ أَنِيَ یَأْنِي ﴿وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا﴾ تَمَكَّثُوْا ﴿وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ﴾.

Website:MadarseWale.blogspot.com

(الف) آیتِ کریمہ کا شانِ نزول لکھ کر پوری عبارت کا ترجمہ اور مطلب تحریر کریں (ب) اناہ کی لغوی صرفی تحقیق کرکے بتائیں کہ یہ لفظ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

جواب

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بغیر بلائے مت جایا کرو؛ مگر یہ کہ تم کو کھانے کے لیے دعوت کے طور پر آنے کی اجازت دیدی جائے تو اس طرح داخل ہو سکتے ہو کہ کھانے کی تیاری کے منتظر نہ رہو، اِنیٰ أَنيٰ يَأْنِيْ کا مصدر ہے، لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جایا کرو پھر جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور آپس میں باتوں میں دلچسپی لے کر بیٹھے نہ رہا کرو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب اور شانِ نزول:

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر حضرت زینب بنت جحش کے ولیمے میں صحابہ کرام تشریف لائے جن میں سے بعض کھانے کے بعد بھی بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی، تاہم حیاو اخلاق کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جانے کے لیے نہیں فرمایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری کی روایت میں واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے، حضرت انس فرماتے ہیں کہ چوں کہ اس واقعہ کے وقت خود موجود تھا اس لیے آیت حجاب کی حقیقت سے میں زیادہ واقف ہوں، جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد حرم نبوی میں داخل ہوئیں تو آپ نے ولیمے کی دعوت کی، کھانے کے بعد کچھ لوگ وہیں جم کر باتیں کرنے لگے، ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف رکھتے تھے، اور حضرت زینب بھی اس جگہ پر موجود تھیں جو حیاء کی وجہ سے دیوار کی طرف اپنا رخ پھیرے ہوئے بیٹھی تھیں، یہ نزول حجاب سے پہلے کی بات ہے کہ جب زنانہ مکانوں میں مردوں کے داخل ہونے پر پابندی نہیں تھی بلکہ دعوت وغیرہ کا انتظام زنانہ خانہ میں ہی ہوتا تھا، ان لوگوں کے اس طرح

Website:MadarseWale.blogspot.com

دیر تک بیٹھنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی آپ ان لوگوں کو اٹھنے کا اشارہ دینے کے طور پر باہر نکلے اور حضرت عائشہ کے گھر تک تشریف لے گئے یہ خیال کر کے کہ اب شاید لوگ چلے گئے ہوں گے واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ حضرات بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو اس کا بہت احساس ہوا، تھوڑی دیر گھر میں قیام کرنے کے بعد پھر باہر تشریف لے گئے، کچھ دیر کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو وہ حضرات بدستور ڈٹے ہوئے تھے، جب ان حضرات کو احساس ہوا تو اٹھ کر چلے گئے، اس واقعہ کے کچھ ہی دیر بعد مذکورہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے پڑھ کر سنائی، چناں چہ اس آیت میں دعوت کے آداب بتلائے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ اس وقت جاؤ کھانا تیار ہو چکا ہو، پہلے ہی جا کر دھرنا مار کر نہ بیٹھ جاؤ، دوسرے یہ کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے جایا کرو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) اناہ کی لغوی صرفی تحقیق:

اِنَاہُ : اٰنِیَۃٌ کی جمع ہے اس کی اور جمع اَوَانٍ اَلْاَوَانِي اس کا معنی برتن ہے۔

اناہ : انی یانی فعل کا مصدر ہے بروزن رمی یرمی معنی ہے پکنا، تیار ہونا از باب ضرب یضرب انی بالکسر مصدر سماعی ہے اور انی بالفتح مصدر قیاسی ہے۔

اِنَاہُ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

اِنَاہُ ترکیب میں ناظرین اسم فاعل سے مفعول بہ واقع ہوا ہے۔

محل امتحان نمبر ۹۸، جلالین: ۳۶۰

(الف) عبارت با اعراب: ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ﴾ قَبِيْلَةٌ سُمِّيَتْ بِاسْمِ جَدٍّ لَهُمْ مِنَ الْعَرَبِ ﴿فِيْ مَسْكَنِهِمْ﴾ بِالْيَمَنِ ﴿اٰيَةٌ﴾ دَالَّةٌ عَلٰى قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿جَنَّتٰنِ﴾ بَدَلٌ ﴿عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ ﴿كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ

Website:MadarseWale.blogspot.com

اشْكُرُوْا لَهٗ﴾ عَلٰی مَا رَزَقَكُمْ مِنَ النِّعْمَةِ فِيْ أَرْضِ سَبَاءٍ ﴿بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ﴾ لَيْسَ فِيْهَا سَبَاخٌ وَلَا بَعُوْضَةٌ وَلَا ذُبَابَةٌ وَغَيْرُهَا وَاللهُ ﴿وَرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَأَعْرَضُوْا﴾ عَنْ شُكْرِهٖ وَكَفَرُوْا ﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ﴾ فَأَغْرَقْنَا جَنَّتَيْهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ ﴿وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَّأَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾﴾.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں۔ (ج) فوائد تفسیریہ لکھیں (د) مختصراً (سیلِ عرم) کا قصہ لکھتے ہوئے بتائیں کہ یہ (سد) کس نے بنائی تھی؟ اور یہ واقعہ کس نبی کے زمانہ کا ہے؟ (ہ) اور عرم، خمط اور اثل کی لغوی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: قومِ سبا کے لیے ملک یمن میں ان کی بستیوں کے اندر اللہ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیاں موجود تھیں سبا ایک قبلیہ کا نام ہے ان کے عربی جداعلی کے نام پر رکھا گیا ہے ان کے دائیں اور بائیں دو در یہ باغ تھے، (جنتان، اٰیۃ) سے بدل ہے، اور ان سے کہا گیا اپنے رب کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور ملک سبا میں تم دی گئی نعمتوں کا شکر ادا کرو یہ عمدہ شہر ہے یعنی اس میں نہ زمین میں شور ہے اور نہ مچھر نہ مکھی وغیرہ، اور بخشنے والا رب ہے لیکن انہوں نے اس کے شکر سے اعراض کیا اور ناشکری کی تو ہم نے ان پر بند کا پانی بھیج دیا چناں چہ اس پانی نے ان کے دونوں باغوں کو اور ان کے اموال کو غرق کر دیا اور ہم نے اس دونوں باغوں کے عوض ایسے دو باغ دیے جن کے پھل بدمزہ کڑوے کسیلے تھے اور بکثرت جھاؤ کے درخت اور کچھ جنگلی بیریاں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یعنی قوم سبا کے جو دو باغ تھے جن باغوں کے دو طویل سلسلے دائیں اور بائیں میلوں تک چلے گئے تھے جن میں قسم قسم کے میوے اور نہایت خوبصورت درخت اور چھوارے

Website:MadarseWale.blogspot.com

کے نہایت بلند درخت لگے ہوئے تھے، اور ان درختوں سے نہایت شیریں خوشبو پھیلا کرتی تھی، گویا کہ اللہ کی یہ نشانیاں زبان حال سے کہہ رہی تھی، کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہو اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو، کفر اور عصیان اختیار کر کے ناشکرے مت بنو، اگر وہ سمجھتے تو خدا کی رحمت وقدرت کی یہی نشانیاں ان کے یمان لانے اور شکر گزار بندے کے لیے کافی تھا، لیکن ایسی وسیع نعمتوں اور انبیاء علیہم السلام کے تنبیہات کے باوجود انہوں نے اللہ کے احکام سے روگردانی اور سرکشی کی تو اللہ نے ان پر سیل عرم چھوڑ دیا جس کی وجہ سے پورا کا پورا شہر تباہ و برباد ہو گیا اور پھل دار درخت کی جگہ ایسے خار دار درخت اگ آئے کہ اول تو ان پر پھل ہی نہیں لگتا تھا، اور اگر کسی میں لگتا بھی تو نہایت کڑوا کسیلا اور بدمزہ جنہیں کوئی کھا ہی نہیں سکتا تھا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) فوائدِ تفسیریہ:

سُبِّيَتْ بِأسْمِ جَدٍّ لَهُمْ مِنَ الْعَرَبِ یعنی سبا ایک قبیلہ کا نام ہے جو ان کے جداعلی کے نام پر رکھا گیا ہے اور وہ جداعلیٰ سبا بن یشجب ابن یعرب بن قحطان ہے۔

(صاوی: ج/۵)

(یمن) یہ قبیلہ ملک یمن میں آباد تھا اس کے ضعاء کے درمیان تین دن کا فاصلہ ہے۔ (صاوی: ج/۵)

دَالَّةٌ عَلَى قُدْرَةِ اللهِ تَعَالَى: یعنی جب عقل مند آدمی اس میں غور کرے گا اور اللہ کی قدرت پر اس کے ذریعہ استدلال کرے گا تو اس کو ایمان لانا آسان ہو جائے گا۔

(صاوی: ج/۵)

قِيْلَ لَهُمْ: اس بات کر طرف اشارہ ہے کہ آگے کا جملہ مقولہ ہے اور قول محذوف ہے۔

أَرْضِ سَبَاءٍ: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ (بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ) محذوف کی خبر ہے اور وہ کلام مستانف ہے۔

سَبَاخٌ: سبخة کی جمع معنی نمکین زمین۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(د) مختصراً (سیلِ عرم) کا قصہ:

واقعہ یہ ہے کہ جب خدا نے اس قوم کو سزا دینے کا ارادہ کیا فرمایا تو اس نے عظیم الشان بند (ڈیم) پر اندھے چوہے مسلط کر دئے جنہوں نے اس کی بنیادیں کھوکھلی کر دی جب بارش اور سیلاب کا وقت آیا تو پانی کے دباؤ سے بند ٹوٹ گیا اور پورا شہر غرق ہو گیا۔

یہ (سد) کس نے بنائی تھی؟

اس بند کو ملکۂ بلقیس نے بنوایا تھا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

یہ واقعہ کس نبی کے زمانہ کا ہے؟

یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا ہے۔

(ہ) کلمات کی لغوی تحقیق:

عَرِمٌ : عِرَامَةٌ مصدر سے صفت مشبہ ہے باب (کرم) معنیٰ سخت بند۔

خَمْطٌ : خَمْطٌ مصدر سے فعل کے وزن پر صفتِ مشبہ ہے باب (سمع) معنیٰ بدمزہ۔

اَثْلٌ : واحد اَثْلَۃٌ جھاؤ کے درخت جس سے ٹوکریاں بنائی جاتی ہیں۔

محل امتحان نمبر ۹۹، جلالین: ۴۲۳

(الف) عبارت باعراب: ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ قَضَيْنَا بِفَتْحِ مَكَّةَ وَغَيْرِهَا فِي الْمُسْتَقْبَلِ عَنْوَةً بِجِهَادِكَ ﴿فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝١﴾ بَيِّنًا ظَاهِرًا ﴿لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ﴾ بِجِهَادِكَ ﴿مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ﴾ مِنْهُ لِتَرْغِيْبِ أُمَّتِكَ فِي الْجِهَادِ وَهُوَ مُؤَوَّلٌ لِعِصْمَةِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِالدَّلِيْلِ الْعَقْلِيِّ الْقَاطِعِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَاللَّامُ لِلْعِلَّةِ الْغَائِيَّةِ فَمَدْخُوْلُهَا مُسَبَّبٌ لَا سَبَبٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھیں (ج) تفسیری فوائد کی وضاحت

Website:MadarseWale.blogspot.com

کریں (د) اس آیتِ کریمہ کی کیا تاویل کی گئی ہے؟ علت غائیہ کسے کہتے ہیں؟ نیز بتائیں کہ فَمَدْخُوْلُهَا مُسَبَّبٌ الخ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی یعنی آپ کے جہاد کے ذریعہ ہم نے بزورِ شمشیر مستقبل میں مکہ وغیرہ کی فتح کا فیصلہ کر دیا تا کہ تیری امت کو جہاد میں رغبت ہو اور مذکورہ آیت مؤول ہے انبیاء کے گناہوں سے دلیل عقلی و قطعی سے معصوم ہونے کی وجہ اور لام علت غائیہ کے لیے ہے لہٰذا اس کا مدخول مسبب ہے نہ کہ سبب۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

مذکورہ آیتِ کریمہ میں صلح حدیبیہ اور اس کے فتح مبین ہونے کا ذکر ہے صلح حدیبیہ جن شروط پر ہوا تھا اس سے تمام صحابہ غمگین تھے اور مزید یہ سورت نازل ہوئی تو وہ اس صلح کے ظاہر دیکھ کر اور بھی متعجب ہوئے لیکن صحابہ خود فرماتے ہیں کہ اصل فتح مبین فتح مکہ نہیں؛ بل کہ صلح حدیبیہ ہے کیوں کہ اسی صلح کے نتیجہ میں یہ ہوا کہ صحابہ کی تعداد اس وقت ڈیڑھ ہزار تھی لیکن فتح مکہ کے وقت دس ہزار ہو چکی تھی اور یہ اصلاً صرف فتح مکہ کا نہیں بلکہ اس کے بعد تمام فتوحات کا کلید اور دیباچہ تھا کیوں کہ جب جنگ و جدال سے تمام لوگوں کو یکسو ہو کر مسلمانوں سے ملنے کا موقع ملا تو انہیں ٹھنڈے دماغ سے اسلام کو سمجھنے میں دیر نہ لگی اور وہ اسلام میں داخل ہوتے گئے اور اس زمانہ میں اتنے مسلمان ہوئے کہ اس سے پہلے اتنے مسلمان نہ ہوئے تھے اور جس طرح سلاطین عالم کسی بہت بڑے فتح اور جنرل کو اعزاز و اکرام سے نوازتے ہیں اسی طرح خدا نے آپ کو خطابوں سے نوازا؛ اس میں اول (لِّيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ). اور باقی اس کے بعد مذکور ہے۔

(ج) تفسیری فوائد کی وضاحت:

بَيِّنًا ظَاهِرًا: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مبین ابان سے لازم ہے نہ کہ متعدی۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

قَضَيْنَا بِفَتْحِ مَكَّةَ یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔

اشکال: یہ آیت نازل ہوئی ہے صلح حدیبیہ سے لوٹنے کے وقت اور صلح حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی ہے، اور مکہ ۸ھ میں فتح ہوا پھر اس فتح مکہ کو ماضی کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کرنا کیسے درست ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جواب: یہ ہے کہ ماضی سے تعبیر کرنا قضاء ازلی کے اعتبار سے ہے یعنی ہم نے ازل میں ہی آپ کے لیے فتح مبین کر دیا۔ (صاوی)

عَنْوَةً: یعنی فتح مکہ بزور شمشیر ہوا ہے یہ امام صاحب کا مذہب ہے اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ صلح سے فتح ہوا۔ (صاوی)

بِجِهَادِكَ: اِس سے ایک سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: یہ کہ فتح مکہ باری تعالیٰ کا فعل ہے اور مغفرت کا تعلق آپ کی ذات سے ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ فتح جو کہ باری تعالیٰ کا فعل ہے یہ آپ کی مغفرت کی علت ہے اور یہ درست نہیں اس لیے کہ ایک کا فعل دوسرے کی علت نہیں بن سکتا ہے لہٰذا فتح مکہ پر آپ کی مغفرت کا مرتب ہونا بھی درست نہیں۔

جواب: مفسر نے (بِجِهَادِكَ) کے ذریعہ دیا کہ بِجِهَادِكَ کا تعلق فتح مکہ کے ساتھ ہے، یعنی فتح تو باری تعالیٰ نے ہی فرمائی مگر اس کا ظاہری سبب اور ذریعہ آپ کا جہاد بنا، اس طرح آپ کی مغفرت کا فتح مکہ پر مرتب ہونا درست ہوگیا۔

لِتَرْغِيبِ أُمَّتِكَ: یہ جہاد پر مغفرت کے مرتب ہونے کی علت ہے کہ مغفرت کی خواہاں آپ کی امت اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

(د) اس آیتِ کریمہ کی کیا تاویل کی گئی ہے؟

اس میں تین تاویل کی گئی ہیں:

(۱) خطاب اگرچہ آپ کو ہے لیکن مراد امت ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(۲) ذنوب سے مراد حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ کے قاعدے سے خلاف اولی مراد ہے، اور اس کا نبی سے صدور ہو سکتا ہے۔

(۳) مغفرت سے مراد ستر و حجاب ہے پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اور آپ کے صدورِ ذنوب کے درمیان ستر و حجاب حائل کر دیا؛ تاکہ آپ سے گناہ کا صدور ہی نہ ہو۔

علتِ غائیہ کسے کہتے ہیں؟

علتِ غائیہ وہ علت ہے جس کے لیے معلول کا وجود ہو مثلاً قلم کاپی پر لکھنے کے لیے یعنی لکھنا قلم کاپی کے لیے علت غائیہ ہے کیونکہ ان دونوں کا وجود لکھنے کے لیے ہوا ہے۔ (کتاب التعریفات)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

فَمَدْخُوْلُهَا مُسَبَّبٌ الخ سے مفسر کیا بتانا چاہتے ہیں؟

اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ (لِيَغْفِرَ) میں لام علت غائیہ کا ہے نہ کہ باعث کا یعنی مغفرت مسبب ہے نہ کہ سبب، سبب فتح ہے اور مسبب مغفرت ہے نہ کہ اس کے برعکس یعنی بذریعہ جہاد فتح مکہ مغفرت کا سبب ہے نہ کہ مغفرت فتح مکہ کا سبب۔

محل امتحان نمبر ۱۰۰، جلالین: ۴۲۳

(الف) عبارت باعراب: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ﴾ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ ﴿اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ هُوَ نَحْوُ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ الَّتِيْ بَايَعُوْا بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ تَعَالٰى مُطَّلِعٌ عَلٰى مُبَايَعَتِهِمْ فَيُجَازِيْهِمْ عَلَيْهَا ﴿فَمَنْ نَّكَثَ﴾ نَقَضَ الْبَيْعَةَ ﴿فَاِنَّمَا يَنْكُثُ﴾ يَرْجِعُ وَبَالُ نَقْضِهٖ ﴿عَلٰى نَفْسِهٖ﴾ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ﴾ بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ ﴿اَجْرًا عَظِيْمًا﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب لکھیں (ج) فوائد

Website:MadarseWale.blogspot.com

تفسیر یہ کی وضاحت کریں (د) بیعت کسے کہتے ہیں؟ اور یہ بیعت کہاں ہوئی اور کیوں ہوئی؟ مختصراً واقعہ لکھیں اور بتائیں کہ یَدُ اللّٰہِ سے کیا مراد ہے؟

جواب

ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ آپ سے حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کر رہے ہیں یقیناً وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اور یہ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ کے مانند ہے اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے جس پر مومنین نے بیعت کی تھی آپ علیہ السلام سے، یعنی اللہ تعالیٰ ان کی بیعت کی اس کارروائی سے باخبر ہے سو وہ ان کو اس پر اجر دے گا تو جو شخص عہد شکنی کرے گا یعنی بیعت توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اسی پر پڑے گا یعنی اس کی عہد شکنی اسی کی طرف لوٹے گی اور جو شخص اس کو پورا کرے گا جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اجرِ عظیم عطاء کرے گا فَسَیُؤْتِیْہِ یاء اور تاء دونوں کے ساتھ ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

ماقبل میں صلح حدیبیہ کا ذکر تھا، یہاں سے بیعتِ رضوان کا ذکر ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پر صحابہ کرام سے لی تھی، اس میں اختلاف ہے کہ کس چیز کے لیے تھی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس پر لی تھی کہ ہم جان دے دیں گے؛ مگر پیچھے نہیں ہٹیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ عدمِ فرار اور کمالِ ثبات پر تھی (دونوں تقریباً ایک ہی ہیں) یعنی لوگوں کا نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر ہاتھ ڈال کر بیعت کرنا گویا کہ اللہ سے بیعت کرنا ہے؛ کیونکہ نبی حقیقت میں خدا ہی کی طرف سے بیعت لیتا ہے اور اسی کے احکام کی تاکید و تعمیل پر بیعت کرواتا ہے؛ چنانچہ جب بیعت خدا سے ہوتی ہے تو لامحالہ خدائی نصرت و مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے، پس جو شخص اس بیعت کو توڑے گا وہ خود ہی اپنے حق میں نقصان کرے گا اور اس کا وبال اس پر ہوگا اور اگر ایفاء عہد کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطاء کریں گے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) فوائدِ تفسیریہ:

بیعة الرّضوان بالحديبية: اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آیت میں جس بیعت کا ذکر ہورہا ہے وہ مشہور بیعت، بیعتِ رضوان ہے جو مقامِ حدیبیہ میں پیش آئی۔

هو نحو من يطع الله إلخ: اس سے بتانا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعضاء و جوارح سے پاک ہے اور آیت میں جو اللہ سے بیعت کا ذکر ہے اس سے مطلب اس کے نبی سے بیعت ہے کہ جس طرح جو نبی کی اطاعت کرے گا گویا کہ وہ خدا کی اطاعت کرے گا۔ (حاشیہ جلالین)

التي يبايعونها النبي: اس سے بھی یہی بتلانا مقصود ہے کہ یہاں جو آیت کے ظاہر سے سمجھ میں آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے جبکہ وہ اس سے پاک ہے تو اسی کو فرمایا کہ وہ ہاتھ جس پر مومنین بیعت کر رہے تھے وہ نبی علیہ السلام کا ہاتھ تھا اور مؤمنین کے ہاتھوں پر اللہ کے ہاتھ ہونے کا مطلب اس بیعت کی کارروائی سے باخبر ہونا ہے۔

نقض البيعة: اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہاں پر نکث کا مفعول محذوف ہے اور وہ بیعت ہے بالياء والنون اس سے اشارہ ہے کہ یہاں پر دیگر اور قرأتیں بھی ہیں، ایک غائب کے صیغہ کے ساتھ ایک متکلم کے صیغہ کے ساتھ۔

(د) بیعت کسے کہتے ہیں؟

بیعت اصل میں اس عقد کو کہتے ہیں جس کو انسان اپنے نفس پر کرتا ہے امام کی اطاعت کرنے کے سلسلے میں اور اس بات کو پورا کرنے کے لیے جس کا اس نے اپنے اوپر اس بیعت میں التزام کیا ہے۔ (صاوی: ج/ ۵)

یہ بیعت کہاں ہوئی اور کیوں ہوئی؟

یہ بیعت مقامِ حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے ہوئی، جو کیکر کا تھا، اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

مختصراً واقعہ لکھیں:

جب آپ علیہ السلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش سے بات کرنے کے لیے روانہ کیا تھا بطور قاصد کے، تو آپ کو غلط خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قتال پر بیعت لی جس میں تمام مسلمان شریک ہوئے، سوائے جد بن قیس کے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

یَدُ اللّٰہِ سے کیا مراد ہے؟

اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اس بیعت کے تمام احوال سے باخبر ہونا اور اس کی مدد کا مسلمانوں کے ساتھ شامل ہونا مراد ہے۔

محل امتحان نمبر ۱۰۱، جلالین: ۴۲۵

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَکَّةَ﴾ بِالْحُدَیْبِیَّةِ ﴿مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْهِمْ﴾ فَإِنَّ ثَمَانِیْنَ مِنْهُمْ طَافُوْا بِعَسْکَرِکُمْ لِیُصِیْبُوْا مِنْکُمْ فَأُخِذُوْا وَأُتِيَ بِهِمْ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَفَا عَنْهُمْ وَخَلّٰی سَبِیْلَهُمْ فَکَانَ ذٰلِكَ سَبَبُ الصُّلْحِ ﴿وَکَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا﴾ أَيْ لَمْ یَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ضمائر کے مرجع کی تعین کے ساتھ ترجمہ کریں

(ب) آیتِ کریمہ کا شان نزول لکھ کر، صلح حدیبیہ کا پس منظر اور اس کی شرائط تحریر کریں

(ج) لم یزل الخ کا تفسیری فائدہ لکھیں۔

جواب

ترجمہ: اور وہ وہی ہے کہ جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے عین مکہ حدیبیہ میں روک لیا، اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غلبہ دے دیا،

Website:MadarseWale.blogspot.com

بایں طور کہ ان میں سے ۸۰/اسی نے تمہارے لشکر کو گھیر لیا، تا کہ وہ تم پر (حملہ آور ہوں) ٹوٹ پڑیں، مگر وہ گرفتار کر لئے گئے، اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپ نے ان کو معاف کر دیا، اور ان کو رہا کر دیا اور یہی بات صلح کا سبب ہوئی، اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے، یعنی وہ اس صفت کے ساتھ ہمیشہ متصف ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) آیتِ کریمہ کا شانِ نزول:

ائمہ محدثین کی ایک جماعت مثلاً ابوداؤد ونسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ جب ذی قعدہ ۶ھ میں حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے، قریش مکہ سے مصالحت ومعاہدہ کرنے کے بعد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار وحی شروع ہوئے، آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے آج کی رات مجھ پر ایک سورت نازل فرمائی ہے، جو مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے، اور وہ سورۃ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ہے۔

امام احمدؒ نے بروایت مجمع بن جاریہؓ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت یہ سورت مقام کراء الغمیم کے نزدیک نازل ہوئی، جس کو آپ نے اپنی ناقہ پر سوار چلتے چلتے صحابہ کو تلاوت کر کے سنایا، بہر حال ان روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فتح حدیبیہ سے واپسی پر دوران سفر نازل ہوئی ہے۔

صلح حدیبیہ کا پس منظر:

واقعہ حدیبیہ احادیث میں جس طرح ذکر فرمایا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ کی ابتداء میں خواب دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں امن امان کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں، اور آپ نے عمرہ کیا کچھ نے حلق کیا اور کچھ نے قصر کیا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

آپ نے یہ خواب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بیان کیا، آپ نے اس خواب کو بیان فرماتے ہوئے کوئی مدت متعین نہیں فرمائی تھی کہ کون سی سال کے بارے میں دیکھا ہے کہ عمرہ کر کے واپس ہو رہے ہیں، مگر شدت شوق میں یہی خیال کیا کہ اسی سال عمرہ اور حرم مکہ میں داخل ہونا نصیب ہوگا، اور آپ نے بھی یہی قصہ فرمایا کہ عمرہ کے لیے روانگی ہو جائے تو چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ کی جماعت لے کر آپ ذی قعدہ ٦ھ میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے، اور ہدی (قربانی کا جانور) بھی آپ نے ساتھ لے لیا جو حرم میں ذبح کیا جاتا، قریش مکہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اہل مکہ کو جمع کیا، اور طے کیا کسی طرح بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے، حالاں کہ خود قریش کے لوگ حرم بیت اللہ کا بہت احترام کرتے تھے، اور یہ ناجائز سمجھتے تھے کہ کسی کو بھی بیت اللہ کے طواف اور عمرہ سے روکا جائے، حتیٰ کہ دشمن کو بھی نہ روکتے تھے مقام حدیبیہ پہنچ کر آپ کی ناقہ بیٹھنے لگی، لوگ اس کو چوکا مارتے اور کوشش کرتے رہے تا کہ یہ اٹھ کر چلنے لگے، مگر وہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتی، آپ نے فرمایا: حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ. یعنی اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم سے یہ ناقہ رکی ہے، اور آپ نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمات اللہ کی تعظیم قائم رہے، اور شعار اللہ کی بے حرمتی نہ ہو، تو میں ضرور اس کو منظور کرلوں گا، کیوں کہ آپ سمجھتے تھے کہ اس مرحلہ میں اہل مکہ ضرور کچھ نہ کچھ اپنی منوائیں گے اور دباؤ بھی ڈالیں گے، الغرض آپ نے وہی قیام فرمایا اسی کو آج کل شمسیر کہتے ہیں آپ نے اہل مکہ کی طرف قاصد روانہ فرمایا کہ ہم لوگ لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے، ہم تو صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں، ہم کو مکہ میں آنے دو ہم عمرہ ادا کرتے واپس چلے جائیں گے، قریش مکہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، انتظار کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہی پیغام دے کر بھیجا اور ساتھ ہی ان مظلوم اور مغلوب مسلمان عورتوں اور مردوں کو جو کفار مکہ کی قید و بند میں تھے یہ بشارت بھی بھیجی کہ عنقریب اللہ کے فضل سے اسلام کا غلبہ ہوگا، اور مکہ میں کامیابی اور غلبہ کے ساتھ اسلام داخل ہوگا، حضرت عثمان کو واپسی میں دیر ہوئی کفار مکہ ان کو روک لیا۔ ادھر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت

Website:MadarseWale.blogspot.com

عثمان رضی اللہ عنہ قتل کردیئے گئے اس وقت آپ کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ لڑائی اور مقابلہ کی نوبت آئے گی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوکر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیعت کی دعوت دی کہ آپ کے دست مبارک پر جہاد کی بیعت کریں۔

قریش مکہ کو جب معلوم ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا، اور کچھ رؤساء مکہ کا وفد آپ کے پاس صلح کی غرض سے آیا اور گفتگو کے بعد صلح نامہ تحریر کر کے اس پر طرفین کے دستخطوں کا معاملہ طے پایا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

صلح حدیبیہ کی شرائط:

شرائط صلح کے بارے میں باہم بحث وتمحیص بھی ہوئی اور بعض شرائط صلح میں مسلمانوں کو اپنی مغلوبی اور پستی کا حساس ہوکر جوش اور ولولہ بھی آرہا تھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوحی الٰہی حضرات صحابہ کو تسلی دی، اور فرمایا کوئی حرج نہیں ان باتوں کو مان لو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر مسلمانوں نے صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے وہ شرائط صلح مان لیں، اور صلح نامہ تیار ہوگیا، کفار کی طرف سے جو شرائط تھیں وہ یہ ہے کہ:

(۱) مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

(۲) اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

(۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں وہ بھی نیام میں، اور نیام بھی جلبان (تھیلا وغیرہ) میں۔

(۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کردیا جائے، لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہوجائیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) لم یزل الخ کا تفسیری فائدہ:

لَمْ یَزَلْ یہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منفی بلم کا صیغہ ہے، اس کا ربط ماقبل وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا جملہ سے ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس صفت کے ساتھ متصف ہے، اور تَعْمَلُوْنَ میں بالیاء اور بالتاء دونوں قراءتیں صحیح ہیں۔

محل امتحان نمبر ۱۰۲، جلالین: ۴۴۰

(الف) عبارت بااعراب: ﴿يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ﴾ وَ هُوَ إِسْرَافِيْلُ وَ نَاصِبُ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ بَعْدُ ﴿إِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿٦﴾﴾ بِضَمِّ الْكَافِ وَسُكُوْنِهَا أَيْ مُنْكَرٍ ﴿خَاشِعًا﴾ ذَلِيْلًا وَ فِيْ قِرَاءَةٍ خُشَّعًا بِضَمِّ الْخَاءِ وَفَتْحِ الشِّيْنِ مُشَدَّدَةً ﴿أَبْصَارُهُمْ﴾ حَالٌ مِنْ فَاعِلِ ﴿يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿٧﴾﴾ لَايَدْرُوْنَ أَيْنَ يَذْهَبُوْنَ مِنَ الْخَوْفِ وَالْحَيْرَةِ ﴿مُّهْطِعِيْنَ إِلَى الدَّاعِ ۚ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾﴾.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں اور بتائیں کہ مُهْطِعِيْنَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟ (ج) آئندہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

جواب

ترجمہ: جس دن ایک پکارنے والا ایک ناگوار چیز کی طرف پکارے گا وہ اسرافیل ہیں اور يَوْمَ کا ناصب بعد میں آنے والا يَخْرُجُوْنَ ہے اور نُكُرٍ یہ کاف کے ضمہ اور سکون کے ساتھ ہے یعنی منکر ناپسندیدہ شئ یہ لوگ ذلت کے ساتھ نظر نیچی کیے ہوئے قبروں سے تیزی سے نکل پڑیں گے اور ایک قرأت میں خُشَّعًا خا کے ضمہ اور شین مشددہ کے فتحہ کے ساتھ ہے اور خُشَّعًا یخرجون کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے گویا کہ وہ پھیلی ہوئی (منتشر) ٹڈیاں ہیں وہ خوف اور حیرت کی وجہ سے یہ بھی نہیں

Website:MadarseWale.blogspot.com

سمجھ رہے ہوں کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور تیزی سے گردن اُٹھائے ہوئے داعی کی طرف نکل پڑیں گے، ان میں سے کافر کہیں گے یہ سخت دن ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

فرماتے ہیں کہ اس دن کو یاد کرو جس دن میدانِ محشر کی طرف حساب دینے کے لیے اسرافیل علیہ السلام آواز لگائیں گے اور اس وقت حال یہ ہوگا کہ خوف وہیبت کے مارے ذلت وندامت کے ساتھ آنکھیں جھکائے ہوئے ہوں گے پھر تمام کے تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر ٹڈی کی طرح پھیل پڑیں گے اور خداوندِ قدوس کی عدالت میں حاضری دینے کے لیے تیزی سے دوڑتے ہوں گے اور اس دن کے حولناک منظر اور شدت اور اپنے جرائم کو تصور کر کے کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے۔

مُهْطِعِيْنَ ترکیب میں کیا واقع ہے؟

مُهْطِعِيْنَ ترکیب میں يَخْرُجُوْنَ کی ضمیر سے حال واقع ہے۔

(ج) آئندہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

شَيْءٍ نُّكُرًا: ناگوار چیز، ناپسندیدہ شئ، انجام چیز، شَيْءٌ (ج) أَشْيَاءُ. نُكُرٌ (ج) أَنْكَارٌ.

خُشَّعًا : (واحد) خَاشِعٌ اور مصدر خُشُوْعٌ: عاجزی کرنا، ناگاہ پست ہونا، پست کرنا۔

اَحْدَاثٌ : واحد حَدَثٌ بمعنی قبریں۔

جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ: پھیلی ہوئی ٹڈی، جَرَادَةٌ (ج) جَرَادٌ. ٹڈی، منتشر انتشار مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر ہے باب (افتعال) سے مستعمل ہے۔

مُهْطِعِيْنَ : دوڑنے والے، إِهْطَاعٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر سالم ہے، اس کا واحد مُهْطِعٌ بابِ (افعال) سے مستعمل ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

محل امتحان نمبر ۱۰۳، جلالین: ۴۶۳

(الف) عبارت بااعراب: ﴿وَ الّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ﴾ شککتم فِیْ عِدَّتِہِنَّ ﴿فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ ۙ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ﴾ بِصِغَرِھِنَّ وَالْمَسْئَلَتَانِ فِیْ غَیْرِ الْمُتَوَفّٰی عَنْھُنَّ اَزْوَاجُھُنَّ ﴿وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ﴾ اِنْقِضَاءُ عِدَّتِہِنَّ مُطَلَّقَاتٍ اَوْ مُتَوَفّٰی عَنْھُنَّ اَزْوَاجُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) آیت میں ذکر کردہ احکام کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیے کہ آئسہ اور صغیرہ کا متوفی عنہا زوجہا کی عدت کیا ہے؟ اور کس آیت سے ثابت ہے؟ اگر حاملہ پر طلاق پڑے یا شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہ پیدا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب

ترجمہ: اور تمہاری وہ بیویاں جو حیض سے نا اُمید ہو گئی ہیں اگر تم کو ان کی عدت کے بارے میں شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور وہ عورتیں جن کو صغرسنی کی وجہ سے حیض نہیں آتا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ مذکورہ دونوں مسئلے ان عورتوں کے ہیں جن عورتوں کے شوہروں کی وفات نہ ہوئی ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت خواہ مطلقہ ہوں یا ان کے شوہر ان کو چھوڑ کر انتقال کر گئے ہوں یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن دیں۔

(ب) آیت میں ذکر کردہ احکام کی وضاحت:

اِس آیت میں غیر حائضہ اور حاملہ کی عدت کی مدت کو بیان کیا گیا ہے، غیر حائضہ کی عدت تین ماہ خواہ یہ غیر حائضہ کبرسنی (یعنی آئسہ) یا صغرسنی (یعنی بچپن) کی وجہ سے ہو اور حاملہ عورت خواہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا زوجہا ان کی عدت وضعِ حمل ہے۔ آیتِ کریمہ یہ ہے: وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا.

Website:MadarseWale.blogspot.com

حاملہ پر طلاق پڑے یا شوہر کے انتقال ہوتے ہی بچہ پیدا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

اگر حاملہ عورت کو طلاق پڑ جائے، تو طلاق پڑتے ہی، یا شوہر فوت ہو جائے، تو شوہر کے فوت ہوتے ہی وضع حمل ہو جائے تو عدت گزر جائے گی۔

محل امتحان نمبر ۱۰۴، جلالین: ۴۶۵

(الف) عبارت بااعراب: ﴿يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللهُ لَكَ﴾ مِنْ أَمَتِكَ مَارِيَةَ الْقِبْطِيَّةِ لَمَّا وَاقَعَهَا فِي بَيْتِ حَفْصَةَ وَكَانَتْ غَائِبَةً فَجَاءَتْ وَشَقَّ عَلَيْهَا كَوْنُ ذٰلِكَ فِي بَيْتِهَا وَعَلٰى فِرَاشِهَا حَيْثُ قُلْتَ هِيَ حَرَامٌ عَلَيَّ ﴿تَبْتَغِي﴾ بِتَحْرِيمِهَا ﴿مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ﴾ أَيْ رِضَاهُنَّ ﴿وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①﴾۔

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) تفسیر لکھیں (ج) شانِ نزول تحریر کریں۔

جواب

ترجمہ: اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس کو جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا؟ یعنی اپنی باندی ماریہ قبطیہؓ کو جبکہ آپؐ نے اس سے حضرت حفصہ کے گھر میں ہمبستری فرمائی، اور حفصہ موجود نہیں تھیں، اچانک آگئیں اور یہ بات ان کے گھر میں ان کے بستر پر ان کو گراں گزری، اس وقت آپ نے هي حرام عليّ وہ میرے اوپر حرام ہے فرمادیا، اس کو حرام کر کے اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) تفسیر:

حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۃً حلال و مباح سمجھتے ہوئے عہد کرلیا جائے کہ آئندہ اس کو استعمال نہیں کروں گا، ایسا کرنا اگر مصلحتاً ہو تو شرعاً جائز ہے؛ مگر آپ علیہ السلام کے شانِ رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے

Website:MadarseWale.blogspot.com

لیے اس طرح کا اُسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے لیے تنگی کا باعث ہو؛ اس لیے حق تعالیٰ شانہٗ نے متنبہ فرمادیا کہ ازواج کے ساتھ بے شک خوش اخلاقی برتنی چاہیے؛ مگر اس حد تک نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو حرام کر کے اپنے اوپر بوجھ ڈالیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) شانِ نزول:

آپ علیہ السلام نے اپنی ازواجِ مطہرات کی باری مقرر فرمادی تھی، حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی باری میں اپنے والدین کی زیارت کے لیے جانے کی اجازت لی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور پھر ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو طلب فرمایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہی کے گھر ہمبستر ہوئے، حفصہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں، تو گھر کا دروازہ بند پایا تو وہ دروازہ پر بیٹھ گئیں اور رونے لگیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو رونے کا سبب دریافت کیا، تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میری باری، میرا حجرہ، میرا بستر اور میرے حق کی کچھ رعایت نہ کی گئی، کیا آپ نے مجھے اسی لیے اجازت دی تھی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو نرمی سے سمجھا کر خوش کیا اور فرمایا میں نے اس کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور میرے بعد ابوبکر ان کے بعد عمر خلیفہ ہوں گے؛ مگر یہ راز مخفی رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بعض روایت میں شہد والا واقعہ آتا ہے جیسا کہ مفتی شفیع صاحب نے ''معارف القرآن'' میں نقل کیا ہے۔

محل امتحان نمبر ۱۰۵، جلالین: ۴۸۵

(الف) عبارت باعراب: ﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝١﴾ اَلرِّيَاحِ مُتَتَابِعَةً كَعُرْفِ الْفَرَسِ يَتْلُوْ بَعْضُهٗ بَعْضًا ﴿فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝٢﴾ اَلرِّيَاحِ الشَّدِيْدَةِ ﴿وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۝٣ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝٤﴾ أَيْ اٰيَاتِ الْقُرْاٰنِ تَفْرُقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝٥ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۝٦ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝٧﴾.

Website:MadarseWale.blogspot.com

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) بتائیں کہ عُذْرًا، نُذْرًا، پر نصب کیوں ہے؟ (د) نیز بتائین کہ جواب قسم کیا ہے؟ (ہ) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھیں۔

جواب

ترجمہ: قسم ہے مسلسل چلنے والی ہواؤں کی یعنی ان ہواؤں کی جو تسلسل میں گھوڑے کے (گردن) کے بالوں کی طرح ہیں پھر زور سے چلنے والی ہواؤں کی قسم یعنی زوردار ہواؤں کی پھیلانے والی ہواؤں کی قسم پھر فرق کرنے والی آیات کی قسم یعنی قرآنی آیات کی جو حق وباطل کے درمیان فرق کرتی ہیں پھر وحی کا القاء کرنے والوں کی قسم توبہ یاڈرانے کا القاء کرتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے، وہ یقیناً ہونے والا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

یعنی اولا ہوا نرم وخوش گوار چلتی ہے جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات ومنافع وابستہ ہوتے ہیں پھر کچھ دیر بعد وہی ہوا ایک تند آندھی کی شکل اختیار کر کے وہ غضب ڈھاتی ہے کہ لوگ بلبلا اٹھتے ہیں، یہی مثال دنیا وآخرت کی سمجھو کتنے ہی کام ہیں جس کو لوگ فی الحال نافع تصور کرتے ہیں، اور ان پر بڑی بڑی امیدیں باندھتے ہیں لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور خوفناک شکل میں ظاہر ہوں گے تو لوگ پناہ مانگیں گے، اور اللہ نے ہواؤں کی بھی قسم کھائی جو بخارات وغیرہ کو اٹھا کر لے جاتی ہیں، اور ابر کو اٹھا کر فضاء میں پھیلا دیتی ہیں، اور اللہ کے حکم جہاں بارش ہونی رہتی ہے وہاں برساتی ہیں پھر بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں، پھر ان فرشتوں کو بھی قسم کھائی ہے جو انبیاء علیہ السلام پر ذکر وحی اور قرآن کا القاء کرتے ہیں اور یہ ذکر وحی انبیاء پر اس لیے نازل کی جاتی ہے، تاکہ وہ مؤمنین کی کوتاہیوں کی مغفرت کا سبب بنے اور کفار کو ڈرانے والا ثابت ہو، اللہ فرماتے ہیں کہ زکورہ قسم کھا کر تم سے جس قیامت وحساب کتاب کا وعدہ کیا جارہا ہے ضرور پورا ہوگا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

(ج) عُذْرًا اور نُذْرًا پر نصب کیوں ہے؟

عُذْرًا اور نُذْرًا: مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔

(د) جوابِ قسم کیا ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

جوابِ قسم: اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ہے۔

(ہ) لغات:

(۱) اَلْمُرْسَلٰتُ: اِرْسَالٌ مصدر سے اسم مفعول جمع مؤنث سالم کا صیغہ ہے، واحد مُرْسَلَۃٌ معنی وہ ہوائیں جو نفع پہونچانے کے لیے بھیجی جاتی ہیں۔

(۲) اَلْعٰصِفٰتُ: عَصْفًا مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث سالم کا صیغہ ہے، بمعنی تیزی ہوا، واحد عَاصِفَۃ.

(۳) نَاشِرَۃٌ: نَشْرٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث سالم واحد نَاشِرَۃٌ معنی وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلا دیتی ہیں۔

(۴) اَلْفٰرِقٰتُ: فَرْقًا مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث سالم واحد (فَارِقَۃ) معنی وہ ہوائیں جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں۔

(۵) اَلْمُلْقِیٰتُ: اِلْقَاءٌ مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث سالم واحد (مُلْقِیَۃ) معنی اللہ کی وحی کو پہنچانے والے فرشتے۔

محل امتحان نمبر ۱۰۶، جلالین: ۴۸۸

(الف) عبارت با اعراب: ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝١ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝٢ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝٣ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝٤ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝٥ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝٦ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝٧ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝٨ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝٩ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ

Website:MadarseWale.blogspot.com

فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝.

(الف) ترجمہ کریں (ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق لکھیں (ج) مذکورہ قسموں کا جواب (يَوْمَ) کا عامل اور (رَاجِفَةُ) (رَادِفَةُ) اور (حَافِرَةِ) کی مراد ظاہر کریں۔

جواب

ترجمہ: قسم گھسیٹ لانے والے کی، غوطہ لگا کر اور بند چھڑا دینے والوں کی کھول کر، اور تیرنے والوں کی تیزی سے، پھر آگے بڑھنے ولوں کی دوڑ کر، پھر کام بنانے والوں کی حکم سے، جس دن کانپنے والی، اس کے پیچھے آئے دوسری، کتنے دل اس دن دھڑکتے ہیں، ان کی آنکھیں جھک رہی ہے، لوگ کہتے ہیں کیا ہم پھر آئیں گے الٹے پاؤں، کیا ہم ہوچکیں ہڈیاں کھوکھری، انہوں نے تو تو یہ پھر آنا ہے ٹوٹے گا۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق:

(۱) النّٰزِعٰتِ: النّٰزِعٰتِ از باب (ض) نَزَعٌ سے اسم فاعل جمع مؤنث بمعنی کھینچ کر نکلنے والیاں۔

(۲) نَشْطًا: نَشْطًا مصدر از باب (ض) بمعنی سہولت کرنا نشط فی العمل اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی چیز میں سہولت اور جلدی کرتے ہیں۔

(۳) سَبْحًا: سَبْحًا مصدر ہے از باب (ف) بمعنی تیرنا سَبَحَ فِي الْبَحْرِ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی چیز کو سمندر کے نیچے سے نکلنے کے لیے تیرا جاتا ہے، غوطہ لگایا جاتا ہے۔

(۴) الْمُدَبِّرٰتِ: از باب تفعیل دَبَّرَ سے اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے بمعنی تدبیر کرنے والیاں۔

(۵) تَرْجُفُ: فعل مضارع معروف واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے رَجَفَ از باب نصر بمعنی کانپنا، ہلانا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com

(۶) نَخِرَۃ: صفت مشبہ ہے اور ثلاثی مجرد باب (فتح) نَخِرَ الْعَظْم سے ماخوذ ہے بمعنی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈی کو کہتے ہیں۔

(ج) یَوْمَ کا عامل:

یَوْمَ کا عامل وہ فعل مقدر ہے جس کے ساتھ یوم متعلق ہے اور وہ ہے لَتُبْعَثُنَّ تقدیری عبارت اس طرح ہے کہ لَتُبْعَثُنَّ یَا کُفَّارَ مَکَّۃَ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃ.

رَاجِفَۃٌ، رَادِفَۃٌ اور حَافِرَۃِ کی مراد:

رَاجِفَۃٌ: سے نفختہ الاولیٰ مراد ہے، اس کی وجہ سے ہر چیز کانپنے لگے گی یعنی ہر شئ متزلزل ہوجائے گی قیامت کو اسی صفت سے متصف کیا گیا ہے جو اس سے پیدا ہوگی۔

رَادِفَۃٌ: سے دوسرا نفخہ ہے اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا وقف ہوگا۔

حَافِرَۃ: سے مراد یہ ہے کہ مرنے کے بعد لوٹائے جانا، اور اسی سے رَجَعَ فُلَانٌ عَلٰی حَافِرَتِہٖ یعنی فلاں شخص اپنی سابقہ حال پر آ گیا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اسی طرف لوٹ جائے جہاں سے آیا تھا۔

بحمد اللہ تم

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com